شمارہ: 11
جولائی، اگست، ستمبر 2020



مدیر
اے آر خان

سہ ماہی قندیل حق لندن

QINDEEL-E-HAQ

A.R. Khan: +44-7886304637 E-Mail : qindeelehaq@gmail.com




مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ
وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا ۝۴۱

(سورۃ الاحزاب آیت 41)

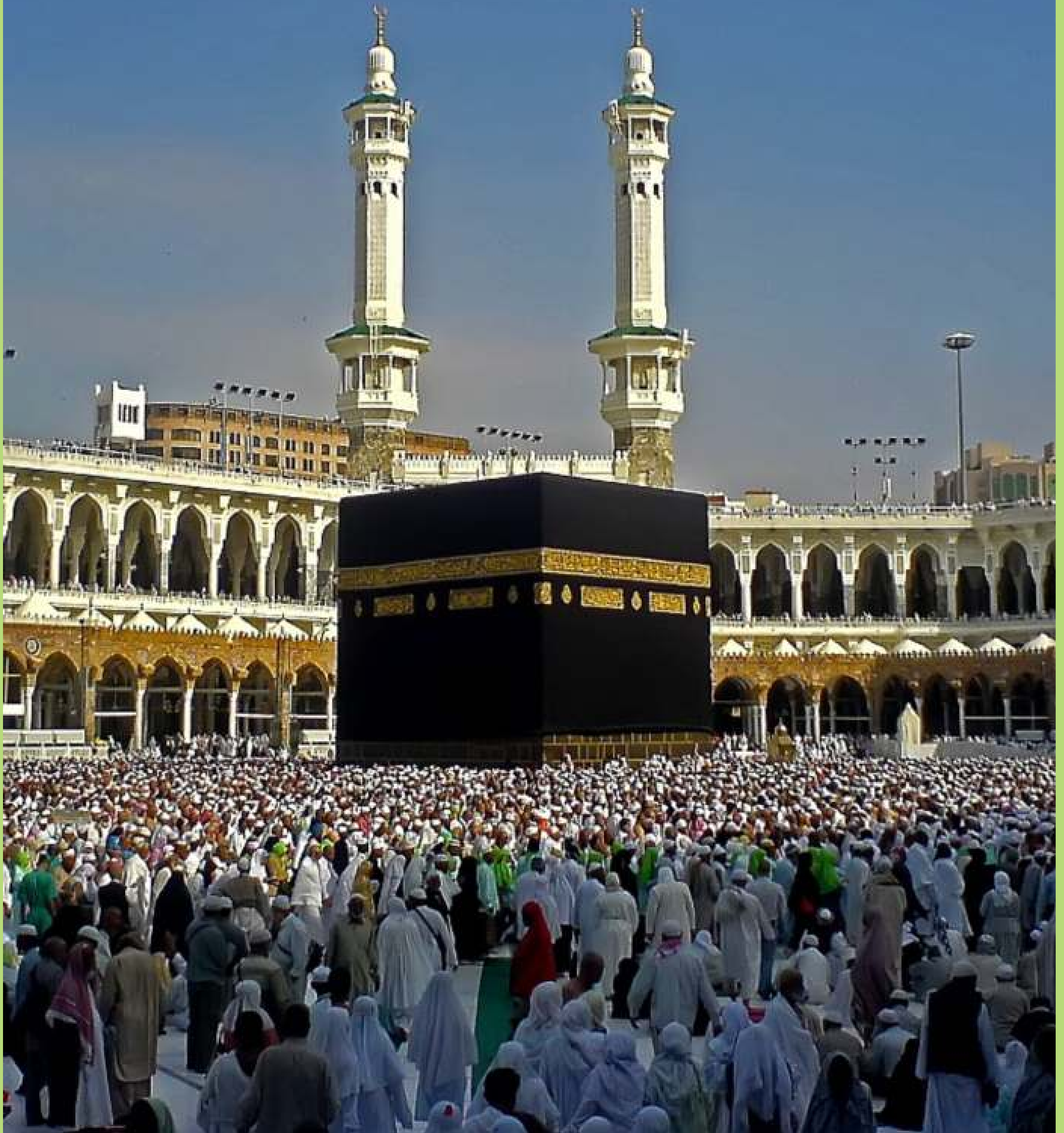
محمد تمہارے (جیسے) مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں بلکہ وہ اللہ کا رسول ہے
اور سب نبیوں کا خاتم ہے۔ اور اللہ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے۔




وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ

اور اللہ کے لئے حج اور عمرہ کو پورا کرو۔ پس اگر تم روک دیئے جاؤ تو جو بھی قربانی میسر آئے (کردو)

(البقرۃ:197)



فہرست

فہرست





اداریہ احمدیہ مسلم جماعت کی مخالفت اور ضمیر فروش ملاں

رانا عبدالرزاق خان۔لندن



جب بھی کوئی قاری پاکستان کی تاریخ غیر جانبدار ہو کر پڑھے گا۔تو اس پر واضح ہو جائے گا کہ پاکستان کو بنانے والی واحد جماعت احمدیہ ہے۔جو قائداعظم کی دست راست تھی۔جب قائداعظم روٹھ کر ہندوستانی عوام اور سیاست دانوں سے لندن شفٹ ہوئے تو مولانا عبدالرحیم درد نے حضرت امام جماعت احمدیہ حضرت مصلح موعودؓ کی راہنمائی میں قائداعظم کو واپس ہندوستان آنے پر مجبور کیا۔جس کا ثبوت قائداعظم کی تقریر اور بیان ہے ۔پھر ۱۹۳۱ تا ۱۹۳۲ کی گول میز کانفرنسوں میں سر چوہدری ظفراللہ خان نے کردار ادا کیا اور پاک وہند کے مسلمانوں کے لئے الگ وطن کا مطالبہ کیا اور اس کی وجوہات اور ضرورت بتائیں۔قائداعظم کی دو قومی نظریئے کو آگے بڑھانے میں مدد کی۔تو بات سمجھ میں آجاتی ہے۔قوم کی راہنمائی کے لئے حضرت مصلح موعودؓ امام جماعت احمدیہ کے برموقع خطبات اپنا منہ بولتا ثبوت ہیں۔قرارداد پاکستان جو ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ کو لاہور میں پیش کی گئی اسے بھی سر چوہدری ظفراللہ خان نے تحریر کیا۔باؤنڈری کمیشن کی وکالت بھی سر چوہدری ظفراللہ خان نے کی۔یواین او میں پاکستان کی نمائندگی اور پھر وزیراعظم کے بعد سب سے اہم عہدہ وزیر خارجہ کا عہدہ سر چوہدری ظفراللہ خان کو قائداعظم نے دیا۔اور پھر سر چوہدری ظفراللہ خان نے اس کا یوں حق ادا کیا کہ دنیا یاد رکھے گی۔سر چوہدری ظفراللہ خان نے مسئلہ کشمیر کی قرارداد پاس کروائی۔اور پھر فلسطین کاز کے لئے انتھک کام کیا۔جو تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔سر چوہدری ظفراللہ خان عالمی عدالت انصاف کے تین بار جج بنے پھر اس کے صدر بھی بنے۔اس کے علاوہ جماعت احمدیہ کی جدوجہد برائے پاکستان مثالی ہے۔

دوسری طرف مخاصمت کی ماری منافق دینی جماعتوں نے اپنا یزیدی کردار خوب نبھایا۔جو کہ اب تک کوشاں ہیں۔دیوبند، بریلی، احرار، خاکسار، جمعیت علمائے ہند، جماعت اسلامی، خاکسار، سرخپوش راہنما سرحدی گاندھی، ہندوؤں کے کفش بردار نکلے اور پاکستان کی بھرپور مخالفت کی ۔قائداعظم کو کافر اعظم اور پاکستان کو پلیدستان کہا اور بے ضمیر اتنے کہ جب پاکستان بن گیا تو پھر پاکستان نے ہی ان کو پناہ دی۔اب یہ ناخدا اسی مادرِ وطن کی لاش پر بیٹھے گدھ کی طرح وطن کی لاش نوچ رہے ہیں۔مکفرین اس قدر کہ اپنے بھائی بندوں کو بھی معاف نہیں کرتے۔بے عمل اتنے کہ سور اور کتے بھی ان سے شرماتے ہیں۔پہلے تو پچیس سال کسی نے ان کو گھاس نہیں ڈالا مگر چور دروازے سے بذریعہ ضیاء الحق، جہادی گھوڑے پر بیٹھ کر سعودی ریال اور امریکی ڈالر کے سہارے جہاد افغانستان کے ذریعہ ملک کے وارث بن بیٹھے۔نہ ان کے پاس عمل نہ قرآن نہ اسلام، بڑے بڑے پیٹ، لمبی داڑھیاں، اسلام کے ٹھیکیدار بن بیٹھے ہیں۔بریلوی جو شرک اور قبر پرست ہیں۔لوگوں کی فلاح کی بجائے ان کی نظر لوگوں کی جیب کی طرف رہتی ہے۔جماعت احمدیہ سے تو ان کی خصوصی دشمنی ہے۔۱۹۷۴ میں اسلام سے نکالا اور ۱۹۸۴ میں ان پر سخت پابندیاں لگا کر یہ مذہبی جماعتیں ملک کی مالک بن بیٹھی ہیں۔جاہل مطلق علمائے کرائمز یزیدی ارادوں کے ساتھ ملک کو قتل وخون کی طرف لے جا رہے ہیں۔

بڑے بڑے علامہ کوئی RAW.MOSAD,CIA کا ایجنٹ ہے تو کوئی کسی ایجنسی کا۔۷۲ قسم کے نظریات اور اسلام متعارف کرائے جا رہے ہیں۔ان کا کوئی پلان نہیں۔نہ انہیں وطن سے محبت ہے۔نہ اسلام سے۔یہ منتشرہ قوم خانہ بدوشوں کی طرح کشکول لئے اقوام عالم کے سامنے ہاتھ پھیلائے اپنی جہالت کی ماتم کناں ہے۔جو ملک قرضہ یا امداد دیتا ہے اسی کی پالیسی چلنے لگتی ہے۔سارے ملک میں فحاشی اور مغربیت نے نئی نسل کو گمراہ کر دیا ہے۔اور یہ نام نہاد علمائے کرائمز جماعت احمدیہ کا آٹھ چینل

والا MTA بند کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں ۔ یہ منہ اور مسور کی دال ۔ جماعت احمدیہ کی ڈھول کو بھی یہ شکست خوردہ مذہبی مداری نہیں پہنچ سکتے ۔

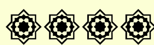
جماعت احمدیہ اپنے خلیفہ وقت کی راہنمائی میں دن دوگنی رات چوگنی ترقی کر رہی ہے ۔ زمین کے کناروں تک اس جماعت نے قرآن کی حسین تعلیم پہنچا دی ہے ۔ جنگلی افریقن اسلام قبول کر کے آدم خوروں کو انسانیت کا درس دے رہے ہیں ۔ ہر زبان میں قرآن کے ترجمے کر کے ہر گھر میں قرآن پہنچا دیا ہے ۔ سعودی اور باقی عرب شہزادے اپنی تیل کی دولت سے مغرب کے جوئے خانے اور قہوے خانے آباد کرنے میں مگن ہیں ۔ اور پاک و ہند کے مذہبی مسخرے اور مکفرین فرقہ بندی میں مصروف اپنی جائیدادوں میں اضافہ کر رہے ہیں ۔ نیز اپنے اعمال سے اسلام اور پاکستان کو بدنام کرنے میں مشغول ہیں ۔ اور یہ چھوٹی سی اس اُمت مسلمہ کی معتوب جماعت، اسلام ساری دنیا میں اسلام کا درس دے رہی ہے ۔ اور یہ مذہبی لونچڑے ابوجہل، ابولہب بلکہ شمر اور شداد کا کردار ادا کرنے میں ایک دوسرے سے بازی لینے کے چکر میں ہیں ۔

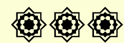
MTA مسلم ٹی وی احمدیہ ایک اسلامی ٹی وی ہے جس میں نہ کوئی فحاشی ہے ۔ نہ کوئی اشتہار اور نہ کوئی ماڈل گرل کی پبلسٹی ۔ اس ملک خداداد کے صاحب عقل و دانش نے اس پر اسی لئے پابندی لگا دی ہے جبکہ یہ ٹی وی سارے براعظموں میں مقبول ہے ۔ پاکستان میں لوگ اس کو مسلسل دیکھنے سے احمدیت کی طرف راغب ہو رہے ہیں ، اس خطرے کے پیشِ نظر علمائے کرائمز نے اس پر پابندی لگوائی ہے ۔ جبکہ بداخلاقی کے سارے انسٹیٹیوٹ سر عام کھلے ہیں ۔ کنجر خانے ہر شہر میں بلکہ اب تو ہر محلے میں بر سر پیکار ہیں ۔ فحاشی کا ہر اڈا جسے ہر داڑھی دار چلاتا ہے ۔ کھلے عام پولیس کو منتھلی دے کر یہ مسلسل چل رہے ہیں ۔ شراب خانے ، ملاں کے حجرے اور مجرے بلکہ جوان بچیوں کے جن نکالنے اور حلالہ سینٹر عام کھلے ہیں ۔ گندے اور بدکردار فحاش اس قدر لچر اسٹیج شو کرتے ہیں جو کہ کوئی فیملی نہیں دیکھ سکتی ۔ مسلسل رواں دواں ہیں ۔ پیمرا اور مذہبی نا خداؤں کو یہ نظر نہیں آتے ۔ سارے پارلیمنٹ ممبران شراب وعناب کی محافل روزانہ سجاتے ہیں ۔ پاکستان جسے احرار کے ایک مولانا عطاء اللہ بخاری نے پلیدستان اور بیسوا کہا تھا ۔ اب اس احراری بیسوا کی اولاد چاروں طرف بازار حسن کا گند پھیلا رہی ہے ۔ اور مغربی نواز یہ نام نہاد معاشرہ صراط مستقیم سے بھٹک چکا ہے ۔ انتہا پسندی اور تشدد کی راہ پر گامزن ہے ۔ بے ضمیری اس کا قومی نشان ہے ۔ گدھا اور مینڈک اس کی خوراک ہیں ۔ کشمیر کے نام پر امداد کھانے والی یہ قوم ہیجڑے کا کردار ادا کر رہی ہے ۔ یوٹیوب پر اس قوم نے فحاشی میں نشان حیدر جیت لیا ہے ۔ حجرہ بازی اور لونڈے بازی میں اس کے سب علمائے کرائمز مولانا سمیع الحق کے پیرو ہیں ۔ تو ایک سال پہلے اپنے معشوق لونڈے کے ہاتھوں موقع پر ہی راہ ملک عدم ہوئے ۔ کیونکہ ان کو عضو تناسل ان کا معشوق بطور تبرک کاٹ کر لے گیا تھا ۔ مولانا اشرفی شراب اور کم سن لڑکیاں ایوان اقتدار والوں کو سپلائی کر کر کے صوبے کے اسلام مرکز کے مقتدر ہیں ۔ رحیم خاں میں قطری شہزادوں کو مسلمان پیش کرنے والے بعد ازاں یہ حاجی نام نہاد مسلمان ابوظبی اور قطر کا مفت دورہ کرتے ہیں ۔ یہی ہمارا اسلام ہے ۔ جو سعودی شہزادوں کا اسلام ہے ۔ اکبر الہ آبادی کا شعر یاد آ رہا ہے ۔

ملاں نے رپٹ لکھوادی ہے تھانے میں
کہ اکبر خدا نام لیتا ہے اس زمانے میں

یاد رکھو جتنا تم دباؤ گے اتنا ہی ہم مزید اُبھریں ۔ پچھلی تاریخ دیکھ لو ۔ ایک صد تیس سال سے آپ نے اور آپ کے آباؤ اجداد نے کتنے بند باندھے مگر رزلٹ ہماری فتح ہی آیا ۔ کفارِ مکہ کے نقش پر چلو گے تو مٹ جاؤ گے ۔

؎ تمہاری داستاں نہ ہوگی داستانوں میں ۔
؎ پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا







قرآن کریم کی بعض آیات اور انکے جواب میں پڑھے جانے والے کلمات

(از حافظ محمود احمد طاہر ۔استاذ جامعہ احمدیہ تنزانیہ)

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جو اس نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے نازل فرمائی ۔اور اس سے وہی لوگ ہدایت پاتے ہیں جو تقویٰ کی راہوں پر چلتے ہیں ۔سورۃ البقرہ کی ابتداء میں جہاں اللہ تعالیٰ قرآن کریم کا تعارف بیان فرماتا ہے وہاں فرمایا کہ ھدیً للمتقین ۔کہ یہ کتاب متقیوں کی ہدایت کا موجب ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں

1: ہمیں کئی کام کرنے کے احکامات صادر فرمائے جو ہمیں لازمی کرنے چاہئیں ۔

2: کئی افعال شنیعہ سے باز رہنے کا ارشاد فرمایا جن سے اجتناب کرنا ہمارے اوپر فرض ہے۔

3: بعض جگہوں پر سننے والوں کو عین اُسی وقت بعض کلمات کہنے کا ارشاد فرمایا جو اُسی وقت حتیٰ کہ نماز میں بھی وہ کلمات دوہرانے ضروری ہیں۔

4: نیز بعض مقامات پر سامعین سے سوال کے رنگ میں کچھ پوچھا ہے۔

5: بعض مقامات پر سجدہ کرنے کا حکم دیا ہے یا سجدہ کرنے والوں کو پسند کیا ہے۔

6: کئی مقامات پر جنت کی نعماء کا ذکر ہے جہاں ہمیں دعا کرنی چاہئے کہ اللہ ہمیں جنت عطا فرمائے۔

7: کئی مقامات پر عذابِ الٰہی کا ذکر آتا ہے جہاں ہمیں عذاب سے پناہ مانگنے کی دعا کرنی چاہئے۔

ذیل میں وہ مقامات تحریر کئے جاتے ہیں جنکے جواب میں سامعین کو جواب دینا چاہئے۔

آیات　　　جوابی کلمات

سورۃ الفاتحہ: ولاالضآلّین آمین

سورۃ البقرہ: آخری آیت: فَانصُرنَا علی القَومِ الکَافِرِین ترجمہ: پس تو کافر قوم کے خلاف ہماری مدد فرما آمین

اور رَبِّ اغفِرلِی اللّٰھُمَّ ربَّنَا لَكَ الحَمدُ ترجمہ: اے میرے رب مجھے بخش دے۔اے ہمارے اللہ سب تعریفیں تیرے لئے ہیں

سورۃ آل عمران: آیت 19: شَهِدَ اللہُ اَنَّہٗ لا الٰہَ اِلَّا ھُوَ وَ المَلآئکَۃُ وَ اُولُو العِلمِ قَآئِماً بِالقِسطِ۔ لآ الٰہَ اِلّا ھُو العَزِیزُ الحَکِیمُ ترجمہ: اللہ انصاف پر قائم رہتے ہوئے شہادت دیتا ہے کہ اسکے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے بھی اور اہل علم بھی یہی شہادت دیتے ہیں کہ کوئی معبود نہیں مگر وہی کامل غلبت والا اور حکمت والا ہے

وَ اَنَا اَشھَدُ اَنَّكَ ۔ای ۔رَبِّ وَ اَنَا أَشھَدُ

ترجمہ: اور میں بھی گواہ ہوں یہ کہ تو اے میرے رب ۔تیرے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اسکی گواہی دیتا ہوں

سورۃ بنی اسرائیل آخری آیت: وَ کَبِّرہُ تَکبِیراً ترجمہ: اور تو بڑے زور سے اسکی بڑائی بیان کر اَللہُ اَکبَرُ ترجمہ: اللہ ہی سب سے بڑا ہے

سورۃ الرحمٰن: فَبِاَیِّ آلَاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ

ترجمہ: پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کا انکار کروگے؟ لَا بِشَیءٍ مِّن نِّعَمِكَ نُکَذِّبُ یا رَبَّنَا فَلَكَ الحَمدُ ترجمہ: اے ہمارے رب ہم تیری نعمتوں میں سے کسی کی بھی تکذیب نہیں کرتے۔

سورۃ الواقعہ: آیت 75: فَسَبِّح بِاسمِ رَبِّكَ العَظِیمِ

ترجمہ: پس اپنے رب عظیم کے نام کے ساتھ تسبیح کر سُبحَانَ رَبِّیَ العَظِیمِ ترجمہ: پاک ہے میرا رب بڑی عظمت والا

سورۃ الواقعہ آیت 60: اَم نَحنُ الخَالِقُونَ ترجمہ: کیا ہم پیدا کرنے والے نہیں ہیں؟ بَل أنتَ یَارَب ترجمہ: بلکہ تو ہی ہے اے میرے رب

سورۃ الواقعہ آیت 65: اَمۡ نَحۡنُ الزّٰرِعُوۡنَ ترجمہ: کیا ہم اگانے والے نہیں ہیں؟ بَل أنتَ یَارَب ترجمہ: بلکہ تو ہی ہے اے میرے رب

سورہ الواقعہ آیت 73: اَمۡ نَحۡنُ الۡمُنۡشِئُوۡنَ ترجمہ: کیا ہم اٹھانے والے نہیں ہیں؟ بَل أنتَ یَارَب ترجمہ: بلکہ تو ہی ہے اے میرے رب

سورۃ الملک آخری آیت: فَمَنۡ یَّاۡتِیۡکُمۡ بِمَآءٍ مَّعِیۡنٍ

ترجمہ: پس کون ہے جو تمہارے پاس چشموں کا پانی لائے گا؟ اَللهُ یَأتِینَا بِهِ وَهُوَ رَبُّ العَالَمِین

ترجمہ: اللہ اسے ہمارے پاس لائے گا اور وہ تمام جہانوں کو پالنے والا ہے

سورۃ مزمل آخری آیت: وَاسۡتَغۡفِرُوا اللّٰهَ ترجمہ: اور اللہ سے ہی بخشش مانگو اَستَغفِرُ الله ترجمہ: اے اللہ مجھے بخش دے

سورۃ القیامۃ آخری آیت: أَلَیسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰى أن یُّحیِ یَ المَوتٰى ترجمہ: کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ مردوں کو زندہ کر سکے؟ بَلٰى إِنَّهُ عَلٰى كُلِّ شَیءٍ قَدِیرٌ ترجمہ: کیوں نہیں۔ وہ یقیناً ہر شیء پر پورا قادر ہے

سورۃ المرسلات آخری آیت: فَبِاَیِّ حَدِیۡثٍۭ بَعۡدَهٗ یُؤۡمِنُوۡنَ

ترجمہ: پس اسکے بعد وہ کس چیز پر ایمان لائیں گے؟ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ

ترجمہ: ہم اللہ پر ایمان لائے

سورۃ النبا آخری آیت: وَیَقُوۡلُ الۡکٰفِرُ یٰلَیۡتَنِیۡ کُنۡتُ تُرٰبًا

ترجمہ: اور کافر کہے گا کہ کاش میں مٹی ہو چکا ہوتا

اَستَغفِرُ الله ترجمہ: اے اللہ مجھے بخش دے

سورۃ الاعلیٰ شروع میں: سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّكَ الۡاَعۡلٰى

ترجمہ: اپنے بلند شان والے رب کی تسبیح کر سُبحانَ رَبِّيَ الأعلىٰ

ترجمہ: پاک ہے میرا رب بلند شان والا

سورۃ الغاشیۃ آخری آیت: ثُمَّ اِنَّ عَلَیۡنَا حِسَابَهُمۡ

ترجمہ: پھر ہمارے ذمے ہی انکا حساب کرنا ہے اَللّٰهُمَّ حَاسِبنِي حِسَاباً یَّسِیراً ترجمہ: اے ہمارے اللہ ہمارا آسان حساب لیجئے

سورۃ الشمس آیت 9: فَاَلۡهَمَهَا فُجُوۡرَهَا وَتَقۡوٰىهَا

ترجمہ: پس ہم نے اسکی بے اعتدالیوں اور اسکی پرہیزگاریوں (کی تمیز کرنے کی صلاحیت) کو اسکی فطرت میں ودیعت کیا اَللّٰهُمَّ اٰتِ نَفسِي تَقوٰیهَا وَزَكِّهَا أنتَ خَیرُ مَن زَكّٰهَا أنتَ وَلِیُّهَا وَ أنتَ مَولٰیهَا

ترجمہ: اے اللہ میرے نفس کو تقویٰ عطا فرما اور اُسے پاک کر دے۔ تو ہی بہتر پاک کرنے والا ہے۔ تو ہی اسکا والی اور مالک ہے

سورۃ التین آخری آیت: أَلَیسَ اللهُ بِأَحكَمِ الحَاکِمِینَ

ترجمہ: کیا اللہ فیصلہ کرنے والوں میں سے سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا نہیں؟ بَلٰى وَأنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشَّاهِدِینَ

ترجمہ: ہاں۔ اور میں اس بات پر گواہوں میں سے ہوں

سورۃ النصر آخری آیت: فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَاسۡتَغۡفِرۡهُ

ترجمہ: پس اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر اور اس سے مغفرت مانگ

سُبحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمدِكَ اللّٰهُمَّ اغفِرلِي

ترجمہ: پاک ہے تو اے اللہ! ہمارے رب اپنی تعریف کے ساتھ۔ اے اللہ مجھے بخش دے

سورۃ آل عمران آیت 145: سورۃ احزاب آیت 41:

سورۃ محمد آیت 3: سورۃ الفتح آیت 30:

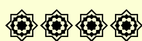
محمد ﷺ کا نام آتا ہے صَلَّى اللهُ عَلَیهِ وَسَلَّم

جنت کی بشارت کا ذکر ہو اَللّٰهُمَّ أدخِلنَا فِي رَحمَتِكَ ترجمہ: اے اللہ ہمیں اپنی رحمت میں داخل کرنا

عذاب کا ذکر ہو اَللّٰهُمَّ لَا تُعَذِّبنَا ترجمہ: اے اللہ ہمیں عذاب میں مبتلا نہ کرنا

سجدۂ تلاوت کا مقام آئے تو یہ سجدہ جتنا جلدی بجا لایا جائے اتنا ہی اچھا ہے۔ سجدے میں پہلے تین بار تسبیحات سبحان ربّی الاعلیٰ پڑھی جائیں اور پھر اَللّٰهُمَّ سَجَدَ لَكَ سَوَادِي وَآمَنَ بِكَ فُؤَادِي ترجمہ: اے ہمارے اللہ تجھے میرا جسم سجدہ کرتا اور تجھ پر ہی میرا دل ایمان لاتا ہے۔ یا سَجَدَ لَكَ رُوحِي وَجَنَانِي ترجمہ: میری روح اور میرا جسم تجھے ہی سجدہ کرتے ہیں۔

(حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے ترجمہ قرآن سے مدد لی گئی)





آیت خاتم النبیین

جمیل احمد بٹ



اس باب کا موضوع قرآن کریم کی آیت خاتم النبیین کی تشریح وتوضیح اور اس کے مطابق آنحضرت ﷺ کے مقامِ خاتم النبیین کا بیان ہے۔ تاہم اس سے قبل اس بارے میں عام طور پر ذکر ہونے والے چند سوالات کی کچھ وضاحت مفید ہوگی۔ درج ذیل ابتدائی پیرے اسی حوالے سے ہیں۔

دیگر اقوام میں نظریہ ختم نبوت: نبوت اللہ کی رحمت ہے۔ تاہم گزشتہ کئی اقوام اس نعمت کو اپنے اوپر بند سمجھنے کا ادعا کر چکی ہیں۔ قرآن کریم دو ایسے گروہوں کا ذکر کرتا ہے جنہوں نے اول حضرت یوسفؑ اور پھر انبیاً بنی اسرائیل میں سے ایک کے بعد یہ خیال کیا کہ خدا اب کسی اور نبی کو نہیں بھیجے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ اس خیال کو ردفرماتا ہے اور ایسا سوچنے والوں کو غلطی خوردہ۔

دنیا میں موجود تمام مذاہب اس راستے کو بند جانتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ جو انبیاء آ گئے سو آ گئے۔ یہود، عیسائی اور مسلمان سب عمومی طور پر سلسلہ انبیاء کو ختم شدہ مانتے ہیں۔ لیکن یہ ایک عجیب قدرِ مشترک ہے کہ یہ سب اس عقیدہ کے ساتھ کسی نہ کسی رنگ میں ایک اور نجات دہندہ کی آمد کا راستہ کھلا رکھتے ہیں۔ یہود تا حال اس ایلیاء کے منتظر ہیں جن کے بعد ان کے مسیح نے آنا تھا۔ جبکہ ہر دو 2000 سال پہلے آ چکے اور حضرت عیسیٰؑ کو اس وقت کے یہود نے رد کر کے اور غیر ملکی حکومت سے ساز باز کے ساتھ اپنے حسابوں سولی چڑھا دیا۔ عیسائی اسی مسیح کی دوبارہ آمد کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اہلِ اسلام بھی امام مہدی اور مسیح کے نام سے ایک موعود کے لئے چشمِ براہ ہیں۔

کیا قرآن نبوت کا دروازہ کھلا رکھتا ہے؟

اس سوال کا جواب یقینی طور پر اثبات میں ہے۔ قرآن کریم میں کئی بار وحی و الہام، فرشتوں کا نزول اور نبوت کے لئے انتخاب کا سلسلہ اصولی طور پر کھلا رکھا ہے۔ اس حوالے سے تفصیل گزشتہ باب میں گزر چکی ہے۔ خلاصتاً چند سادہ اور اہم قرینے یہ ہیں:

۱۔ قرآن کریم ان لوگوں کے تصور کو غلط ٹھہراتا ہے جنہوں نے پہلے یہ خیال کیا کہ آئندہ کوئی نبی نہیں آئے گا۔

۲۔ قرآن کریم نبوت کو رحمت کہتا ہے اور نبیوں کو انعام یافتہ۔ اور سب ایمان لانے والوں کو اس منعم علیہ گروہ میں شامل ہونے کی دعا کی تعلیم دیتا ہے۔

۳۔ قرآن کریم تمام اہل ایمان کو آنحضرت ﷺ کے ان مطیع اور فرماں برداروں کے حق میں جو آل محمد ﷺ کہلانے کے اہل ہیں یہ دعا کرنے کی تعلیم دیتا ہے کہ ان پر وہی برکات نازل ہوں جو آل ابراہیمؑ پر نازل ہوئیں اور خود یہ بیان فرماتا ہے کہ آل ابراہیمؑ کو نبوت کی نعمت دی گئی۔

۴۔ قرآن کریم ایک بار بھی نبوت بند کئے جانے کا ذکر نہیں کرتا۔

۵۔ قرآنِ کریم امت میں نبی آنے کی خبر کوئی بار دہراتا ہے۔

ختم نبوت کے حق میں احادیث؟

احادیث صحیحہ آں حضور ﷺ کے ارشادات مبارکہ ہیں اور ان کے بارے میں ایک اصولی بات یہ ہے کہ آپ ﷺ کوئی ایسی بات نہ فرما سکتے تھے جو قرآن کریم سے متصادم ہو۔ پس جبکہ قرآن کریم واضح طور پر نبوت کو جاری رکھتا ہے اور پھر کوئی ایسی حدیث ملتی ہے جو بظاہر اس مضمون سے ٹکراتی ہے تو اسے پہلے قرآن کریم پر عرض کرنا ہوگا یعنی اس کی ایسی توجیہ کرنی ہوگی جو اسے قرآن کریم کے مطابق کر دے۔ اور ان احادیث کے ایسے معنی ہی درست سمجھے جائیں گے جن سے یہ تضاد دور ہو جائے۔ اس اصول کے تحت آپ ﷺ کے بعد نبی نہ ہونے کے الفاظ کی توجیہ یہی ہو سکتی ہے کہ اس سے آپ ﷺ کے معاً بعد یا آپ ﷺ کو چھوڑ کر کسی نبی کے آنے کی ممانعت ہے۔ ان معنوں میں لفظ بعد قرآن کریم میں بھی استعمال ہوا ہے۔

آنحضرت ﷺ کے روحانی مراتب: آنحضرت ﷺ جن اعلیٰ روحانی مراتب پر فائز تھے ان کا یک دم اظہار نہیں ہوا بلکہ وہ نزول قرآن کے دوران وقفہ وقفہ سے ظاہر ہوتے رہے۔

ابتدائے زمانہ نبوی ﷺ میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے صاحبِ خلق عظیم فرمایا:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ○ (قلم 5:68)

ترجمہ: اور یقیناً تو بہت بڑے خُلق پر فائز ہے۔

چوتھے سال نبوی ﷺ میں رحمت اللعالمین:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ (انبیاء 21:108)

ترجمہ: اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کیلئے رحمت کے طور پر۔

اور نبوت کے پانچویں سال آپ ﷺ کو صاحب قابِ قوسین فرمایا گیا۔

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ○ (نجم 53:10)

ترجمہ: پس وہ دو قوسوں کے وَتر کی طرح ہو گیا یا اس سے بھی قریب تر۔

دسویں سال نبوی میں آپ ﷺ کا مقام محمود پر فائز ہونا بیان کیا گیا:

عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ○ (بنی اسرائیل 17:80)

ترجمہ: قریب ہے کہ تیرا ربّ تجھے مقام محمود پر فائز کر دے۔

نبوت کے اٹھارویں سال سراج منیر قرار دیا گیا:

وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ○ (احزاب 33:47)

ترجمہ: اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے اور ایک منور کر دینے والے سورج کے طور پر۔

اور اسی سال آپ ﷺ کے مقام خاتم النبین کا اظہار ہوا۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ○ (احزاب 33:41)

ترجمہ: محمد تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبین ہیں۔

یہ سب مقام و مناصب آنحضرت ﷺ کے عظیم الشان وجود کے مختلف رنگ ہیں اور سب اہم اور ضروری ہیں۔

قرآن کریم ان مراتب میں اور ان کے اظہار میں کوئی فرق نہیں کرتا جس سے اہل ایمان کو بھی ایسا ہی کرنے کا اشارہ ملتا ہے۔

اصل حکم آنحضرت ﷺ کی رسالت پر ایمان ہے۔ اس ایمان میں قرآن کریم میں مذکور آپ کے تمام مناصب اور اعلیٰ مقامات پر ایمان شامل ہے اور علیحدہ علیحدہ ان کا ذکر اور کسی ایک مقام پر ایمان کے الگ سے اظہار کا نہ تو کوئی حکم ہے اور نہ صحابہ رسول ﷺ میں ایسا کرنے کی کوئی مثال ہے اگر یہ سب مقام یا ان میں کسی ایک یا آخر الذکر پر علیحدہ ایمان کا اقرار اتنا لازم ہوتا جتنا رسالت پر تو قرین قیاس یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مقام کا اظہار ابتداء ہی میں فرما دیتا اور یہ 18 سال موخر نہ کیا جاتا۔ جس عرصہ میں بعض بڑے بڑے صحابہ خدمت اسلام میں اپنی جانیں قربان کر کے یا عمر طبعی گزار کر وفات پا گئے اور انہیں اس مقام پر علیحدہ ایمان کے اظہار کا موقع نہ ملا بلکہ وہ اس سے لاعلم ہی رہے لیکن اس سے ان اصحاب کی عظمت شان پر کوئی فرق نہ پڑا۔

اس مقام کے اظہار کے لئے بعض حلقے ختم نبوت کے الفاظ استعمال کرتے ہیں گو قرآن کریم میں یہ اصطلاح مذکور نہیں اور نہ ہی کسی صحیح حدیث میں اس کا بیان ملتا ہے۔

آیت خاتم النبین کا نزول:

نبوت کے اٹھارویں سال مدینہ میں سورۃ احزاب نازل ہوئی جس کی ایک آیت میں آپ ﷺ کو خاتم النبین فرمایا گیا۔

عرب رواج کے مطابق متبنیٰ، حقیقی بیٹے سمجھے جاتے تھے۔ وہ وراثت میں حصہ پاتے اور رشتوں کی حرمت و حلت کے اصول بھی ان پر یکساں نافذ ہوتے تھے۔ اس سورۃ میں پہلے گزرنے والی آیات میں سے ایک میں اللہ تعالیٰ نے اس رواج کے بے معنی ہونے کا اعلان فرمایا جس کے تحت آنحضرت ﷺ کا اپنے منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے شادی کا واقعہ ہوا۔

منہ بولے بیٹوں کے درجہ میں اس تحدید کے بعد مخالفین کے اس اعتراض کا وزن بڑھ گیا کہ مکہ میں نازل ہونے والی سورۃ کوثر کے مطابق آپ ﷺ نے اپنے دشمنوں کے ابتر رہنے کی جو پیش گوئی فرمائی تھی اس کا عملاً خود آپ ﷺ پر اطلاق ہو رہا تھا۔

آیت خاتم النبین اس اعتراض کا جواب ہے۔ اس آیت کے پہلے حصہ میں اس امر سے اتفاق تو کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ کا کوئی بیٹا نہیں مگر ساتھ ہی آپ ﷺ کو اللہ کا رسول کہہ کر آپ ﷺ کی ابوّتِ روحانی کی طرف متوجہ کیا گیا کہ آپ ﷺ پر ایمان لانے والے مومنین آپ ﷺ کے روحانی بیٹے ہیں۔ جو ایک منہ بولے بیٹے کے مقابل پر ایک گروہ کثیر ہے لیکن اس سے بڑھ کر آپ ﷺ کی عظمت و رفعت کا اظہار یہ کہہ کر فرمایا گیا کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہی نہیں بلکہ نبیوں کے لئے مہرِ تصدیق کے مقام پر فائز ہونے کے ناطے سب

انبیاء بھی آپ ﷺ کے روحانی فرزند ٹھہرتے ہیں اور آپ ﷺ ان سب کے لئے ایک مقامِ بزرگ پر فائز ہیں کہ ان کا روحانی وجود آپ ﷺ کے دم سے اور آپ ﷺ کے فیضان کا رہین ہے۔

اس آیت میں آنحضرت ﷺ کے اس رفیع الشان مقام کی اس مناسب حال توجیہ کے برخلاف بعض اہل قلم اسے محض آنحضرت ﷺ کی حضرت زینب ؓ سے خلاف رواجِ عرب شادی کا جواب قرار دیتے ہیں۔ مولوی مودودی صاحب نے اپنے رسالہ ختم نبوت میں اور غامدی صاحب نے اپنی کتاب المیزان میں یہی موقف اختیار کیا ہے کہ جاہلیت کی اس بدرسم کی اصلاح آپ ﷺ کے ذریعہ اس لئے کرائی گئی کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی رسول نہیں آنا تھا۔ اس استدلال کا ریت پر ہونا عیاں ہے۔ اصلاح کے لئے قرآن میں اس بدرسم کو چھوڑ دینے حکم ہی کافی تھا اور یہ ہرگز ضروری نہ تھا کہ آپ ﷺ خود اس پر عمل بھی کرتے۔ قرآن کریم میں اور بھی ایسے اوامر اور مناہی ہیں جن کو کرنے یا جن سے رکنے کا بطور خاص آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ میں کوئی ذکر نہیں ملتا۔

یوں بھی آنحضرت ﷺ کی عظیم شان کے اظہار میں اس آیت کا یہ ترجمہ کسی طرح بھی اس اعلیٰ مقام کے مناسبِ حال نہیں۔

گزشتہ بزرگان کی آراء:

اکثر بزرگان اور علماء قرآن کریم میں بیان کردہ اجرائے نبوت کی اصولی تعلیم اور امت میں ایک نبی کی آمد کی معین خبر اور روایات میں تواتر سے اس آنے والے کی تفصیلات کا بیان دیکھ کر ابتداء سے اس خیال کے حامل رہے ہیں کہ خاتم النبین کے معنی افضل النبین یا آخری صاحب شریعت نبی کے ہیں۔ اور اس مقام کے تابع غیر تشریعی نبوت کا راستہ کھلا ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے لیکر تیرہویں صدی کے حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ تک اس خیال کے حامل بزرگان ،ائما، مفسرین، محققین اور علماء و صلحاء کے اسم ہائے گرامی کی ایک طویل فہرست ہے جو عرب، ترک، مصر، اندلس، ایران اور برصغیر کے بڑے بڑے علمی مراکز سے متعلق اور تمام دنیائے عالم اسلام میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان سب بزرگان کا یہ موقف یقینا قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں تھا۔

موجودہ نظریہ ختم نبوت:

آج عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ نبوت ختم ہوگئی۔ اور آنحضرت ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کے بعد میں کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اس عقیدہ کو مسلمان ہونے کی ایک بنیادی شرط کے طور پر پیش کیا جاتا ہے اور یہاں تک شدت کی جاتی ہے کہ بعض دفعہ کلمہ طیبہ کے ترجمہ میں بھی آخری کا لفظ لکھ دیا جاتا ہے اور چند نے اس نظریہ کا تحفظ بطور پیشہ اپنا لیا ہے۔ اس سوچ نے گزشتہ صدی میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے ظہور کے بعد بتدریج زور پکڑا ہے۔ وگرنہ تاریخ اسلام میں تیرھویں صدی تک کے تمام بزرگان اور علمائے حق کی تحریرات اس شدتِ بیان سے تہی ہیں اور وہ ان سب احادیث کے ہوتے ہوئے جواب پیش کی جاتی ہیں یہی سمجھتے اور کہتے رہے کہ صرف شریعت والی نبوت ختم ہوئی ہے اور امت میں بلا شریعت نبی ہوسکتا ہے۔ اور کسی آنے والے نبی کا آپ ﷺ کا امتی ہونا لازم ہوگا ۔

نبوت کیوں بند نہیں ہونی چاہئے؟

اگر اس بحث کو صرف نظریاتی حدود میں رکھتے ہوئے یہ دیکھا جائے کہ نبوت کیوں بند نہیں ہونی چاہئے تو درج ذیل پہلو نمایاں طور پر ہمارے سامنے آتے ہیں

ا۔ نبوت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت قرار دیا ہے اور یہ اس آسمانی تدبیر کا حصہ ہے جس کے ذریعہ انسانوں کو وہ نمونہ دیا جاتا ہے جس کی پیروی کر کے وہ خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتے ہیں۔ انسان کی پیدائش کی غرض۔ اللہ تعالیٰ کی عبودیت ہے اور اس مقصد کا حصول بلا ایسے وجودوں کے محال ہے جو اس دنیا میں ایک عام بشر کے طور پر رہتے ہوئے قرب الٰہی کی منزلوں سے گزریں اور ایسے وجود بن جائیں جن سے خدائی صفات کا اظہار ہو۔ ان چنندہ وجودوں کے ذریعہ ہی ہمیشہ لوگ اس قابل ہوتے ہیں کہ حق عبودیت ادا کر کے اپنا مقصد پیدائش پورا کر سکیں۔

پس تجربہ میں آئے ہوئے اس طریق کو بند کرنا گویا اللہ تعالیٰ سے تعلق کے مضمون کی نفی ہے۔ یہی سبب ہے کہ نبوت بند ہونے کے داعی اللہ تعالیٰ سے تعلق کے حدود پر بھی قدغنیں لگاتے ہیں۔ وحی و الہام کا راستہ روکتے ہیں اور انسان کو ظاہری علامتوں سے ناپ کر ٹھیک اور دین دار شمار کرنا کافی جانتے ہیں

۲۔ انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کی جوت لگائی ہے۔ جسے صحبت صالحین کی برکت ہوا دے کر شعلہء نور میں بدل سکتی ہے۔ صالحین ہمیشہ اس گروہ میں نظر آتے ہیں جو کسی نبی کے ہاتھ پر ایمان کی دولت پاتے ہیں۔ یا پھر ان لوگوں کا ساتھ پاتے ہیں جو نبی سے صحبت یافتہ ہوں۔ پھر نعمتِ خلافت کے بغیر یہ



سلسلہ گزرتے وقت کے ساتھ کمزور ہوتا جاتا ہے۔ جسے کوئی نبی ہی از سرِ نو زندہ کر سکتا ہے۔ چونکہ تعلق باللہ کا سلسلہ رکنا نہیں چاہئے اس لئے نبوت بھی بند نہیں ہونی چاہئے۔

۳۔ قرآن کریم ایک کامل و مکمل شریعت ہے اور اس کے مضامین اور فیض قیامت تک جاری وساری ہے۔ بنی نوع انسان کے لئے اب اور کوئی کتاب بجز قرآن نہیں۔ اپنی اس عظمت کمال کے ساتھ یہ کتاب ایک نبی کے توسط سے دنیا کو عطا ہوئی اور ایسا نہ ہوا کہ اسے الواح کی شکل یا کسی اور صورت میں نازل کر دیا جاتا اور وہ کافی ہوتا۔ جس طرح اول بار کتاب نبی کے ذریعہ بھیجا جانا ضروری تھا اسی طرح اس کتاب کے تمام ادیان پر غلبہ کے فریضہ کی ادائیگی بھی نبی کے ذریعہ ہی ہوسکتی ہے اور اس لئے نبوت جاری رہنا چاہئے۔

نبوت بند ہونے کے کیا نقصان ہیں؟

جن فوائد کے پیش نظر نبوت بند نہیں ہونی چاہئے۔ ان کا عدم حصول ہی نبوت بند ہونے کے نقصان ہیں۔ یعنی (1)۔ نمونہ نہ ہونے کے سبب خدا سے زندہ تعلق پیدا ہونے میں روک اور آہستہ آہستہ اس اصل مقصد حیات کو ناممکن جان کر ظاہر پرستی کی راہ اختیار کرنا۔(2)۔ کتاب کی روح اور مغز سے لاتعلقی، عام زندگی میں عمل دخل محدود اور صرف ظاہری تعظیم کے ساتھ بالائے طاق سجانے کی روایت کا عام ہونا۔(3)۔ ایمان کا دلوں سے اٹھ جانا۔

ختم نبوت پر اصرار کیوں؟

قرآنی تعلیم اور بزرگان امت کی تائید کے برخلاف ہر قسم کی نبوت کے ختم ہو جانے پر اصرار کیوں ہے؟ عام مشاہدے کی بات ہے کہ ختم وہ چیزیں کی جاتی ہیں جو مضر، ضرر رساں، بُری اور برائی پھیلانے کا ذریعہ اور باعثِ زحمت ہوں۔ تو کیا نبوت کوئی ایسی ضرر رساں چیز ہے جیسے تپ دق یا پولیو جیسی بیماریاں جس کا خاتمہ عام بھلائی کے لئے ضروری ہو؟ کیا یہ کوئی ایسی معاشرتی برائی ہے جیسے رشوت، بدعنوانی جس کا خاتمہ سب کے مفاد میں ہو؟ کیا یہ کوئی ایسی آفت ہے جیسے سیلاب یا زلزلہ جس کی روک تھام ازبس ضروری ہو؟

یقیناً نہیں۔ بلکہ اس کے برخلاف نبوت تو اللہ تعالیٰ کی ایک رحمت ہے۔ قرآن کریم اس کو انعام فرماتا ہے۔ پھر یہ کیوں ختم ہونی چاہئے؟

جو لٹریچر اس بارے میں شائع ہوتا ہے اس میں ایسی کوئی اصولی بحث نہیں ہوتی۔ اس کے مندرجات میں بتکرار یہی کہا جاتا ہے کہ نبوت ختم ہونے پر ایمان محبت رسول ﷺ کا تقاضا ہے اور کسی بھی نبوت کا دعویٰ آنحضرت ﷺ کی نبوت سے متصادم اور آپ ﷺ کے دور کے قیامت تک ممتد ہونے کی نفی ہے؟

بلاشبہ آنحضرت ﷺ اور قرآن کو چھوڑ کر نبوت کا ہر دعویٰ ان مضرات کے سبب رد کئے جانے کے لائق ہے اور حب رسول اللہ ﷺ کا بجا طور پر یہی تقاضا ہے۔ لیکن اگر قرآن و حدیث کے تابع نبوت کا دعوے دار اپنے اوپر اللہ کی اس رحمت کو حضرت محمد ﷺ کی محبت اور اطاعت اور فرمانبرداری کا نتیجہ قرار دیتا ہے اور قال اللہ اور قال الرسول ﷺ ہی کی تعلیم دیتا ہے اور اپنے آپ کو آنحضرت ﷺ کے فیض ہی کو عام کرنے کے لئے مامور کہتا ہے تو یہ دعویٰ ان تمام منفی امکانات سے پاک ٹھہرتا ہے جن کی سبب دعویٰ نبوت رد کیا جانا چاہئے۔

امتی نبوت کیسے مختلف ہے؟

کوئی امتی پہلے کبھی نبی نہیں ہوا۔ اپنی ذاتی خوبیوں کی بناء پر منصب نبوت پر فائز کئے جانے والے گزشتہ تمام انبیاء کا انتخاب کسی بھی صاحب شریعت نبی کی روحانی فیض رسانی کے بغیر تھا۔ یہ اس لئے بھی تھا کہ ان انبیاء کا اپنا دائرہ اثر اور زمانہ اور اسی مناسبت سے ان کی قوت قدسیہ بھی محدود تھی ۔ ان کی شرائع کے نفاذ اور تجدید کے لئے آنے والے انبیاء اس شریعت کے پابند تو ہوتے لیکن کسی صاحب شریعت نبی کی سنت اور طریق کی پیروی یا ان سے محبت کا دم نہ بھرتے۔ اور نہ ان کے تابع فرماں ہوتے اور ان کا نبوت کے منصب پر فائز ہونا اللہ تعالیٰ کے بلاواسطہ انتخاب کا نتیجہ ہوتا۔

یہ حضرت محمد مصطفی ﷺ کی عظیم قوت قدسیہ اور آپ کی عالمگیر اور تا قیامت نبوت کا فیضان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم النبین کا رتبہ عطا فرمایا اور یہ راستہ کھولا کہ اب کوئی شخص آپ ﷺ کی اطاعت اور آپ ﷺ سے محبت کی بلندیوں تک پہنچنے کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کی نظرِ انتخاب کا مورد بنے اور خود بھی نبوت کا اعزاز پائے۔

اب جب کہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کے قیامت تک باقی اور قائم رہنے میں کوئی کلام نہیں کیونکہ آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت آخری شریعت ہے اور قیامت تک بحفاظت قائم رہے گی پھر نبوت کی ضرورت اظہر من الشّمس ہے اور

خود قرآن کریم میں اور احادیث رسول ﷺ میں بالوضاحت ایک نبی آنے کی خبر موجود ہے اس لئے آنحضرت ﷺ کی فرمانبرداری اور اطاعت کا دم بھرنے والے کسی غلام اور امتی کا اللہ تعالیٰ کے فضل سے عہدہ نبوت پالینا یقینا آپ ﷺ کی روحانی فیض رسانی کا ایک اور اظہار ہونے کے سبب بجائے کسی بھی جہت سے نامناسب ہونے کے آپ ﷺ کی شان کو اور بھی بلند کرنے والا ہوگا بالکل اسی طرح جیسے ایک لائق شاگرد استاد کے مرتبہ کو چار چاند لگا دیتا ہے۔

امتی نبوت کا یہ تصور پہلی دفعہ سامنے نہیں آیا ہے اور جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے خود قرآن کریم اور احادیث میں اس قسم کی نبوت کا ذکر ہے۔اور پہلے صلحائے امت بھی اس کے قائل رہے ہیں۔

امتی نبی پہلے کیوں نہیں آئے؟

رہا یہ سوال کہ گزشتہ تیرہ صدیوں میں کوئی امتی نبی کیوں نہیں آیا تو اس کی درج ذیل وجوہات ممکن ہیں:

۱۔بنیادی قانون یہی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ کب نبی آنا چاہئے کیونکہ راستہ ہمیشہ کھلا رہنے اور بعض دفعہ بائبل کے مطابق بنی اسرائیل میں ایک وقت میں چار چار سو انبیاء کے آنے کے باوجود آنحضرت ﷺ سے پہلے کئی صدیوں میں کوئی نبی نہیں آیا۔

۲۔آنحضرت ﷺ نے خود بھی فرمایا کہ آپ ﷺ اور مسیح موعود کے درمیان کوئی اور نبی نہیں (ابوداوٗد)

۳۔آنحضرت ﷺ کی قوت قدسیہ کی بدولت صلحائے امت اس درمیانے عرصہ میں بزرگی کے مقام پاتے رہے۔خلفاء راشدین، مجددین، امت کے نیک خواہل علم کا بنی اسرائیل کے انبیاء کی مانند ہونا اور مسیح موعود کے بعد خلافت علیٰ منہاج نبوت کا قیام سب اسی کا پرتو ہے۔

کیا آئندہ بھی نبی آئیں گے؟

اس سوال کا اصولی طور پر اثبات میں جواب بھی انہی دو اصولوں کے تابع ہے اوّل اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اور دوسرے ضرورت۔جو بات ہمارے علم میں ہے وہ یہی ہے کہ تمام گزشتہ پیشگوئیاں ایسے ایک وجود کی آمد اور اس کے بعد خلافت کے دائمی سلسلہ کی خبر دیتی ہیں اور یوں اللہ چاہے گا تو خلافت کے ذریعہ یہ ضرورت پوری ہوتی رہے گی۔

ابتدائی باتوں کے اس ذکر کے بعد اب اس باب کے اصل موضوع کا بیان ہوگا:

ا۔آیت خاتم النبین اور اس کا پس منظر:

آنحضرت ﷺ کے بہت سارے اعلیٰ مراتب اور مناسب میں سے ایک آپ ﷺ کا خاتم النبین ہونا ہے

قرآن کریم میں اس مقام کے اظہار کی آیت یوں ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ (احزاب 33:41)

ترجمہ: محمد تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبین ہیں۔یہ آیت نبوت کے اٹھارویں سال 5 ہجری میں نازل ہوئی۔

اس آیت سے قبل سورۃ احزاب کی درج ذیل چند اور آیات میں آنحضرت ﷺ کے حضرت زینب ؓ بنت جحش سے نکاح کے متعلق امور بیان ہوئے ہیں:

آیت نمبر 5: وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ترجمہ: (اللہ نے) تمہارے منہ بولوں کو تمہارے بیٹے نہیں بنایا ہے، یہ محض تمہارے منہ کی باتیں ہیں۔

آیت نمبر 6: اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ ترجمہ: ان (منہ بولے بیٹوں) کو ان کے آباء کے نام سے یاد کیا کرو۔

آیت نمبر 38: فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۭ

ترجمہ: جب زید نے اس (عورت) کے بارے میں اپنی خواہش پوری کر لی (اور اسے طلاق دے دی) ہم نے اسے تجھ سے بیاہ دیا تاکہ مومنوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے متعلق کوئی تنگی اور تردّد نہ رہے۔جب وہ (منہ بولے بیٹے) ان سے اپنی احتیاج ختم کر چکے ہوں (یعنی انہیں طلاق دے چکے ہوں)۔

پہلی دو آیات میں یہ اصولی بات بتا دی کہ متبنیٰ حقیقی بیٹے نہیں ہوتے۔اور یہ شرعی حکم دے دیا کہ ان کی ولدیت نہ بدلی جائے۔

تیسری آیت میں اس نکاح کو اللہ کے حکم کے تابع بتا کر مومنوں کے دلوں میں اس بارے میں کسی تردد کو باقی نہ رہنے دیا کہ ان کے لئے بھی ایسا کرنے میں کوئی روک نہ رہے۔اور یوں حضرت زینب ؓ سے شادی کے حوالے سے تمام قابل ذکر باتیں بیان ہو گئیں۔

واضح مضمون:

حضرت زیدؓ آنحضرت ﷺ کے منہ بولے بیٹے تھے۔ جب مذکورہ بالا آیات 5،6 کے تحت ان کی حیثیت واضح ہوگئی کہ منہ بولے بیٹے، بیٹے نہیں ہوتے تو اس کا جو نتیجہ نکلا وہ آیت خاتم النبین کے ابتدائی حصہ میں بیان ہوا کہ آنحضرت ﷺ مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔اور پھر اس پر اعتراضات کے جواب دئے گئے ۔جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہے اس آیت کے دو حصے ہیں ۔ پہلے ایک اظہار حقیقت اور پھر لفظ لٰکِن کے بعد عربی زبان کے طریق کے مطابق دوسرے حصہ میں ان شبہات اور اعتراضات کا جواب ہے جو اس پہلے بیان پر وارد ہو سکتے ہیں ۔انہی قواعد کی رو سے چونکہ پہلا حصہ منفی ہے اس لئے دوسرا مثبت ہونا چاہئے

من مانے معنی:

اس واضح مضمون کے باوجود بعض حلقوں میں آیت خاتم النبین کے دونوں جوابی حصوں کو عربی قواعد کو نظر انداز کر کے حضرت زینبؓ کے واقعہ پر مخالفین کے اعتراض کا جواب قرار دے کر بعد کے مضمون کو من مانے معنی دینے کی کوشش کی جاتی ہے مثلاً یہ تحریر:

ان کا اوّلین اعتراض یہ تھا کہ آپ نے اپنی بہو سے نکاح کیا ہے۔۔اس کے جواب میں فرمایا گیا مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ محمد تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔۔۔ان کا دوسرا اعتراض یہ تھا کہ۔۔۔۔آخر اس کا کرنا کیا ضرور تھا اس کے جواب میں فرمایا وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ مگر وہ اللہ کے رسول ہیں یعنی ان کے لئے یہ ضروری تھا کہ۔۔۔اس کی حلت کے معاملہ میں کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہنے دیں۔ پھر مزید تاکید کے لئے فرمایا وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ اور وہ خاتم النبین ہیں یعنی ان کے بعد کوئی رسول تو درکنار کوئی نبی تک آنے والا نہیں ہے ۔۔۔لہذا یہ اور بھی ضروری ہو گیا تھا کہ اس رسم جاہلیت کا خاتمہ وہ خود ہی کر جائیں

(ختم نبوت از سیّد ابوالاعلیٰ مودودی صاحب صفحہ نمبر 7۔16 اسلامک پبلیکیشنز لیمیٹڈ لاہور اشاعت دوم مارچ 1962ء)

یہ معنی برمحل نہیں: کج بنیاد پر کھڑے اس ڈھانچہ کی بے ثباتی عیاں ہے۔ اس بات سے قطع نظر کہ اس تحریر میں لفظ خاتم کے معنی کس حد تک درست ہیں ۔ اس غلط استدلال کا ایک نتیجہ تو ظاہر ہے کہ اس میں آنحضرت ﷺ کے رفیع الشان مقام خاتم النبین کے اس قرآنی اظہار کو کسی گمنام مشرک مخالف کے سطحی اعتراض کا رہین قرار دیا گیا ہے گویا یہ اعتراض نہ اٹھتا تو یہ اظہار بھی نہ ہوتا ۔ یہ استدلال



پاکستانی محافظین ختم نبوت سے ایک سادہ سا سوال

(محترم جناب چودھری عبدالسلام صاحب اختر ایم۔اے)

وہ کہتے ہیں کہ ''ختم المرسلین'' کے بعد دنیا میں
لقب پاکر نبی کا اب کوئی بھی آ نہیں سکتا
ہو کیسا دگرگوں عالمِ انسانیت لیکن
یہ انعام خداوندی ۔کوئی بھی پا نہیں سکتا
یہی مفہوم ہے گر ۔معنی ختم نبوت کا
تو پھر عیسیٰؑ مسیح ناصری ۔کس طرح آئینگے؟
نبی ہونے سے کیا مُہر نبوت پھر نہ ٹوٹے گی؟
وہ آئیں گے۔تو کس منصب پہ وہ تشریف لائینگے؟
عزیزو!خود اگر عیسیٰؑ نبی بن کر چلے آئیں
تو دین مصطفی کی ''افضلیت'' کون مانے گا؟
خدا نے جو محمدؐ کی شریعت دی وہ اکمل ہے
مگر اس شرعِ دیں کی ''اکملیت'' کون مانے گا؟
حقیقت میں حدیث مصطفیؐ سے بات کھلتی ہے
اور اس میں ہے قیامِ دیں کی عظمت بھی صداقت بھی
کہ مہدی ۔وہ موعود جہاں ۔جس وقت آئے گا
وہ ہو گا اُمتّی بھی ۔حامل نورِ نبوت بھی

(الفرقان اکتوبر 1974ء)

اس عظیم مقام کی قدر ناشناسی کے سوا اور کیا ہے؟

یہ موقف کہ جہالت کی متبنیٰ بنانے کی رسم کا آنحضرت ﷺ کا خود مٹانا ضروری تھا۔مودودی صاحب کے ہم خیال اب بھی دہراتے ہیں جیسا کہ ایک اور صاحب نے لکھا''چونکہ آپ آخری پیغمبر ہیں اسی وجہ سے ضروری تھا کہ آپ ہی کے ذریعہ سے اس بدرسم کی اصلاح ہو۔''

(میزان از جاوید احمد غامدی صاحب صفحہ نمبر 149 المورد لاہور فروری 2010ء)

لیکن اس رائے کے حق میں واضح دلیل کسی نے نہیں دی۔قرآن کتاب شریعت ہے اور اس میں یہ فرما دینا اس رسم کو مٹا دینے کے لئے کافی تھا کہ

(اللہ نے) تمہارے منہ بولوں کو تمہارے بیٹے نہیں بنایا ہے اور یہ کہ ان کو ان کے آباء کے نام سے یاد کرو۔ (احزاب 6-33:5)

آخر دیگر معاشرتی برائیوں سے بھی تو اسی طرح احکامات کے ذریعہ روکا گیا ہے۔

یہ معلوم نہیں کہ واقعاتی طور پر کتنے صحابہؓ کے لے پالک بیٹے تھے اور ان بیٹوں میں سے کتنوں نے اپنی بیویوں کو طلاق دی۔ اور کتنے صحابہؓ نے اس اجازت کے تحت ان مطلقہ عورتوں سے شادی کی۔ اتنا بہرحال ظاہر ہے کہ اگر یہ اکثر ہونے والا واقعہ ہوتا تو اس کی بہت مثالیں ذکر ہوتیں۔ پس اس شادی اور اس کے ذریعہ اصلاح کو وہ وجہ قرار دینا جس کے تحت اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کو خاتم النبین فرمایا۔ اس رفیع الشان مقام سے ذرا میل نہیں کھاتا۔

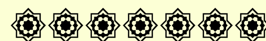
تائیدِ مزید:

علامہ شبلی نعمانی اور علامہ سید سلیمان ندوی نے حضرت زینبؓ سے آنحضرت ﷺ کے نکاح کا پس منظر بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

بہرحال جب وہ (حضرت زینبؓ) مطلقہ ہوگئیں تو آپ ﷺ نے ان کی دلجوئی کے لئے خود ان سے نکاح کر لینا چاہا لیکن عرب میں اس وقت تک متبنیٰ اصل بیٹے کے برابر سمجھا جاتا تھا اس لئے عام لوگوں کے خیال سے آپ ﷺ تامل فرماتے تھے۔ لیکن چونکہ یہ محض جاہلیت کی رسم تھی اور اس کا مٹانا مقصود تھا اس لئے یہ آیت نازل ہوئی (احزاب:5) اور تم اپنے دل میں وہ چھپاتے ہو جس کو خدا ظاہر کر دینے والا ہے اور تم لوگوں سے ڈرتے ہو حالانکہ ڈرنا خدا سے چاہئے'

(سیرت النبی ﷺ حصہ اول از علامہ شبلی نعمانی اور علامہ سید سلیمان ندوی صفحہ نمبر 257 اسلامی کتب خانہ لاہور)

حضرت زینبؓ سے نکاح کے بارے میں علماء کی اس تحریر میں ایسی کسی ضرورت کی نشان دہی نہیں کی گئی ہے کہ اگر آنحضرت ﷺ حضرت زینبؓ سے نکاح نہ کرتے تو آیات مذکورہ بالا کے باوجود متبنیٰ کی مطلقہ سے نکاح نہ کرنے کی رسم ختم نہ ہوتی؟ اور یہ کہ اس کے لئے آپ ﷺ کا خود ایسا نکاح کرنا ضروری تھا؟ بلکہ اس رسم کے خاتمہ کے لئے سورۃ احزاب کی اس آیت کو ہی کافی قرار دیا گیا ہے۔ پس آیت خاتم النبیین کے نزول کو اس واقعہ سے محدود کرنا خلافِ واقعہ ہے۔



نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

ڈاکٹر منور احمد کنڈے



آپؐ آئے تو ہمیں ایک یہی درس ملا
آپؐ خاتم ہیں ، فقط ایک جہانوں کا خدا

آپؐ آئے تو اندھیروں میں اُجالے آئے
رنگ پھولوں پہ بھی گلشن میں نرالے آئے

آپؐ آئے تو خزاؤں میں بہاریں آئیں
اَرضِ بے نور پہ انوار کی دھاریں آئیں

آپؐ آئے تو یتیموں نے سہارے پائے
بحرِ آلام میں کِشتی نے کنارے پائے

آپؐ آئے تو زمانے میں بھی سُکھ پھیل گیا
رُوحِ اِبلیس میں بے چینی کا دُکھ پھیل گیا

آپؐ آئے تو ہے بیٹی کی خوشی لوٹ آئی
سجدہ گاہوں میں بھی آنکھوں کی نمی لوٹ آئی

آپؐ آئے تو محبت میں وفا لوٹ آئی
دہر کی چشم میں ہے پھر سے حیا لوٹ آئی

آپؐ آئے تو ہوا ختم شریعت کا نزول
اب فقط آپؐ کے منہاج پہ رحمت کا حصول

آپؐ آئے تو منوؔر یہ کھُلا ہے عُقدہ
آپؐ سا ہوگا نہ پہلے کبھی سرکار ہوا







” خدائی کر رہا ہے ابن آدم۔خدا جانے خدا خاموش کیوں ہے“ ثاقب زیروی



رانا عبدالرزاق خاں لندن



راجا پرویز اشرف نے کہا ہے کہ ”ذوالفقار علی بھٹو نے احمدیوں کی گردن مروڑی اورانہیں ہمیشہ کے لئے دفن کر دیا۔اور یہ وہ عظیم کارنامہ ہے جس کے لئے وہ بجا طور پر عالم اسلام کا ہیرو کہلانے کا مستحق ہے۔کیونکہ اُس نے عقیدہ ختم نبوت کی خاطر یہ عظیم الشان خدمت سرانجام دی۔“ آیئے جائزہ لیتے ہیں کہ کس کی گردن مروڑی گئی اور کون عبرت کا نشان بنا دیا گیا۔ذوالفقار علی بھٹو ایک ذہین اور قابل انسان تھا۔لیکن اس کے ساتھ ہی وہ انتہائی متکبر اور احسان فراموش بھی تھا۔جماعت احمدیہ کے ساتھ اُس کا پہلا رابطہ اُس وقت ہُوا جب وہ ایوب خان کی کابینہ میں تھا۔پاک فوج کے عظیم ہیرو اور مردِ مجاہد جنرل اختر حسین ملک جو ایک نہایت مخلص احمدی تھے اور اپنی پیشہ وارانہ مہارت میں ایک مثال سمجھے جاتے تھے ان کے ساتھ بھٹو کے قریبی مراسم تھے اور بھٹو ان کی عظیم عسکری اور قائدانہ صلاحیتوں کا زبردست مداح تھا بلکہ اس کا کہنا تھا کہ قیام پاکستان سے لیکر اُس وقت تک پاکستان آرمی نے صرف ایک ہی جنرل پیدا کیا تھا اور وہ اختر حسین ملک تھے۔چنانچہ ذوالفقار علی بھٹو اور جنرل اختر حسین ملک نے مل کر کشمیر میں ایک گوریلا جنگ شروع کرنے کا منصوبہ بنایا جسے ”آپریشن جبرالٹر“ کا نام دیا گیا۔اس زبردست گوریلا جنگ سے بوکھلا کر ھندوستان نے 1965 کی جنگ کا آغاز کیا تھا۔اس کی جنگ بندی کے لئے جب پولینڈ نے اقوم متحدہ میں قرارداد پیش کی تو بھٹو نے جو اس وقت پاکستان کی نمائندگی کر رہا تھا قرارداد پھاڑ کر پھینک دی اور کشمیر کی آزادی کے لئے ھندوستان سے ہزار سال تک جنگ لڑنے کا اعلان کیا۔بھٹو کے اس عمل نے اس کی مقبولیت میں زبردست اضافہ کر دیا اور وہ ایک مقبول لیڈر کے طور پر اُبھر کر سامنے آگیا۔اس موقع پر بھٹو اور جماعت احمدیہ کے درمیان دوسرا رابطہ ہُوا اور حضرت امام جماعت احمدیہ کی طرف سے بھٹو کو کشمیر کی آزادی کی جدوجہد میں بھرپور تعاون کی یقین دہانی کروائی گئی۔

غالباً 30 نومبر 1967 کو بھٹو نے لاہور میں پاکستان پیپلز پارٹی کی بنیاد رکھی اور امام جماعت احمدیہ سے تعاون کی درخواست کی۔بعد ازاں یہ روابط ایک تسلسل اختیار کر گئے اور اکثر معاملات پر بھٹو نے امام جماعت احمدیہ سے مشاورت کی۔1970 کے انتخابات میں جماعت نے بھرپور انداز میں بھٹو کی مدد کی جس کا اعتراف ہر حلقے کی طرف سے برملا کیا گیا۔لاکھوں کی تعداد میں احمدی رضا کاروں نے پاکستان پیپلز پارٹی کی بھرپور انتخابی مہم چلائی اور اسے اکثریتی پارٹی کے طور پر کامیاب کروایا۔جماعت احمدیہ کی اس منظم مہم کی قیادت اس وقت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد کے ھاتھ میں تھی جو بعد میں جماعت کے چوتھے امام کے عہدے پر متمکن ہُوئے۔مخالفین جماعت کی اس تنظیمی قابلیت کے نتیجے میں پیپلز پارٹی کی اس کامیابی کو برداشت نہ کر سکے۔

ان مخالفین میں اول درجے پر جماعت اسلامی تھی جسے ان انتخابات میں عبرتناک شکست اُٹھانا پڑی اور اپنے امیدواروں کی ضمانتیں تک ضبط کروا بیٹھی۔اپنی اس ذلت آمیز شکست کا بدلہ لینے کے لئے اس مکروہ جماعت نے جو پاکستان بننے کی مخالفت میں پیش پیش تھی جماعت احمدیہ کو ٹارگٹ کرنے کا گھناونا منصوبہ بنایا اور اپنی سازشوں کے ذریعہ سعودی عرب کے ذریعہ سے بھٹو پر دباؤ بڑھانا شروع کیا تا کہ اسے جماعت احمدیہ سے بدظن کیا جا سکے۔چنانچہ شاہ فیصل کو اپنے جال میں پھانسا گیا اور اُسے امت مسلمہ کا خلیفہ اور امیر المومنین بنانے کے خواب دکھائے گئے۔1974 میں لاہور میں اسلامی سربراہی کانفرنس منعقد ہوئی۔اس کانفرنس میں منصوبہ بندی کے تحت تمام سربراھان کو جماعت احمدیہ کے خلاف انتہاء زہریلا اور متعصّبانہ لٹریچر مہیا کیا گیا۔یہ ناپاک منصوبہ بندی کی انتہا تھی جبکہ اس کا عملی اظہار ایک سال قبل 1973 میں آزاد کشمیر اسمبلی کے ذریعہ احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کی قرارداد پاس کئے جانے کی صورت میں ہو چکا تھا۔بعد ازاں جماعت احمدیہ کے خلاف ملک گیر ھنگامہ آرائی اور قتل و غارت گری کا ایک خوفناک منصوبہ تیار کیا گیا۔اس کی ذمہ داری چٹان اخبار کے احراری

گماشتے شورش کاشمیری کو دی گئی۔بعض اطلاعات کے مطابق اُسے اس کا معاوضہ پچاس کروڑ روپے ادا کیا گیا۔کوثر نیازی نے اس میں کلیدی کردار ادا کیا۔چنانچہ آغاز میں نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلبا کو تیار کیا گیا کہ وہ ایک تفریحی ٹرپ لے کر بذریعہ ٹرین ربوہ سے گزریں اور ریلوے سٹیشن پر ہنگامہ آرائی کریں۔

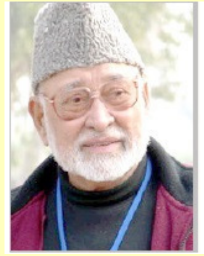
منصوبہ کے تحت طلبا کا یہ وفد 22 مئی 1974 کو ربوہ سے گزرا اور انتہائی بے ہودہ اور بازاری زبان استعمال کرتے ہوئے اشتعال انگیزی کرتا رہا۔ریلوے سٹیشن پر موجود خواتین کے سامنے نازیبا حرکات کیں۔قدرتی طور پر شہر کے نوجوان اشتعال میں ائے لیکن کوئی ھنگامہ نہ ہوا اور طلبا روانہ ہو گئے۔29 مئی کو ان طلبا کی اسی راستہ سے واپسی ہوئی۔اس روز ربوہ ریلوے سٹیشن پر طلبا اور شہر کے چند نوجوانوں میں تصادم ہوا۔طلبا معمولی زخمی ہوئے اور بعد ازاں اسی ٹرین کے ذریعہ فیصل اباد کی جانب روانہ ہو گئے۔اس واقعہ کو جو طے شدہ منصوبے کا حصہ تھا بنیاد بنا کر ملک بھر میں جماعت احمدیہ کے خلاف احتجاج جلاؤ گھیراؤ اور قتل و غارت گری کا ایک نہ رُکنے والا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔پورے ملک میں معصوم احمدیوں کا جینا حرام کر دیا گیا اور سوشل بائیکاٹ کے ذریعے معاشی قتل شروع ہو گیا۔

بھٹو دو ہفتے تک خاموش بیٹھا رہا۔14 جون کو پہلی مرتبہ قوم سے خطاب کیا اور معاملے کے حل کے لئے قومی اسمبلی کی کمیٹی تشکیل دے دی۔سب کچھ طے شدہ منصوبہ بندی کے ذریعہ کیا جا رہا تھا۔احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا فیصلہ شاہ فیصل کے دباؤ پر پہلے ہی ہو چکا تھا۔اسمبلی کی کاروائی ایک ناٹک اور ایک ڈرامہ اور ڈھونگ تھا۔چنانچہ دو ماہ کی طویل کاروائی کے بعد 7 ستمبر 1974 کو جماعت احمدیہ کو سرکاری طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔مولویوں نے بھٹو سے کہا کہ ہم اپنی داڑھیوں سے تمہارے بوٹ پالش کریں گے بھٹو کو عالم اسلام کے عظیم ہیرو کے طور پر پیش کیا گیا جنتی ہونے کا سرٹیفکیٹ اس کے ہاتھ میں تھما دیا گیا۔ملک بھر میں جشن کا سماں تھا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوء کے عین مطابق 72 فرقوں نے اکٹھے ہو کر 73 ویں فرقے کو اسلام سے خارج کر دیا تھا۔دوسری طرف احمدیوں کا کیا حال تھا ہر آنکھ اشکبار تھی اور دنیا بھر کے احمدی خدا کی بارگاہ میں سجدہ ریز تھے اور اُسی سے مدد طلب کر رہے تھے۔تین ماہ اور دس دن تک پورے پاکستان میں درجنوں معصوم اور بے ضرر احمدی شہید کئے گئے۔ہزاروں جائیدادیں تباہ کردی گئیں املاک لوٹ لی گئیں یا نذر آتش کر دی گئیں۔لیکن کسی بھی جگہ احمدیوں نے قانون ہاتھ میں نہ لیا۔حضرت امام جماعت احمدیہ کی زیرک قیادت اور زبردست حکمت عملی نے جماعت کو اس بہت بڑے ابتلا میں سرخرو کیا۔ذوالفقار علی بھٹو نے اپنی نجی مجلسوں میں کہا تھا کہ میں احمدیوں کے ہاتھوں میں کشکول پکڑا دوں گا۔اُس کا خیال تھا کہ جماعت اُس کے آگے اپنی حفاظت کی یا اسمبلی کے ممکنہ فیصلے سے بچنے کے لئے بھیک مانگے گی مگر اسے علم نہ تھا کہ جماعت احمدیہ کوئی لاوارث جماعت نہیں۔اس کا تمام تر بھروسہ ایک طاقتور خدا پر ہے جس نے ہمیشہ جماعت کی مدد کی اور ابتلاؤں میں سرخرو کیا۔حضرت امام جماعت احمدیہ نے افراد جماعت کو نصیحت فرمائی کہ دشمن جتنا چاہے زور لگا لے مگر تمہارے ہونٹوں سے مسکراہٹ نہ چھین سکے۔مجھے یاد ہے جب احمدی اپنا سب کچھ لٹا کر اور اپنے پیارے اور جگر گوشوں کی لاشیں اُٹھائے گرفتہ دلوں کے ساتھ ربوہ آیا کرتے تھے مگر جب اپنے امام سے ملتے تو ہشاش بشاش مسکراتے ہوئے باہر اتے اور اپنا انتقام اپنے قادر خدا پر چھوڑ دیتے۔بھٹو کا خیال تھا کہ جماعت اپنے غیر مسلم اقلیت قرار دئے جانے کے فیصلے کیخلاف سخت ردعمل ظاہر کرے گی مگر جماعت احمدیہ نے انتہائی شاندار صبر اور توکل کا مظاہرہ کیا اور کسی قسم کا مخالفانہ رد عمل ظاہر نہ کیا۔حضرت امام جماعت احمدیہ نے اس موقع پر جو پیغام جماعت کو دیا وہ یہ تھا ''جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ اس نے اپنا ایمان حکومت سے لینا ہے تو اسے فکر کرنے کی ضرورت ہے مگر جس نے اپنے ایمان کے لئے خدا تعالیٰ کو جواب دینا ہے اسے فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔'' یہ پیغام مسجد مبارک ربوہ میں نماز مغرب کے بعد پڑھ کر سنایا گیا۔جماعت کے اس مومنانہ ردعمل پر بھٹو مزید بھڑک اُٹھا اور ایک اور کاری ضرب لگانے کا فیصلہ کر لیا۔چنانچہ 5 اکتوبر 1974 کو بھٹو نے سرگودھا میں ایک بڑے جلسہ عام سے خطاب کیا اور اپنے اس فیصلے کو ایک عظیم کامیابی قرار دیا۔ایک طرف جلسہ ہو رہا تھا اور دوسری طرف پورے سرگودھا میں احمدیوں کی املاک کو جلا کر خاکستر کر دیا گیا دھوئیں کے بادل جلسہ گاہ پر منڈلانے لگے مگر بھٹو نے کوئی ایکشن نہ لیا۔اس سال دسمبر میں جماعت احمدیہ کا سالانہ جلسہ اپنے طے شدہ پروگرام کے تحت منعقد ہوا۔حضرت امام جماعت احمدیہ نے بڑی پُرسوز دعائیں کیں کہ اللہ تعالیٰ اس ظلم عظیم کے مقابل پر ہماری آنکھیں ٹھنڈی کرے۔دو سال بعد بھٹو نے قبل از وقت اسمبلیاں تحلیل کر کر کے نئے الیکشن کا اعلان کر دیا۔ایک بار پھر بھٹو کو جماعت کی مدد کی ضرورت پڑی۔اس نے حضرت امام جماعت سے ملاقات کی درخواست کی۔چنانچہ یہ ملاقات ہوئی اور اس

ملاقات میں بھٹو نے کہا کہ آپ کو غیر مسلم قرار دینے کا فیصلہ سراسر سیاسی تھا اور میں آپ کو مسلمان سمجھتا ہوں۔اور الیکشن میں مدد کی درخواست کی۔ حضرت امام جماعت احمدیہ نے الیکشن میں مدد دینے کا وعدہ فرمایا۔اور کہا کہ چونکہ آپ سربراہ مملکت ہیں اس لئے اپ کے بلانے پر میں ملاقات کے لئے آ گیا مگر جو تکلیف جماعت کو آپ کے ھاتھوں پہنچی ہے میری غیرت گوارا نہیں کرتی کہ آپ کے کھانے کی دعوت قبول کروں۔ چنانچہ پانی کا ایک گھونٹ پیئے بغیر واپس تشریف لے آئے۔اب اپئے جماعت کے ہاتھوں میں کشکول پکڑوانے کا دعویٰ کرنے والے راجا پرویز اشرف کے عظیم لیڈر کا عبرتناک انجام دیکھتے ہیں۔

الیکشن 1977 میں مبینہ دھاندلی کے خلاف وہ سب مولوی اکٹھے ہو گئے جو کہتے تھے کہ ہم اپنی داڑھیوں سے بھٹو کے بوٹ پالش کریں گے۔ نظام مصطفیٰ کے نام پر ملک گیر احتجاجی تحریک چلائی گئی جس کے نتیجہ میں 5 جولائی کو جنرل ضیاع الحق نے حکومت کا تختہ اُلٹ دیا اور بھٹو کو گرفتار کر لیا گیا۔ بعدازاں معروف وکیل احمد رضا قصوری کے والد نواب محمد احمد خان قصوری کے قتل کے الزام میں مقدمہ چلایا گیا۔ بھٹو کے وکیل یحییٰ بختیار نے یہ مقدمہ زیادہ تر سیاسی بنیادوں پر لڑا۔ آخر کار لاہور ہائیکورٹ کے چیف جسٹس مولوی مشتاق حسین نے سزائے موت کا حکم سنا دیا۔اس حکم کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل کی گء جہاں چیف جسٹس انوارالحق کی سربراہی میں 7 رکنی بنچ نے مقدمہ سنا۔ تین ججوں نے بھٹو کو بری کر دیا اور تین ججوں نے سزائے موت برقرار رکھی۔ چیف جسٹس انوارالحق نے اپنا فیصلہ ووٹ سزائے موت کے حق میں ڈال کر فیصلہ سنا دیا۔ صدر مملکت نے نصرت بھٹو کی طرف سے کی گئی رحم کی اپیل بھی مسترد کر دی۔ اس کے علاوہ پوری دنیا سے عالمی رھنماؤں کی طرف سے اور خصوصاً مسلم ممالک کے سربراھان کی جانب سے جان بخشی کی متعدد اپیلیں بھی منظور نہ کی گئیں۔ اور آخر کار 4 اپریل 1979 کو علی الصبح پاکستان کی ایک معصوم بے ضرر اور محب وطن جماعت پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے والا اور احمدیوں کے ھاتھوں میں کشکول پکڑوانے کی منصوبہ بندی کرنے والے مطلق العنان جابر بادشاہ کو تختہ دار پر کھینچ دیا گیا۔ فاعتبروا یااولی الابصار۔ یاد رہے کہ پاکستان آرمی نے بھٹو کی پھانسی کے سارے مل کا نام Black dog operation رکھا تھا جو حضرت بانئ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی پیشگوئی کے عین مطابق تھا۔ بھٹو کی اولاد پوری دنیا میں کشکول پکڑے اس کی زندگی کی بھیک مانگتی رہی مگر آخر کار الٰہی تقدیر غالب اءاور خدائے بزرگ و برتر نے اپنی عظیم تجلی ظاہر فرمائی اور ایک چمکتا ہوا نشان جماعت احمدیہ کے حق میں ظاہر فرمایا۔ بھٹو کے بارہ میں حضرت بانئ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی پیش خبریاں۔

حضرت اقدس نے فرمایا ’’ایک شخص کی موت کی نسبت مجھے حروف تہجی میں خبر دی گ ءکلب یموت علی کلب یعنی وہ کتا ہے اور کتے کے عدد پر مرے گا۔ کلب کے اعداد 52 ہیں چنانچہ وہ شخص جونہی باون ویں سال میں قدم رکھے گا راہِ ملک عدم ہو گا۔‘‘ 5 جنوری 1979 کو ملک کے طول و عرض میں بڑی دھوم دھام سے بھٹو کی 52 ویں سالگرہ منائی گئی۔ پاکستان کے مختلف شہروں میں پوسٹرز لگائے گئے جن میں ضیاع الحق سے اپیل کی گئی کہ اس سال بھٹو کو پھانسی نہ دی جائے ورنہ احمدی کہیں گے کہ بانئ جماعت احمدیہ کی پیشگوئی پوری ہو گئی۔ جب بھٹو کی اپیل سپریم کورٹ میں زیر سماعت تھی اس دوران عالمی عدالت انصاف کے چیف جسٹس اور پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب پاکستان تشریف لائے۔ مولوی مشتاق حسین نے ان سے ملاقات کی۔ وہ سپریم کورٹ میں اپیل کے حوالے سے فکر مند تھے انہوں نے اس کا اظہار چوہدری صاحب سے کیا اس پر حضرت چوہدری صاحب نے 52 سال والی پیشگوئی کا حوالہ دے کر فرمایا کہ جب وہ اگلے سال دوبارہ پاکستان آئیں گے تو بھٹو اس دنیا میں نہیں ہو گا۔ جب چوہدری صاحب واپس جانے کے لئے ائرپورٹ پہنچے تو جماعت کے ایک بہت معروف شاعر جناب ثاقب زیروی صاحب نے عرض کی کہ ’’خدائی کر رھا ہے ابن آدم خدا جانے خدا خاموش کیوں ہے‘‘ حضرت چوہدری صاحب نے سنا اور خاموش رہے۔ جب اگلے سال تشریف لائے تو بھٹو کو پھانسی دی جا چکی تھی۔ ثاقب صاحب ملنے گئے تو فرمانے لگے کیوں ثاقب صاحب خُدا بولا ہے کہ نہیں!!!! اُیک اور کشف کا زکر کرتے ہوئے حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں ’’کشف میں دیکھا کہ میرے پاس ایک کبوتر ہے اور ایک بلی اس پر بار بار حملہ کرتی ہے اور باز نہیں آتی۔ میں نے اس کا منہ پکڑ کر زور سے زمین پر رگڑا مگر وہ پھر بھی حملہ کرنے سے باز نہ آئی اس پر میں نے کہا اور اب اُسے پھانسی دے دیں۔‘‘ کبوتر سے مراد امن پسند جماعت ہے۔ بھٹو کو پھانسی دینے سے اس کی گردن ٹوٹ گئی اور اس کا سارا تکبر خاک میں ملا دیا گیا اور بعد میں چند آدمیوں کی موجودگی میں اسے گڑھی خدا بخش میں دفنا دیا۔ (ماخوذ)



لندن مشن کی طرف سفراء، وزراء اور عمائدین سے روابط کا آغاز

بشیر احمد رفیق خان ۔لندن



انگلستان مشن کا چارج سنبھالنے کے کچھ عرصہ بعد تبلیغ اور تربیت کے علاوہ انگلستان میں جماعت کے وقار کو بلند کرنے کیلئے بیرونی ممالک کے لندن میں مقیم سفراء اور باہر سے آنے والی اہم شخصیات اور ملکی عمائدین سے تعلقات استوار کرنے کی طرف بھی توجہ دی گئی تا کہ دنیا کے مختلف ممالک میں آباد احمدیوں کی حسب ضرورت مدد کی جا سکے۔ چنانچہ اس پروگرام کے ماتحت مختلف وفود کو ساتھ لے کر میں نے جن ممالک کے سفیروں سے ملاقاتیں کیں ان میں سے بعض یہ ہیں:

پاکستان، ہندوستان، ماریشس، گھانا، نائیجیریا، چین، روس، پولینڈ، لائیبریا، ترکی، شام، سیرالیون، گیمبیا و امریکہ وغیرہ۔

ان ملاقاتوں کے بہت سے اعلیٰ نتائج برآمد ہوئے۔ بطور مثال ایک واقعہ پیش کرتا ہوں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے 1967ء سے لے کر اپنی خلافت کے آخر تک یورپ کے آٹھ دورے کئے۔ ان میں سے سات دوروں میں خاکسار ان کے قافلہ میں شامل رہا۔ دو دفعہ دوروں میں بطور پرائیویٹ سیکرٹری شامل رہا۔ جب حضورؒ دوسری مرتبہ انگلستان کے دورے پر تشریف لا رہے تھے تو ہمیں خیال پیدا ہوا کہ کوشش کر کے حضور اقدسؒ کیلئے V.I.P لاؤنج حاصل کیا جائے تا کہ حضورؒ اور قافلے کو امیگریشن اور کسٹم کے تکلیف دہ مراحل میں سے نہ گزرنا پڑے۔ اس سلسلہ میں جب برٹش ایئر پورٹ اتھارٹی سے بات کی گئی تو انہوں نے بتایا کہ V.I.P کے Status کے حصول کیلئے بڑی لمبی کارروائی کرنی ہوتی ہے جس میں اُس ملک کی رضامندی بھی حاصل کرنی ضروری ہوتی ہے جس ملک کی شخصیت کو بطور V.I.P استقبال کی سہولت دینی ہوتی ہے۔ مجھے یہ سلسلہ خاصہ دقت طلب معلوم ہوا اور یہ بھی یقینی نہیں تھا کہ حکومت پاکستان اس سلسلہ میں ہماری مدد بھی کرے گی یا نہیں۔ انہی دنوں میری ملاقات گیمبیا کے سفیر سے ہوئی۔ وہ بڑے تپاک سے پیش آئے۔ ان کا نام مسٹر Jeneeh تھا۔ گیمبیا میں مشن کو رجسٹرڈ کرانے میں انہوں نے جماعت کی بہت مدد کی تھی۔ میں نے ان سے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے پیش آمدہ دورہ کا ذکر کیا۔ انہوں نے بتایا کہ وہ خود حضورؒ کے استقبال کیلئے ایئر پورٹ جائیں گے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی ملک کا سفیر کسی کو لینے ایئر پورٹ جائے تو انہیں V.I.P لاؤنج کی سہولت ملتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے سیکرٹری کو حکم دیا کہ جس دن حضورؒ لندن تشریف لائیں گے اس دن کیلئے V.I.P لاؤنج بک کرایا جائے۔ اس کے بعد حضورؒ کے جتنے بھی دورے ہوئے گیمبیا کے سفیر صاحب کی معرفت یہ لاؤنج بک ہوتے رہے اور جماعت کیلئے بہت سہولت پیدا ہوتی رہی۔ الحمدللہ۔ گیمبیا کے سفیر متعدد مواقع پر مسجد بھی تشریف لاتے رہے۔ انہیں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ سے بھی انہیں بے حد عقیدت تھی۔

☆ 1968ء میں ہز ایکسی لینسی سر ایف ایم سنگھاٹے گورنر جنرل گیمبیا لندن تشریف لائے۔ خاکسار نے ان سے ملاقات کی اور انہیں مسجد آنے کی دعوت دی۔ آپ احمدی تھے۔ فرمایا: ہم تو خود مسجد آنا چاہتے تھے اچھا ہوا تم نے بھی دعوت دے دی۔ چنانچہ آپ جمعہ کے روز مسجد تشریف لے آئے۔ خاکسار نے خطبہ جمعہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کا ذکر کیا کہ ''بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے'' اور گورنر جنرل صاحب کو اس پیشگوئی کا مصداق بننے پر مبارک باد پیش کی۔ آپ کے ساتھ گیمبیا کے دیگر وزراء بھی تھے۔ شام کو ان کے اعزاز میں ڈنر دیا گیا جس میں گیمبیا کے سفیر اور دیگر سٹاف کے علاوہ لوکل ایم پی اور انگریز معززین بھی شامل

ہوئے۔اس موقع پر سنگھاٹے صاحب نے اپنی تقریر میں اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اللہ نے انہیں احمدیت کی نعمت سے نوازا ہے۔

☆ 1965ء میں ماریشس کے پہلے وزیر اعظم سر رام غلام انگلستان تشریف لائے۔خاکسار ان سے ملنے ان کے ہوٹل گیا۔بڑی تپاک سے پیش آئے اور ماریشس میں جماعتی خدمات کو بڑے زوردار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔اس موقع پر ماریشس کے سفیر بھی موجود تھے۔آپ نے اُنہیں ہدایت کی کہ آئندہ ماریشس ایمبیسی کی طرف سے جو بھی تقریبات لندن میں منعقد ہوں،ان میں امام صاحب کو ضرور بلایا جائے۔اس موقع کی تصاویر اور رپورٹ رسالہ ''مسلم ہیرالڈ''(Muslim Herald) مئی 1966ء میں شائع ہوئیں۔

☆ سفرائے پاکستان سے بھی متعدد ملاقاتیں کیں اور ان سے بے حد خوشگوار تعلقات استوار کئے۔ان میں سے ایک سفیر میاں ممتاز محمد خان دولتانہ تھے۔اُن کا تعلق پنجاب کے ایک متمول جاگیردار گھرانے سے تھا۔ان کے والد جناب میاں احمد یار خان صاحب دولتانہ کے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ساتھ گہرے مراسم تھے۔خود میاں ممتاز محمد خان دولتانہ آکسفورڈ میں طالب علمی کے دوران حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ کے کلاس فیلو رہ چکے تھے اور دونوں ایک دوسرے کے دوست تھے۔میاں ممتاز محمد خان دولتانہ پاکستان بننے کے بعد پاکستان کے سب سے بڑے صوبہ یعنی پنجاب کے وزیر اعلیٰ منتخب ہوئے۔پنجاب کا زمین دار اور جاگیر دار طبقہ ان کی پشت پر تھا۔میاں ممتاز محمد دولتانہ کے دل میں بار بار یہ خواہش اُٹھتی تھی کہ وہ کوئی ایسا کارنامہ سرانجام دیں کہ بالآخر وہ ملک کے وزیر اعظم بن سکیں۔اس خواہش کی تکمیل کی ایک صورت انہیں یہ نظر آئی کہ مجلس احرار پاکستان جو جماعت احمدیہ کی ازلی دشمن تھی،کی مدد حاصل کی جائے۔مختصر یہ کہ 1953ء میں میاں ممتاز محمد خان دولتانہ اپنے عروج پر تھے۔پنجاب ان کیلئے تنگ ہو رہا تھا۔وہ چاہتے تھے کہ اُن کی اُڑان وزارت عظمیٰ تک پہنچے۔اس کیلئے انہوں نے ہر اصول کو



قربان کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔لیکن قدرت کو کچھ اور منظور تھا۔1953ء میں احراری شورش کے نتیجہ میں اگرچہ احمدی املاک اور نفوس کو نقصان تو پہنچا لیکن بحیثیت مجموعی جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے جلد فسادات کے اثر سے نکل آئی اور شاہراہ ترقی پر رواں دواں ہوگئی۔لیکن فسادات کی آگ نے میاں ممتاز محمد دولتانہ اور مجلس احرار کو نیست و نابود کر دیا۔میاں صاحب پاکستان کی وزارت عظمیٰ کے خواب دیکھتے دیکھتے پنجاب کی وزارت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے اور سیاسی زوال ان کا مقدّر بنا۔

1970ء کی دہائی میں ذوالفقار علی بھٹو اقتدار میں آئے تو ان دنوں دولتانہ صاحب مسلم لیگ کے سربراہوں میں سے تھے۔بھٹو صاحب نے ان کو راستہ سے ہٹانے کیلئے انہیں انگلستان میں سفارت کی پیشکش کی جو دولتانہ صاحب نے منظور کر لی۔اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی کہ دولتانہ صاحب عنقریب انگلستان میں پاکستان کے ہائی کمشنر کے طور پر چارج سنبھالنے کیلئے لندن روانہ ہو رہے ہیں۔یہ خبر پڑھ کر مجھے یہ خیال پیدا ہوا کہ دولتانہ صاحب نے 1953ء میں جماعت کے خلاف جو کردار ادا کیا تھا اس کے پیش نظر ہم پاکستان ہائی کمیشن سے سابقہ تعلقات شاید استوار نہ رکھ سکیں گے۔ان حالات کے پیش نظر خاکسار نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں ایک خط لکھا اور حضورؒ سے دریافت کیا کہ میاں ممتاز دولتانہ سے ہم کسی قسم کا رابطہ رکھیں یا نہ رکھیں۔حضورؒ نے جواب دیا کہ میاں ممتاز دولتانہ نے جو کچھ 1953ء میں کیا اس کی سزا انہیں اللہ تعالیٰ نے دے دی ہے۔ہم کسی کے دشمن نہیں ہیں۔ان کا معاملہ خدا کے سپرد ہے۔تمہیں اجازت ہے کہ بے شک میاں ممتاز دولتانہ صاحب سے رابطہ رکھو۔اگر ان کا رویہ اب بدلا ہوا ہو اور وہ اپنے کئے پر شرمندہ ہوں تو کوئی وجہ نہیں کہ ان سے تعلقات پر پابندی ہو۔



میاں ممتاز دولتانہ صاحب جب لندن تشریف لائے اور پاکستان ایمبیسی کا چارج سنبھالا تو خاکسار نے انہیں ایک خط لکھا جس میں انہیں برطانیہ کے سفیر

بن جانے پر مبارکباد پیش کی اور ہر قسم کے تعاون کا جماعت احمدیہ برطانیہ کی طرف سے یقین دلایا۔ نیز ان سے ملاقات کی خواہش کا اظہار بھی کیا۔ دولتانہ صاحب نے خط ملنے پر خود فون کیا اور خط کا شکریہ ادا کرتے ہوئے خاکسار کو ملاقات کی دعوت بھی دی۔ وقت مقررہ پر میں پاکستان ہائی کمیشن میں حاضر ہو گیا۔ دولتانہ صاحب نے پُرتکلف کافی کا انتظام کیا ہوا تھا۔ بڑے تپاک اور خلوص سے ملے جو میرے لئے تعجب کا باعث تھا۔ دوران گفتگو دولتانہ صاحب نے فرمایا کہ آپ جانتے ہوں گے کہ میرے والد صاحب کے حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے کس قدر گہرے مراسم تھے۔ میرے والد صاحب ہر اہم معاملہ میں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر مشورہ کیا کرتے تھے اور وہ حضورؓ کی فراست و اعلیٰ قیادت کے معترف تھے۔ چنانچہ ہمارے گھرانے میں اکثر قادیان کا چرچا رہتا تھا۔ تحفے تحائف کا تبادلہ بھی ہوتا رہتا تھا۔

دولتانہ صاحب نے فرمایا کہ جب میں آکسفورڈ تعلیم کے ارادے سے آنے لگا تو میرے والد صاحب مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں لے گئے اور مجھے ان کے قدموں میں بیٹھنے کے لئے کہا۔ مرزا صاحب نے اس بات کو پسند نہ فرمایا اور مجھے اپنے پاس بٹھایا۔ میرے والد صاحب نے حضورؓ سے کہا کہ یہ میرا اکلوتا بیٹا ہے جو سات سمندر پار جا رہا ہے اور جس ملک میں جا رہا ہے وہاں کی اخلاقی حالت قابل رشک نہیں ہے۔ مجھے اس کی بہت فکر ہے کہ کہیں یہ انگلستان کی لادینی اور آزاد فضا میں اپنی ہندوستانی اور اسلامی اقدار کو نہ بھول جائے۔ اس لئے آپ اس کیلئے دعا کریں۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ میں انشاء اللہ دعا کروں گا۔ پھر مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ لندن میں ہماری مسجد ہے، آپ لندن پہنچ کر ان سے ملیں وہ آپ کی ہر طرح سے مدد کریں گے، میں آج ہی انہیں ہدایت بھجوا دوں گا۔



دولتانہ صاحب جب لندن پہنچے تو سیدھے مسجد فضل چلے گئے۔ جہاں حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب دردؓ امام مسجد نے اُن کا استقبال کیا۔ دولتانہ صاحب کہنے لگے کہ لندن میں مَیں نے اپنے ابتدائی ایام مسجد کے ایک کمرہ میں گزارے۔ حضرت مولانا درد صاحب مجھے نصائح بھی کرتے اور انگریزی طرز معاشرت پر سیر حاصل تبصرہ بھی فرماتے جس سے میں بے حد متاثر ہوا۔ چند دن بعد جب میں آکسفورڈ جانے لگا تو حضرت مولوی درد صاحب بھی میرے ساتھ گئے اور مجھے وہاں کالج کے ہوسٹل میں چھوڑ آئے اور فرمایا کہ تعطیلات میں لندن آ کر میرے پاس قیام کیا کرو اور اگر کسی قسم کی کوئی ضرورت ہو تو بلا تکلف مجھے اطلاع دینا۔ چنانچہ اس کے بعد میں کئی مرتبہ لندن آ کر مسجد میں ٹھہرتا رہا ہوں۔ آکسفورڈ میں میری دوستی حضرت مرزا ناصر احمد صاحب سے ہو گئی۔ مَیں جماعت اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا یہ احسان کبھی نہیں بھول سکتا کہ میرے ابتدائی دور انگلستان میں انہوں نے مجھے مضبوط سہارا دیا۔

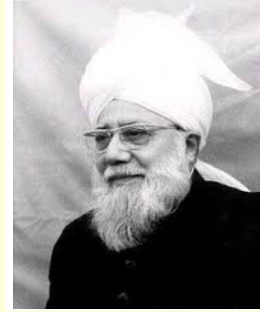
مجھے ان باتوں کا علم نہیں تھا اس لئے میاں صاحب کی باتیں سن کر میں بے حد حیران ہوا اور دل میں آیا کہ ان سے پوچھوں کہ پھر آپ نے اس احسان کا بدلہ 1953ء میں کس صورت میں دیا؟ لیکن خاموش رہا۔ چلتے چلتے میں نے جناب دولتانہ صاحب کو مسجد تشریف لانے کی دعوت دی جو انہوں نے فوراً قبول کر لی۔

مقررہ تاریخ پر جناب دولتانہ صاحب مسجد تشریف لائے۔ چائے سے فارغ ہونے کے بعد دولتانہ صاحب نے مسجد دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ انہیں مسجد دکھائی گئی۔ محمود ہال میں جلسہ کا انتظام کیا گیا تھا۔ ہال احمدی احباب سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد خاکسار نے استقبالیہ پڑھا۔ پھر دولتانہ صاحب نے اپنی تقریر کا آغاز ان الفاظ سے کیا کہ میں آج تجدید وفا کے لئے آیا ہوں اور پھر جو واقعات انہوں نے مجھ سے ملاقات میں بیان فرمائے تھے، وہ دہرائے۔ اس کے بعد انہوں نے پاکستانی سیاست پر عمومی تبصرہ کیا اور آخر میں کہا کہ میرے دروازے آپ لوگوں کیلئے ہر وقت کھلے ہوں گے۔ آپ کو کوئی بھی مشکل آئے تو میرے پاس آئیں۔ آپ مجھے ایک اچھا دوست اور خیر خواہ پائیں گے۔

مقامی انگریزی اخبارات کے علاوہ اخبار ُجنگ ُلندن نے بھی اس تقریب

کی کارروائی اور تصاویر شائع کیں۔

دولتانہ صاحب سے ملنے کیلئے میں اکثر پاکستان ہائی کمیشن جاتا تھا۔ ان دنوں جناب ہدایت اللہ صاحب بنگوی سیکنڈ سیکرٹری تھے۔ آپ مخلص احمدی تھے اور ایک لمبے عرصہ سے پاکستان کی فارن سروس میں تھے۔ آپ بھی اکثر شریک محفل ہوجایا کرتے تھے۔



کچھ عرصہ بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دورۂ انگلستان کا پروگرام بنا تو خاکسار نے دولتانہ صاحب کو اس دورہ کی اطلاع دی۔ دولتانہ صاحب نے اصرار کیا کہ انہیں بھی حضورؒ کے اعزاز میں ایک دعوت طعام دینے کا موقع عطا کیا جائے۔ حضورؒ کی تشریف آوری پر میں نے حضورؒ کی خدمت میں دولتانہ صاحب کی درخواست پیش کی تو حضورؒ نے خوشی کے ساتھ منظور فرمائی۔

دولتانہ صاحب نے اپنے گھر پر وسیع پیمانے پر اس دعوت کا انتظام کیا۔ پاکستان ہائی کمیشن کے افسران کے علاوہ اس دعوت میں حضورؒ کے ساتھ حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ اور خاکسار نے بھی شرکت کی۔ خواتین کیلئے پردہ کی مناسبت سے الگ انتظام تھا۔ حضرت بیگم صاحبہ، خاکسار کی اہلیہ اور مسز ڈاکٹر سلام صاحبہ بھی اس دعوت میں شریک ہوئیں۔

1974ء میں جب پاکستان میں مجلس ختم نبوت کے علماء نے جماعت کے خلاف شورش برپا کی تو ان دنوں میاں دولتانہ صاحب لندن میں پاکستانی سفیر تھے۔ انہیں اس شورش پر بڑی تشویش تھی اور متعدد مرتبہ مجھ سے حالات پوچھتے تھے۔ ایک ملاقات میں انہوں نے کہا کہ پاکستان کی کتنی بڑی بدقسمتی ہے کہ ملک میں ایک امن پسند جماعت کو یوں ستایا جا رہا ہے اور اس بات پر افسوس کا اظہار بھی کیا کہ بطور سفیر وہ ایک ایسی حکومت کی نمائندگی بھی کر رہے ہیں جو ایک ایسی جماعت یعنی مجلس ختم نبوت کی مدد کر رہی ہے جو پاکستان میں فسادات برپا کرنا چاہتی ہے۔

دولتانہ صاحب کو میں نے ایک خلیق اور منکسر المزاج شخص پایا۔

باوجود ایک انتہائی دولت مند جاگیردار خاندان میں پیدا ہونے کے اور پنجاب کے وزارت علیا پر فائز رہنے کے بھی، وہ ملنے ملانے میں کھلے دل کے مالک تھے۔ مجھ سے ہمیشہ پنجابی میں بات کرتے تھے۔ میں کبھی ہنس کر کہہ دیتا کہ میں پٹھان ہوں اور پنجابی زبان زیادہ نہیں جانتا۔ کیونکہ وہ ہمیشہ پنجابی زبان میں ہی گفتگو کرتے تھے۔



☆ خان عبدالقیوم خان وزیر اعلیٰ صوبہ سرحد، پاکستان کی تاریخ کے ایک اہم کردار رہے ہیں۔ پارٹیشن سے قبل یہ آل انڈیا کانگریس پارٹی کے ڈپٹی لیڈر تھے۔ پاکستان بننے کے بعد صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ منتخب ہو گئے اور کئی سال تک انہوں نے صوبہ سرحد میں آہنی گرفت کے ساتھ بڑے دبدبے کے ساتھ حکومت کی اور صوبہ سرحد میں انقلابی اصلاحات کیں اور صوبہ کو ترقی کی راہ پر گامزن کر دیا۔ بعد میں انہیں مرکزی حکومت میں وزارت صنعت و تجارت دی گئی۔ اور بھی کئی وزارتوں کا چارج ان کے پاس رہا۔ ذوالفقار علی بھٹو کے دور حکومت میں انہیں وزیر داخلہ مقرر کیا گیا۔ آپ ایک شعلہ بیان مقرر تھے۔ پشتو، اردو اور انگریزی تینوں زبانوں میں روانی سے تقریر کرتے تھے۔ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ نے کئی مرتبہ مجھ سے ان کی اعلیٰ انگریزی دانی کی تعریف کی تھی۔

1953ء میں جب احمدیوں کے خلاف شورش برپا ہوئی اور پنجاب اس کی زد میں آیا تو خان صاحب نے صوبہ سرحد میں اعلیٰ حکمت عملی اور مضبوط گرفت کے ساتھ کسی قسم کا فساد نہ ہونے دیا اور صوبہ سرحد باوجود بعض نامی فسادی علماء کا مرکز ہونے کے فساد اور شورش سے محفوظ رہا اور کسی احمدی کی جان و مال کو نقصان نہیں پہنچا۔ 1967ء میں لندن کے اردو اخبارات میں جناب عبدالقیوم خان صاحب کی لندن تشریف آوری کی خبر شائع ہوئی۔ میں نے خبر پڑھتے ہی پاکستان ہائی کمیشن سے خان صاحب کا لندن میں فون نمبر حاصل کیا اور انہیں فون کیا۔ اپنا تعارف بطور امام مسجد کرایا نیز انہیں یہ بھی بتایا کہ میں خان ثمین جان سابق وزیر تعلیم صوبہ سرحد کا بھتیجا ہوں جو مسلم لیگ حکومت میں

چار سال وزارت کے عہدہ پر فائز رہنے کے علاوہ صوبہ سرحد کے مشہور لیڈر تھے۔ عبدالقیوم خان صاحب نے میرے انہیں اس طرح فون کرنے اور خوش آمدید کہنے پر بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ میں نے ان سے ملاقات کی درخواست کی تو فرمانے لگے کہ جب چاہو چلے آؤ۔

اگلے دن میں ان کی ملاقات کیلئے حاضر ہوا۔ بڑے تپاک اور محبت سے ملے۔ اس کے بعد لمبی گفتگو ہوئی جس کا خلاصہ یہ ہے: خان صاحب نے فرمایا کہ میں آپ کی جماعت کا مداح ہوں اور بالخصوص آپ کے خلیفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ سے بے حد متاثر ہوں۔ ہندوستان کے عظیم سیاسی میدان میں ان کا کوئی پاسنگ نہ تھا۔ 1924ء میں مَیں لندن میں طالب علم تھا۔ ایک دن اخبارات میں خبر شائع ہوئی کہ مرزا صاحب انگلستان کے دورہ پر تشریف لا رہے ہیں تو میں نے فوراً آپ کی جماعت سے رابطہ کیا۔ مجھے بتایا گیا کہ وہ فلاں تاریخ کو پہنچیں گے۔ چنانچہ اس تاریخ کو میں چند ہندوستانی طلباء کو ساتھ لے کر وکٹوریہ اسٹیشن پہنچا جہاں ان کی ٹرین نے آنا تھا۔ وہاں مسجد فضل کے امام اور انگلستان کے دوسرے احمدی عمایدین موجود تھے۔ نیز بہت سے انگریز معززین بھی استقبال کے لئے آئے ہوئے تھے۔ ہم بھی استقبالیہ وفد کے ساتھ جا کر کھڑے ہوگئے۔ ٹرین پلیٹ فارم پر آ کر رکی۔ جب مرزا صاحب ڈبے سے باہر آئے تو میں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ ہندوستانی طلباء نے اللہ اکبر کے ساتھ میرے نعرہ کا جواب دیا اور وکٹوریہ اسٹیشن نعرہ ہائے تکبیر سے گونج اٹھا۔ بعد میں خاکساران کی خدمت میں حاضر ہوا تو میرزا صاحب نے میرے حالات دریافت کرنے کے بعد مجھے بیش قیمت نصائح سے نوازا۔ اُن دنوں آپؓ کی شہرت ہندوستان بھر میں ایک سیاسی مفکر کی بھی تھی اور ہم ہندوستانی طلباء انہیں بطور مذہبی رہنما ہی نہیں بلکہ ایک عظیم سیاسی مفکر اور لیڈر کے بھی دیکھتے تھے۔

خان صاحب نے فرمایا کہ 1953ء میں جب پورا پنجاب آپ کی جماعت کے خلاف فسادات کی لپیٹ میں آ گیا تھا تو میں ان دنوں صوبہ سرحد کا وزیر اعلیٰ تھا۔ میں مجلس احرار کی خلافِ پاکستان سرگرمیوں سے خوب واقف تھا اور یہ جانتا تھا کہ یہ ساری شورش درحقیقت سیاسی ہے اور اسے مذہب کا لبادہ محض سیاسی مقاصد کے حصول کیلئے پہنایا گیا ہے۔ میں نے فیصلہ کیا کہ خواہ کچھ بھی ہو میں نے صوبہ سرحد کے احمدیوں کی جان و مال کی حفاظت کرنی ہے اور صوبہ سرحد میں کسی قسم کے شورش کے برپا ہونے کو آہنی ہاتھ سے روکنا ہے۔ چنانچہ میں نے صوبہ سرحد کے طول و عرض میں جلسے منعقد کر کے تقاریر میں ملاؤں کو وارننگ دی کہ اگر صوبہ سرحد میں کسی نے بھی قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش کی تو اس سے سختی سے نپٹا جائے گا۔ میں نے بعض اخبارات کا داخلہ صوبہ سرحد میں بند کر دیا جو پنجاب سے شائع ہوتے تھے اور ملاؤں کا ساتھ دے رہے تھے اور جن ملاؤں سے شورش کا خطرہ تھا انہیں نظر بند کر دیا۔ انہی دنوں صوبہ سرحد کی جماعت احمدیہ کے امیر قاضی محمد یوسف صاحب ایک وفد لے کر میرے پاس آئے۔ میں نے انہیں یقین دلایا کہ صوبہ میں ہر احمدی کی جان و مال کی حفاظت کرنا میرا فرض ہے اس لیے وہ بے فکر ہو جائیں۔

خان صاحب سے یہ تفصیل سن کر میں نے ان کا دلی شکریہ ادا کیا اور عرض کیا کہ میں اس ملاقات کا تفصیلی حال حضرت خلیفۃ المسیح ثالثؒ کو بھجوا دوں گا۔

خان صاحب نے حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کو بھی خراج عقیدت و تحسین پیش کیا اور فرمایا کہ سیاست کے میدان میں حضرت چوہدری صاحبؓ میرے رول ماڈل ہیں۔ میں نے ان جیسا دیانت دار، بااصول اور خوددار سیاست دان نہیں دیکھا۔ وہ قائداعظم کے بعد پاکستان کے سب سے بڑے لیڈر تھے لیکن افسوس کہ ہماری قوم نے اُن کی قدر نہیں کی۔

میں نے جناب خان صاحب کو مسجد تشریف لانے کی دعوت جو انہوں نے بخوشی قبول کی لیکن اگلے دن اچانک انہیں پاکستان واپس جانا پڑا۔ فون پر انہوں نے بہت معذرت کی۔



☆ 1962ء میں پاکستان کے صدر فیلڈ مارشل محمد ایوب خان انگلستان کے دورہ پر تشریف لائے اور Claridges ہوٹل میں قیام پذیر ہوئے۔ جماعت احمدیہ برطانیہ نے بذریعہ تار انہیں خوش آمدید کہنے کے علاوہ اُن سے ملاقات کی بھی درخواست کی جو صدر صاحب نے قبول فرمائی اور ملاقات کے لئے وقت دیا۔ حسب

پروگرام جب جماعتی وفد ہوٹل پہنچا تو صدر صاحب کے ملٹری سیکرٹری نے بتایا کہ صدر صاحب نے اس دن کی تمام مصروفیات کسی انتہائی اہم وجہ سے منسوخ کردی تھیں لیکن جماعت احمدیہ کے وفد کے بارہ میں فرمایا ہے کہ وہ وقت پر آجائیں تو اُس وقت کے حالات کے مطابق فیصلہ کرلیں گے۔ چنانچہ ہم لوگ کمرۂ انتظار میں بیٹھ گئے۔ ٹی وی کے چند نمائندے، اخباری نمائندے اور بعض پاکستانی افسران کھڑے تھے۔ ہمیں یہ دیکھ کر یقین ہوگیا کہ ان حالات میں ملاقات ناممکن ہے اور اگر ملاقات نہ ہوسکی تو اس میں محترم صدر صاحب حق بجانب ہوں گے۔

مختصر سے انتظار کے بعد ملٹری سیکریٹری نے آکر فرمایا کہ صدر صاحب آپ کے وفد سے ملاقات کریں گے۔ ملاقات کا وقت دس منٹ سے زائد نہ ہو کیونکہ اخباری نمائندگان بھی صدر صاحب سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں محترم صدر صاحب کے کمرۂ ملاقات میں لے جایا گیا۔ صدر صاحب نہایت تپاک سے ملے اور فرمانے لگے کہ پاکستان سے روانہ ہونے سے کچھ عرصہ قبل مجھے جماعت احمدیہ کی درخواست موصول ہوئی تھی کہ انہیں بیرونی ممالک میں بعض مساجد تعمیر کرنے کے سلسلہ میں زرمبادلہ کی ضرورت ہے۔ جب یہ درخواست مجھے موصول ہوئی تو میں نے وزیر خزانہ کو بلا کر انہیں ہدایت کردی کہ یہ درخواست منظور کرلی جائے۔ اس پر وزیر خزانہ نے کہا کہ جناب! اگر احمدیوں کی درخواست منظور کی گئی تو مولوی صاحبان بہت شور مچائیں گے اور ممکن ہے وہ بھی زرمبادلہ کے لئے درخواستیں بھجوائیں جبکہ ہمارے پاس زرمبادلہ کی ان دنوں بہت کمی ہے۔ صدر صاحب فرمانے لگے کہ میں نے وزیر خزانہ کو کہا کہ جماعت احمدیہ ہی وہ واحد جماعت ہے جو دنیا بھر میں اسلام کی تبلیغ کررہی ہے اور یہ تبلیغ کسی حکومت کی عطایا سے نہیں بلکہ غریبوں کے چندوں سے اکٹھی کی گئی رقوم سے ہوتی ہے۔ مولوی صاحبان نے باہر جاکر اسلام کی کیا خدمت کی ہے سوائے فتنہ وفساد کے! اس لئے میں حکم دیتا ہوں کہ جماعت کی درخواست منظور کی جائے اور اگر اس پر مولویوں نے شور مچایا بھی تو میں ان سے نپٹ لوں گا۔ نیز فرمایا کہ آپ لوگ جو خدمتِ اسلام افریقہ میں کررہے ہیں مَیں اس کی دل سے قدر کرتا ہوں۔ اس لئے اپنے مرکز میں میرا یہ پیغام پہنچادیں کہ افریقہ میں تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں آپ کو جس قدر بھی زرمبادلہ درکار ہو، میں دینے کو تیار ہوں۔

دس منٹ گزرنے کے بعد ملٹری سیکریٹری صاحب نے دروازہ کھول کر ہمیں ملاقات ختم کرنے کا اشارہ کیا۔ صدر صاحب نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا بھئی ان کے لئے کوئی چائے یا کافی لے آؤ اور ہمیں فرمایا آپ کو کوئی جلدی تو نہیں۔ ہم نے جواب دیا ہمیں تو کوئی جلدی نہیں البتہ آپ کی مصروفیات بالخصوص آج ایسی ہیں کہ ہم آپ کا زیادہ وقت لینا نہیں چاہتے۔ صدر صاحب نے فرمایا کہ باہر صحافی حضرات ہیں وہ انتظار کرلیں گے آپ تشریف رکھیں۔ صدر صاحب نے پھر دریافت فرمایا کہ انگلستان میں سالانہ کتنے لوگ آپ کی تبلیغ کے نتیجہ میں اسلام میں داخل ہوتے ہیں؟ ہم نے عرض کیا کہ اسلام میں داخل ہونے والوں کی تعداد تو مختصر ہی ہوتی ہے لیکن اسلام کے بارہ میں جو غلط خیالات برطانوی عوام میں موجود ہیں اور مستشرقین اور پادریوں نے اسلام کی جو بھیانک تصویر پیش کی ہے، اس کا مقابلہ ہم خوب کررہے ہیں اور اس میں ہمیں خاصی کامیابی بھی ہوتی ہے اور دن بدن عوام کے اذہان سے اسلام کے بارہ میں جو غلط فہمیاں موجود ہیں وہ دُور ہوتی جاتی ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ اس مرحلہ کے بعد وہ دن بھی آجائے گا جب جوق در جوق لوگ اسلام میں داخل ہونا شروع ہوجائیں گے۔ صدر صاحب نے فرمایا کہ ان کی خواہش ہے کہ ہم افریقہ میں اپنی کوششوں کو تیز تر کردیں تا وہاں اسلام زیادہ تیزی سے پھیلے۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر ہم افریقہ کے بیشتر ممالک کو اسلام کے قلعے بنالیں گے تو انشاءاللہ بین الاقوامی فورم میں اسلام کی آواز مؤثرانداز میں پیش کی جاسکے گی۔ نیز فرمایا کہ انہوں نے افریقن ذہن کا خاص طور پر مطالعہ کیا ہے۔ وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ افریقن لوگ دیانتدار، غیر متعصب اور کسی حد تک معصوم ہیں۔ انہیں جس بات کی سمجھ آجائے اس پر سختی سے عامل ہوجاتے ہیں اور حق کے مقابلہ میں کسی کی پروا نہیں کرتے۔ ہم نے صدر صاحب کو اُن جماعتی خدمات سے آگاہ کیا جو جماعت افریقہ میں کررہی ہے۔ غرض یہ ملاقات جو صرف دس منٹ کے لئے تھی، پینتالیس منٹ پر پھیل گئی اور ہم بہت خوش ہوکر باہر نکلے اور صدر صاحب کے اخلاق، صاف

گوئی اور طبیعت کی سادگی نے ہمیں بے حد متاثر کیا۔

چند سالوں کے بعد محترم صدر صاحب کا ایک اَور دورہ برطانیہ کا ہوا۔ مجھے پاکستان کے سفیر متعینہ برطانیہ کا فون آیا کہ صدر صاحب انگلستان تشریف لا رہے ہیں اور انہوں نے خود اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ ائر پورٹ پر جہاز سے اترتے ہی جو معززین انہیں خوش آمدید کہیں ان میں امام مسجد فضل لندن کا نام بھی شامل کیا جائے۔ چنانچہ ہائی کمشنر صاحب نے خاکسار کے لئے ایمبیسی کی کار بھجوا دی۔ صدر صاحب جب جہاز سے اترے تو ایک لمبی قطار میں لوگ ان کے استقبال کے لئے جہاز کے دروازہ کے ساتھ ہی کھڑے تھے۔ صدر صاحب سب سے مصافحہ کرتے جب خاکسار کے پاس تشریف لائے تو مصافحہ کے ساتھ ہی مسکرا کر پوچھا امام صاحب! اس سال آپ نے کتنے عیسائیوں کو مسلمان بنایا ہے؟ پھر سفیر صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا۔ میرے اس دورۂ انگلستان میں جتنی بھی پبلک تقاریب منعقد ہوں، ان سب میں امام صاحب کو دعوت دی جائے۔ خاکسار محترم صدر صاحب پاکستان کی اعلیٰ ظرفی، شرافت اور حسنِ اخلاق سے بے حد متاثر ہوا۔

1971ء میں خاکسار کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے پرائیویٹ سیکرٹری کے طور پر فرائض سرانجام دوں۔ اگست 1971ء میں حضورؒ اسلام آباد تشریف لے گئے۔ وہاں ایک کوٹھی جماعت نے کرایہ پر حاصل کر رکھی تھی۔ اِسی سال ایک مولوی نے جناب ایم ایم احمد صاحب فنانس منسٹر پر قاتلانہ حملہ کیا۔ ایم ایم احمد صاحب کو کاری زخم آئے لیکن اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر آپ کی جان بچالی۔ الحمدللہ۔ اس واقعہ کی وجہ سے حضورؒ کا قیام اسلام آباد لمبا ہوتا چلا گیا۔ جس کوٹھی میں حضورؒ قیام پذیر تھے ہمیں معلوم ہوا کہ اس کے قریب ہی ایک کوٹھی میں سابق صدر محمد ایوب خان صاحب ریٹائرمنٹ کی زندگی گزار رہے ہیں۔ صاحبزادہ مرزا فرید احمد صاحب اور خاکسار نے حضورؒ سے درخواست کی کہ اگر حضورؒ اجازت فرماویں تو ہم دونوں اُن سے مل آئیں۔ حضورؒ نے اجازت دے دی۔ ہم نے ان کے ملٹری سیکریٹری سے وقت حاصل کر لیا اور ملاقات کے لئے چلے گئے۔ مجھے جس بات سے حیرت ہوئی وہ فیلڈ مارشل صاحب کا حافظہ تھا۔ جونہی ہم ان کے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے، انہوں نے دریافت کیا: کیا آپ اب لندن میں نہیں ہوتے؟ مَیں نے عرض کیا کہ مجھے حضورؒ نے پاکستان واپس بلایا ہے اور یہ کہ میں اب حضورؒ کا پرائیویٹ سیکریٹری ہوں۔ مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ خصوصاً جماعت کی ترقی میں وہ خاص دلچسپی لیتے رہے۔ پھر بڑی عاجزی کے ساتھ ہم سے درخواست کی کہ ہم حضورؒ کی خدمت میں ان کے لئے دعا کی درخواست کریں۔ نیز اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ وہ حضورؒ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیں گے۔ چنانچہ جب ہم نے حضورؒ کی خدمت میں ملاقات کی رپورٹ عرض کی اور یہ بھی بتایا کہ وہ علیل ہیں اور بہت کمزور نظر آتے ہیں تو حضورؒ نے فرمایا کہ اس صورت میں مَیں خود ان سے ملنے جاؤں گا۔ چنانچہ یہ ملاقات طے ہوگئی۔ حضورؒ سے اُن کی لمبی ملاقات ہوئی۔ ملاقات کے بعد فیلڈ مارشل صاحب کار تک حضورؒ کو چھوڑنے آئے۔ کار کا دروازہ حضورؒ کے لئے کھولا اور رخصت کرتے وقت پھر دعا کے لئے کہا۔

☆ 1964ء کی بات ہے کہ کشمیری لیڈر محترم شیخ محمد عبداللہ صاحب لمبی قید سے رہائی پانے کے بعد انگلستان کے دورہ پر تشریف لائے۔ انگلستان کے پاکستانی حلقوں میں بالعموم اور کشمیری حلقوں میں بالخصوص موصوف کی تشریف آوری سے جوش و خروش پایا جاتا تھا۔ استقبالیہ کمیٹیاں تقریباً تمام بڑے شہروں میں قائم کی گئیں۔ جنہوں نے محترم شیخ صاحب کیلئے ایک بھرپور پروگرام تجویز کر رکھا تھا۔

خاکسار کو بھی شیخ صاحب سے عقیدت تھی اور اس بات کا دل پر بے حد اثر تھا کہ شیخ صاحب نے انسانی بہبودی کی خاطر قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنے میں بھی کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی اور یوں لگتا تھا کہ اپنی قوم کی خاطر انہوں نے اپنی زندگی وقف کر دی تھی۔ پھر اس لحاظ سے بھی خاکسار محترم شیخ صاحب کی خدمات جلیلہ سے واقف تھا کہ انہوں نے حضرت مصلح موعودؓ کی زیر ہدایت اور ان کے ساتھ مل کر اس جدوجہد کیلئے کام کیا تھا۔ تاریخ احمدیت میں وہ خطوط درج ہیں جن میں محترم شیخ صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا بالخصوص شکریہ ادا کیا ہے اور انہیں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

محترم شیخ صاحب جب انگلستان تشریف لائے تو میرے دل میں

زبردست خواہش پیدا ہوئی کہ میں اس عظیم شخصیت سے ملاقات کی صورت نکالوں۔ میں نے متعدد جگہوں پر بذریعہ فون محترم شیخ صاحب سے رابطہ پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن ان کی مصروفیات اس قدر تھیں کہ وہ فون پر نہ مل سکے۔ میں نے بھی کوشش نہ چھوڑی اور بالآخر محترم شیخ صاحب سے رابطہ ہو گیا۔ میں نے انہیں بتایا کہ میں جماعت احمدیہ کی مسجد فضل، لندن کا امام ہوں اور برطانیہ میں جماعت کا مبلغ انچارج ہوں اور ان سے ملنے کا خواہش مند ہوں۔ محترم شیخ صاحب نے اس بات پر بے حد خوشی کا اظہار فرمایا کہ میرا ان سے رابطہ ہو گیا ہے، فرمانے لگے: میری خود یہ شدید خواہش تھی کہ انگلستان میں جماعت احمدیہ سے رابطہ قائم کروں اور فرمایا کہ میرا پروگرام منتظمین نے کچھ اس طرح ترتیب دیا ہے کہ کوئی خالی وقت نہیں رکھا۔ دعوتوں، تقاریر اور ملاقاتوں کا ایک لامتناہی سلسلہ تھا۔

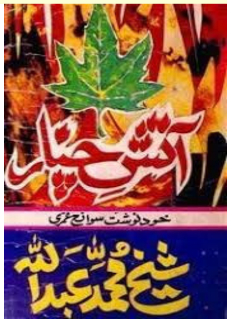
انہوں نے باہمی ملاقات وگفتگو کی ایک صورت یہ بتائی کہ چند دن بعد ان کی لندن کے ایک ہال میں تقریر ہونے والی ہے اگر میں ان کی تقریر سے آدھا گھنٹہ قبل ہال کے اسٹیج کی طرف آ جاؤں تو اسٹیج پر ملاقات ہو سکے گی۔ چنانچہ یہ طے پایا کہ میں اس دن قبل از وقت اسٹیج کے دروازہ پر پہنچ جاؤں گا اور اسٹیج پر پس پردہ ملاقات ہو جائے گی۔

مقررہ دن اور وقت پر میں پہنچ گیا۔ اسٹیج کے دروازہ پر محترم شیخ صاحب نے دو نوجوانوں کی ڈیوٹی لگائی ہوئی تھی کہ جیسے ہی میں پہنچوں مجھے ان کے پاس لے جایا جائے۔ میرے ساتھ محترم ڈاکٹر سردار نذیر احمد صاحب مرحوم بھی تھے۔ اسٹیج پر کرسیاں موجود تھیں۔ محترم شیخ صاحب کے ہمراہ ان کے قریبی ساتھی مرزا افضل بیگ صاحب اور انگلستان کے سرکردہ کشمیری احباب بھی تھے۔ ہم کوئی دس بارہ افراد کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ محترم شیخ صاحب نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کی صحت و عافیت کے بارے میں دریافت فرمایا۔ میں نے ان کو بتایا کہ ان کی صحت بہت خراب رہتی ہے اور بعض اوقات تشویش کی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ محترم شیخ صاحب کی آنکھیں پُرنم ہو گئیں۔ انہوں نے جیب سے رومال نکال کر کچھ دیر آنکھوں پر رکھا اور پھر کہا کہ آپ انہیں خط تو لکھتے ہوں گے۔ میں نے کہا ہر ہفتہ لکھتا ہوں۔ پھر کہا، جب بھی خط لکھیں تو میرا سلام لکھیں اور پیغام دیں کہ دس بارہ سال خاکسار پابند سلاسل رہا اس لئے آپ کو خط نہ لکھ سکا لیکن آپ کی یاد ایک لمحہ کیلئے بھی میرے دل سے محو نہ ہو سکی اور آپ کیلئے دعاؤں میں کمی نہیں آئی۔ اور پھر مجھے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ نہیں سمجھ سکتے کہ مجھ پر حضرت مرزا صاحب کے کس قدر احسانات ہیں۔ انہوں نے بالکل اپنے بچوں کی طرح میری تربیت کی ہے اور ہر مشکل میں میرا ساتھ دیا ہے۔ ان کی حوصلہ افزائی اور رہنمائی نہ ہوتی تو میں آج وہ نہ ہوتا، جو ہوں۔ پھر حضورؓ کی خدمات کا تذکرہ شروع کیا اور بتایا کہ جماعت احمدیہ کے علاوہ جماعت احرار بھی خدمت کے بہانے میدان میں آئی تھی تو ہمیں بڑی خوشی ہوئی لیکن یہ خوشی جلد ہی زائل ہو گی جب علم ہوا کہ وہ اپنی مفاد پرستی کو اہمیت دیتے ہیں۔

غرضیکہ کافی دیر اس موضوع پر بات ہوتی رہی۔ شیخ صاحب نے مولانا درد صاحب کی بابت دریافت کیا تو میں نے بتایا کہ وہ تو وفات پا چکے ہیں۔ پھر انہوں نے محترم حضرت زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کی خیریت دریافت کی تو میں نے بتایا کہ وہ بھی اس دارفانی سے رحلت فرما چکے ہیں۔ محترم شیخ صاحب آبدیدہ ہو گئے اور کچھ دیر ان دو حضرات کی خدمات جلیلہ کا تذکرہ فرماتے رہے۔

آخر میں شیخ صاحب نے کہا کہ حضرت صاحبؓ کی خدمت میں ان کا سلام پہنچانے کے علاوہ ان کے لئے دعا کی درخواست بھی کی جائے۔

تقریر کا وقت ہو چکا تھا اور ہال سامعین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اور نعرہ ہائے تکبیر کی گونج سے لرز رہا تھا۔ میں اٹھ کر ہال میں جانے لگا تو محترم شیخ صاحب نے باصرار فرمایا کہ میں ان کی تقریر کی دوران اسٹیج پر ہی بیٹھا رہوں۔ چنانچہ میں نے اسٹیج پر بیٹھ کر ان کی تقریر سنی۔ محترم شیخ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے علم کے علاوہ تقریر کا ملکہ بھی عطا کیا تھا جس نے سامعین میں ایک جوش بھر دیا تھا۔



میں ان کی تقریر، ان کی شخصیت، عاجزی اور فروتنی سے بے حد متاثر ہو کر واپس آیا۔ بالخصوص اس بات نے مجھے بے حد متاثر کیا کہ اتنے سارے لوگوں کی موجودگی میں انہیں خوف نہ ہوا کہ جماعت احمدیہ کے امام کو خراج تحسین

پیش کرنے سے بعض کے ماتھے پر شکن پڑسکتی ہے۔ابھی حال ہی میں جب شیخ صاحب کی کتاب ''آتش چنار'' پڑھنے کا موقع ملا تو پڑھ کر حیرت ہوئی کہ شیخ صاحب نے صرف اس واسطے جماعت سے قطع تعلق کیا کہ جماعت کشمیر میں تبلیغ کر رہی تھی۔اگر واقعی ان کے یہ خیالات تھے تو خاکسار سے گفتگو کے دوران وہ جماعت اور بالخصوص جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ کی تعریف میں کیوں رطب اللسان تھے۔معلوم ہوتا ہے کہ کتاب میں یہ چند فقرات کسی اَور کی طرف سے بڑھائے گئے تھے۔یہ شیخ صاحب مرحوم کے خیالات ہرگز نہیں ہوسکتے۔ان کی وفات تک جماعت احمدیہ کے افراد اُن سے ملتے رہے اور کسی ایک نے بھی یہ تاثر نہیں لیا کہ خدانخواستہ انہیں جماعت کی کارکردگی پر کوئی اعتراض تھا۔

☆ غالباً 1953ء کی بات ہے میں اپنے گاؤں سے ایبٹ آباد جانے کیلئے نوشہرہ سے بس میں سوار ہوا۔میرے پاس اپر کلاس کا ٹکٹ تھا۔بس کے روانہ ہونے میں کچھ دیر تھی۔میں نے قریبی بک سٹال سے اخبارات اور چند رسائل خریدے اور اپنی سیٹ پر بیٹھ کر مطالعہ میں مصروف ہوگیا۔تھوڑی دیر بعد بس کا ڈرائیور اور کنڈکٹر ہانپتے ہوئے میرے پاس آئے اور مجھے اپر کلاس کی سیٹ خالی کرنے کیلئے کہا۔میں نے انکار کر دیا اور کہا کہ میرے پاس ٹکٹ موجود ہے۔میں کیوں بس کے پچھلے حصے میں جا کر بیٹھوں! یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک بزرگ انسان اپنے باڈی گارڈوں کے حلقہ میں آئے اور ڈرائیور سے کہا کہ جب ان کے پاس اپر کلاس کا ٹکٹ ہے تو ان کو حق ہے کہ اپر کلاس میں بیٹھیں۔یہ بزرگ خود تو میرے ساتھ والی سیٹ پر تشریف فرما ہو گئے اور ان کے محافظین بس کے پچھلے حصہ میں سوار ہو گئے۔یہ تھے جناب پیر امین حسنات آف مانکی شریف۔مَیں نے ان کا نام تو بہت سنا ہوا تھا لیکن ان سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔تحریک پاکستان کے زمانہ میں میں نے پاکستان کے حق میں ان کی تقریریں بھی سنی ہوئی تھیں۔حقیقت یہ ہے کہ صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کو محفوظ بنیادوں پر قائم کرنے اور کانگریسی حکومت کو شکست دینے میں آپ کا بہت بڑا کردار تھا اور آپ جناب قائداعظم کے بہادر سپاہیوں میں سے تھے۔

خیر آپ تشریف فرما ہوئے تو مجھ سے پوچھا کہ تم کون ہو اور کہاں کے رہنے والے ہو؟ میں نے اپنا نام بتایا اور عرض کیا کہ میں محب بانڈہ کا باشندہ ہوں۔ پیر صاحب فرمانے لگے کہ محب بانڈہ کے تو خان ثمین جان خان بھی ہیں۔میں نے عرض کیا وہ میرے چچا ہیں۔پیر صاحب یہ سن کر بے حد خوش ہوئے اور فرمانے لگے کہ ثمین جان خان تو میرے سیاسی استاد ہیں۔پھر میرے والد صاحب کا نام پوچھا۔میں نے عرض کیا میں جناب دانشمند خان صاحب کا بیٹا ہوں۔پیر صاحب فرمانے لگے میں انہیں جانتا ہوں، وہ تو احمدی ہیں۔میں نے عرض کیا کہ میں بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدی ہوں۔پیر صاحب فرمانے لگے: آپ لوگ خوش قسمت ہیں۔



آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا لیڈر عطا کیا ہے جس کا ثانی سارے ہندوستان میں اور کوئی نہیں۔پھر فرمایا: میری مراد حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب سے ہے۔میں جناب پیر صاحب کی یہ بات سن کر حیران ہوا۔میں نے عرض کیا آپ انہیں کیسے جانتے ہیں! کیا آپ کبھی انہیں ملے ہیں؟

پیر صاحب نے فرمایا: یوں تو میں ان کے کارناموں سے خوب واقف ہوں اور پاکستان کے قیام کے سلسلہ میں ان کی جدوجہد سے بھی بخوبی واقف ہوں۔ لیکن جب میری ان سے دو مواقع پر ملاقات ہوئی تو میں نے انہیں قریب سے دیکھا اور میں ان کی قابلیت، تبحر علمی اور غیر معمولی ذہانت سے بے حد متاثر ہوا۔

پیر صاحب نے ان ملاقاتوں کے بارے میں فرمایا: میں کراچی کسی کام کے لئے گیا تھا۔وہاں میرے پاس آپ کی جماعت کے کچھ دوست آئے اور مجھے بتایا کہ ان کی جماعت کے خلیفہ بھی کراچی تشریف لائے ہوئے ہیں۔جماعت نے ان کے اعزاز میں ایک ٹی پارٹی کا اہتمام کیا ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ میں بھی اس پارٹی میں شرکت کروں۔میں نے یہ سوچ کر کہ اس بہانے احمدیوں کے سربراہ سے ملاقات بھی ہو جائے گی، اُن کی دعوت قبول کر لی۔تاریخ مقررہ پر میں کراچی کی ایک وسیع کوٹھی میں لے جایا گیا، جہاں بہت سے احمدی حضرات جمع تھے۔سامنے برآمدہ میں ایک کرسی پر حضرت مرزا

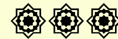
بشیر الدین محمود احمد صاحب تشریف فرما تھے۔ مجھے اُن کے پاس لے جایا گیا۔ جناب مرزا صاحب مجھے دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور چند قدم آگے بڑھ کر میرا استقبال کیا اور اپنی ساتھ والی کرسی پر بٹھایا اور اُن کی دعوت قبول کرنے پر میرا شکریہ ادا کیا۔ دورانِ گفتگو مرزا صاحب نے میرے خاندان کے بارہ میں گفتگو شروع کی اور میرے دادا اور والد اور میرے دوسرے بزرگوں کے بارہ میں بتانا شروع کیا۔ میں سخت حیران ہوا کہ انہیں میرے خاندان کے بارہ میں اتنی معلومات کہاں سے ملیں! انہوں نے بعض ایسی باتیں بھی میرے خاندان کے متعلق مجھے بتائیں جن کا خود مجھے بھی علم نہیں تھا۔ میں حیران تھا کہ ان کو میرے خاندان کے بارہ میں اتنی معلومات کیسے مل گئیں؟ میں نے دریافت کیا کہ آپ کو ہمارے خاندان کے متعلق اتنی معلومات کہاں سے ملیں۔ انہوں نے فرمایا: میں نے آپ کے خاندان کی بالخصوص کوئی تحقیق تو نہیں کی۔ البتہ کثرتِ مطالعہ کے نتیجہ میں مجھے اکثر مشہور خاندانوں، بالخصوص مذہبی گھرانوں کے بارہ میں معلومات مل جاتی ہیں۔ پھر گفتگو کا رُخ صوبہ سرحد کی سیاست کی طرف پھر گیا تو صوبہ سرحد کی تاریخ، سیاست اور پٹھانوں کے رسوم ورواج پر ایسا سیر حاصل تبصرہ کیا کہ میں دنگ رہ گیا۔ پٹھان ہوتے ہوئے مجھے خود بھی ان باتوں کا علم نہ تھا۔ انہوں نے قائداعظم سے نیز دیگر مشہور انڈین لیڈروں گاندھی جی، پنڈت نہرو جی وغیرہ سے اپنے تعلقات کا بھی تفصیلی ذکر کیا۔ میں اس ملاقات سے بے حد متاثر ہوا اور میرے دل میں ان کے لئے ادب واحترام اور محبت کے جذبات پیدا ہوئے۔

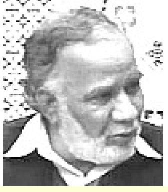
جناب پیر صاحب نے مزید فرمایا: میری دوبارہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب سے ملاقات لاہور میں ہوئی، جہاں ان کی تقریر بھی تھی۔ میں نے ان کی باتیں سنیں اور اس یقین پر قائم ہوا کہ ہندوستان میں ان سے بڑا کوئی لیڈر نہیں ہے جو سیاسی معاملات میں بھی اتنی مہارت رکھتا ہو جتنی دینی امور میں۔

جناب پیر صاحب سے بعد میں بھی میری ایک ملاقات ہوئی اور انہیں جماعت کی تعریف میں رطب اللسان پایا۔

(بشکریہ ملک محمود احمد لندن)







غزل
عبدالکریم قدسی

روز یونہی مجھے آپ ملتے رہیں
روز آتے رہیں یونہی سکرین پر
روز یونہی مجھے آپ ملتے رہیں
میری ویران بزمِ سخن میں
یونہی لفظ و اظہار کے پھول کھلتے رہیں
میرے صحنِ چمن میں اُترتی رہے
ساتھ خوشبو کے حسنِ بیاں کی صبا
یوں زرِ فکر کے سکّے گرتے رہیں
میرے محبوب کے ہونٹ ہلتے رہیں
میری تخلیق کے ننّھے ننّھے پرندوں پہ
لفظوں کی روزی اُترتی رہے
پھر یہ کمزور اور ناتواں قافلے
منزلوں کی طرف یونہی ٹہلتے رہیں
خوف اور خامشی کی کڑی دھوپ میں
کس کو چاکِ گریباں کا تھا ہوش تک
روز یونہی جو وہ مسکراتے رہیں
چاک سینوں کے اپنے بھی سلتے رہیں
تشنہ سوالوں کے خوابوں کو
قدسیؔ جو تعبیر کی بھیک ملتی رہے
وہ اَٹے ہیں صدی کی جو گردِ تعصب میں
معصوم چہرے وہ کھلتے رہیں







احمدیت کے اسٹیج سے میرے نظم پڑھنے کے سلسلہ کا آغاز ۱۹۳۹ء

ثاقب زیروی

میں خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع کے دوران میں مسجد اقصیٰ (قادیان) کے صحن میں منعقد ہونے والے اس خصوصی اجلاس سے ہوا۔ جس سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے خطاب فرمایا۔ حضور کے خطاب سے قبل مجھے اپنی نظم پڑھنے کی اجازت مرکزی قائد خدام الاحمدیہ صاحبزادہ مرزا ناصر احمد نے ہزار ہچکچاہٹوں کے بعد عطا کی تھی۔ اُن کا کہنا تھا کہ حضور کی موجودگی میں معمولاً حضور ہی کا کلام پڑھا جاتا ہے اور اکثر وہ صاحب پڑھتے ہیں جنہیں حضور خود اجازت مرحمت فرمائیں جو صحیح التلفظ ہوں اور جن کا طرزِ ادائیگی پسندیدہ ہو۔ میرے عاجزانہ اصرار بسیار پر نظم دیکھ لینے کے بعد موصوف مجھے ''مشروط'' اجازت دینے پر آمادہ ہوئے۔ شرط یہ ٹھہری کہ حضرت صاحبزادہ صاحب نظم پڑھتے وقت اسٹیج کے سامنے مسجد اقصیٰ کی سیڑھیوں کی ایک بُرجی پر کھڑے ہوں گے، میں ان کی طرف بھی دیکھتا رہوں۔ اگر وہ ہاتھ ہلا کر بیٹھ جانے کا اشارہ کریں تو میں نظم پڑھنا بند کردوں۔ الحمدللہ کہ ایسا کوئی سانحہ پیش نہ آیا بلکہ جب حضور نے مجھ سے نظم کا یہ دوسرا شعر بفرمائش کریمانہ مکرّر پڑھوایا کہ

نغمہء نور سے یوں چھیڑ رباب ہستی
قلب بیتاب کا ہر ذرّہ دعا دے ساقی

تو حضرت صاحبزادہ صاحب وہاں سے غائب ہوگئے اور میں زیادہ اطمینان سے پڑھنے لگا۔ اس کے بعد حضور نے مزید تین چار شعر مکرّر پڑھوائے۔ جس کے بعد بفضلہٖ تعالیٰ آئندہ کے لئے تمام راستے صاف ہوگئے اور میں اسی سال جب جلسہ سالانہ میں شرکت کے لئے قادیان آیا تو جماعت احمدیہ زیرہ (ضلع فیروز پور) کی ملاقات کے دوران میں اس ناچیز کو شرف مصافحہ سے نوازتے وقت حضور نے فرمایا: ''کیا آپ پرسوں میری تقریر سے قبل میری نظم پڑھ دیں گے۔'' اللہ اللہ یہ کرم بے حساب کہ کنواں پیاسے سے دریافت کرے کیا تم میرے پانی سے اپنے کام و دہن کو سیراب کرنا پسند کرو گے؟ جواب میں حضور ضرور''...... کے الفاظ کے ساتھ ہی میری آنکھوں سے مسرت کے دو آنسو بھی چھلک پڑے۔ حکم ہوا ''کل صبح آٹھ بجے آ کر نظم لے جانا۔'' میری وہ رات کیونکر گزری ہوگی اور میں نے اپنی خوش بختی پر کیا کیا ناز کئے ہوں گے اس کا اندازہ اور احساس میرے سوا اور کون کرسکتا ہے!........ بہرحال اگلی صبح وقتِ معینہ پر حاضر ہوا۔ حضور نے پیڈ کے ایک ورق پر جس کا ایک کونہ پھٹا ہوا اور غائب تھا، لکھے ہوئے چند اشعار میرے ہاتھ میں دینے کے بعد فرمایا: ''ذرا ٹھہرو! میں مریم سے کہتا ہوں کہ انہیں صاف کر کے لکھ دیں''۔ میں نے عرض کیا۔ حضور میں پڑھ لوں گا۔ حضور نے مسکراتے ہوئے فرمایا: ''مجھ سے تو کبھی کبھی اپنا لکھا خود نہیں پڑھا جاتا تم کیسے پڑھ لوگے''۔ ادھر مجھے یہ زعم کہ میں تو سیشن کورٹ کی ملازمت میں پولیس اہلکاروں کی کھدّری کاغذوں پر پنسل سے لکھی ہوئی ضمنیاں پڑھ لیتا رہا ہوں۔ میں نے پھر وہی گزارش دہرادی تو فرمایا: ''اچھا کوشش کر دیکھو۔ اگر سارے اشعار ٹھیک پڑھ لئے تو انعام ملے گا''۔ میں نے جب اشعار پر دو دفعہ نظر دوڑالی تو اجازت ملنے پر تمام اشعار تحت اللفظ پڑھ کر سنا دیئے۔ حضور خوش ہوئے، فرمایا۔ ''ٹھہرو میں تمہارا انعام لاتا ہوں''۔ اور چند منٹوں کے بعد حضور ایک پلیٹ پر شیشے کا ایک دودھ بھرا گلاس لے کر نمودار ہوئے۔ گلاس جالی دار نپکن سے ڈھکا ہوا تھا۔ فرمایا ''لو اسے پی لو''۔ اللہ رے خوش بختی۔ میں نے فوراً جالی ہٹائی اور پینا شروع کر دیا۔ دودھ گرم تھا۔ حضور نے میرا شوق اور میری بیتابی بھانپتے ہوئے متبسم لہجے میں فرمایا۔ ''دیکھو اس میں سے مَیں ہرگز نہیں پیوں گا۔ یہ سارا تمہارے ہی لئے ہے۔ آہستہ آہستہ پیو۔ دودھ گرم ہے۔ اگر گلا خراب ہوگیا تو کل میری نظم خراب پڑھوگے''۔ اس نظم کا مطلع تھا:

معصیت و گناہ سے دل مرا داغدار تھا
پھر بھی کسی کے وصل کے شوق میں بیقرار تھا

اخلاقِ عالیہ کی ایک جھلک

اور پھر یہ اعزاز، یہ شفقت، یہ کرم یہ سعادت مجھ کندہ ءناتراش کے لئے گویا وقف و مختص ہوگئی۔اور وہ بھی اس اخلاقِ عالیہ کے ساتھ کہ ہر سال دسمبر کے آغاز میں مجھے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کی طرف سے ایک ''رجسٹرڈ'' لفافہ ملتا کہ حضور فرماتے ہیں:''کیا آپ امسال ۲۷ یا ۲۸ دسمبر کو یا ۲۷ اور ۲۸ دسمبر دونوں دن میری نظم یا نظمیں پڑھ دیں گے؟'' ہر حساس قاری بخوبی اندازہ کرسکتا ہے کہ غلام کا کیا جواب ہوتا ہوگا۔ پھر کرم نامہ آتا کہ ۲۶ دسمبر کو فلاں وقت آ کر نظم لے جائیں۔ میرا معمول تھا کہ میں نظم شروع کرنے سے قبل تعارفاً کبھی ''کلامِ محمود'' بزبانِ ثاقبؔ، کبھی ''حضور ایدہ اللہ کے تازہ ترین منظوم ارشادات'' اور کبھی ''کلام الامام، امام الکلام'' کے الفاظ کہتا جنہیں سنتے ہی سامعین ہمہ تن گوش ہوجاتے اور مقطع تک ہمہ تن گوش ہی رہتے۔ عام طور پر حضور ۲۷ اور ۲۸ دسمبر کے لئے دو نظمیں کہہ لیا کرتے تھے لیکن جس سال صرف ایک نظم کہنے کی فرصت ملتی تو مجھے اپنی سلسلہ سے متعلق کوئی نظم یا نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنے کے لئے ارشاد فرما دیا جاتا۔

قیامِ پاکستان کے بعد بھی

یہ سلسلہ قیامِ پاکستان کے بعد دارالہجرۃ ربوہ میں بھی حضور کی آخری علالت تک اسی اہتمام سے جاری رہا۔ یہاں تک کہ علالت کے باعث ایک جلسہ سالانہ پر حضور ۲۷ دسمبر کو خطاب کے لئے تشریف نہ لا سکے اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد نے اپنی جلال انگیز آواز میں، لکھی ہوئی تقریر پڑھنے سے قبل، مجھے نظم پڑھنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ میں نے تعمیلِ ارشاد میں حضور کی صحت کے لئے ایک دعائیہ نظم پڑھی جسے عشاقِ احمدیت نے بہتے ہوئے آنسوؤں سے سنا۔لیکن مجھے خبر نہ تھی کہ ابھی ایک اور امتحان سے بھی گزرنا باقی ہے۔ ۲۸ دسمبر کو حضور پالکی میں بیٹھ کر جلسہ میں تشریف لے آئے اور تلاوت کے بعد اپنے مختصر ترین خطاب سے قبل فرمایا:''ثاقب کو بلاؤ اور کہو کہ وہ اپنی کل والی نظم پڑھے''۔حضور کی موجودگی میں حضور کی فرمودہ یا اپنی کوئی نظم پڑھتے وقت تو ویسے ہی حجاب، احترام، خوف اور فخر و انبساط کی ملی جلی کیفیت قلب و ذہن پر مستولی رہتی تھی۔مگر آج تو صورتحال کاملاً مختلف تھی۔ آج مجھے اپنے ان اشعار کو اسی مرکزِ حسن وخوبی کے سامنے پڑھنے کے مرحلہ سے گزرنا تھا جس کی صحت ونقاہت سے متعلق وہ کہے گئے تھے۔اللہ تعالیٰ کا فضل کہ یہ مرحلہ جوں توں گزر گیا۔ میں نے وہ اشعار پڑھے اور سننے والوں نے انہیں چیخوں اور کراہوں کے ساتھ سنا۔اس دعائیہ نظم کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

چشمِ میگوں میں یہ دلدوز سی حسرت کیا ہے
رُوئے روشن پہ پریشان سی نکہت کیا ہے
تجھ کو دیکھا تو بجھے دل کو قرار آ ہی گیا
تیری بیمار نگاہوں میں بھی برکت کیا ہے
جس نے ہر سانس لیا دینِ محمدؐ کے لئے
اس کی ہستی کے سوا، میری ضرورت کیا ہے
شمع افسردہ ہو پروانوں کی حالت معلوم
جانے اس کرب میں مالک کی مشیّت کیا ہے
ساری دنیا کے مریضوں کو شفا دے یا ربّ
آج معلوم ہوا ہے کہ علالت کیا ہے

لیکن الٰہی تقدیریں تو وارد ہوکر رہتی ہیں۔ مسیح موعود کا گرامی وار جمند فرزند دلبند ایک دن آسمان سے بلاوا آنے پر اپنے خالقِ حقیقی کی بارگاہ میں پہنچ گیا۔خلافتِ ثالثہ کا پہلا جلسہ سالانہ الٰہی سلسلوں کے کام تو نہیں رُکتے۔اس سال کے آخر میں بھی سالانہ جلسہ منعقد ہوا اور نگاہوں نے کرسیءصدارت پر سیدنا محمودؔ کی بجائے آپ کے پسرِ کامگار سیدنا ناصرؔ کو متمکن پایا۔تلاوت کلام پاک ہوچکی تو ارشاد ہوا نظم پڑھو اور آپ کے غلام نے ''پیمانِ شاعر'' کے عنوان سے درج ذیل ''نوحہ نما خیر مقدمیہ'' پڑھا۔

تو نے کی مشعلِ احساس فروزاں پیارے
دل بھلا کیسے بھلا دے ترا احساں پیارے
پہلے بخشا مرے بہکے ہوئے نغموں کو گُداز
پھر مری رُوح پہ کی درد کی افشاں پیارے
اب نگاہیں تجھے ڈھونڈیں بھی تو کس جا پائیں
جانے کب پائے سکوں یہ دلِ ویراں پیارے
شکرِ ایزد کہ تیری گود کا پالا آیا
اپنے دامن میں لئے دولتِ عرفاں پیارے
فکر میں جس کے سرایت تیری تخئیل کی ضو
گفتگو میں بھی وہی حُسن نمایاں پیارے

دیکھ کر اس کو لگی دل کی بجھا لیتا ہوں
آنے والے پہ نہ کیوں جان ہو قُرباں پیارے
تیری اس شمع کا پروانہ صفت ہوگا طواف
تیرے ثاقبؔ کا ہے اب تجھ سے یہ پیماں پیارے

اگلی صبح جب میں جلسہ گاہ میں پہنچا۔ تو ناظر صاحب اصلاح وارشاد نے مجھے حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کا یہ ارشاد پہنچایا کہ! ''ثاقبؔ ہماری (خواتین کی) جلسہ گاہ میں آکر اپنی کل والی نظم پڑھیں''۔

اس رقعہ کو پڑھ کر مجھے احساس ہوا کہ میں نے کل کیا کچھ کہہ دیا ہے اور سننے والوں نے اس ''نوحہ نما خیر مقدمیئے'' کو کن کانوں سے سنا ہے۔ مگر یہ مرحلہ میرے لئے کسی امتحان سے کم نہ تھا۔ میں نے اس سے بچنے کی کوشش کرتے ہوئے ناظر صاحب محترم سے گزارش کی کہ نظم ٹیپ ہوچکی ہے۔ آپ وہ ٹیپ وہاں بھجوادیں۔ موصوف نے تو تعاون کیا۔ لیکن چند منٹوں کے بعد جواب آیا: ''جب ثاقب موجود ہے تو ٹیپ پہ کیوں اکتفا کیا جائے''۔

جس کے بعد سرتابی ومعذرت کی تمام جراءتیں ختم ہوگئیں۔ پہنچا تو حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے ان الفاظ میں نظم کا تعارف کرایا: ''اب آپ ثاقب زیروی صاحب کی زبانی اُن کی دلوں کو آنسوؤں سے دھوکر ان میں نئے امام کی محبت بھر دینے والی نظم سنئے''۔ اور پھر نظم پڑھتے ہوئے میری ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی جو سسکیاں میری سماعت سے ٹکرائیں، میرا دل اِس وقت بھی اُنہیں سن رہا ہے۔

سیاست دین بن گئی خلافتِ ثالثہ کے دور میں پاکستان کی سیاست نے ایسا رنگ بدلا کہ دین کا لبادہ اوڑھ لیا۔ دلائل و براہین سے عاجز آئے ہوئے مولویوں کے طائفہ نے حکومتی غلام گردشوں کا طواف شروع کردیا اور بوالہوس مقتدرنے اپنے دورِ حکومت کو طول دینے کے لئے اللہ تعالیٰ کے احکامات، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور قرآنِ کریم کے تمام فرامین کو بالائے طاق رکھ کر خدائے جبّار وقہار کے غضب کو للکارتے ہوئے پاکستان میں جماعت احمدیہ کے لکھوکھہا افراد کو غیر مسلم قرار دے دیا جس سے اس عاجز کی سوچ کا انداز تبدیل ہوگیا۔ جلسہ سالانہ اس سال بھی ہوا۔ وارفتگانِ احمدیت مرکزِ سلسلہ میں جوق در جوق پہنچے۔ اس سال ۲۷ دسمبر کو میں نے حضرت سیدنا ناصرؔ کے ارشاد پر حالاتِ حاضرہ پر یہ نظم پڑھی

یہ بجا کہ راستہ پُر خطر ہے سِتم کی رات سیاہ بھی
مگر اہل دل کو ہو فکر کیوں کہ جنُوں ہے مشعلِ راہ بھی
جو گزر گئی ہیں قیامتیں، نہ کہیں گے اُن کی حکائتیں
کوئی کرلے ظلم کی انتہا، نہ کریں گے ہم کوئی آہ بھی
جو لگے تھے زخم وہ سی لئے، جو ملے تھے اشک وہ پی لئے
درِ شکوہ سارے ہی بند ہیں، نہ سنو گے دل کی کراہ بھی
میں فدائے دین ہدیٰ بھی ہوں، درِ مصطفیؐ کا گدا بھی ہوں
میری فردِ جُرم میں درج ہو، میرے سر پہ ہے یہ گناہ بھی
تیرے پاس ثاقبؔ بے نوا، ہیں یہ سب خدا کی امانتیں
اُسی در پہ جا کہ جھکا ئیو یہ جبیں بھی، دل بھی، نگاہ بھی

مختصر لیکن بہترین تبصرہ اس جلسہ سالانہ پر حکومت نے جلسہ گاہ کے اردگرد خصوصی پولیس خاص طور پر متعین کی تھی۔ نظم پڑھنے کے بعد میں نے بیتابانہ معانقے کرنے والوں کے چہروں کو دیکھ کر محسوس کیا کہ جیسے میں نے اپنے دل ہی کی نہیں اُن کے دل کی بات بھی کہی ہے۔ مگر اگلی صبح ایک عجیب وغریب واقعہ ہوا۔ میں جلسہ گاہ کی اسٹیج کے پاس پہنچا تو ناظر صاحب امورعامہ چودھری ظہور احمد صاحب باجوہ نے مجھے ایک طرف لے جا کر بتایا کہ ایک ''ایس پی'' تمہیں رات سے ڈھونڈ رہا ہے۔ میں نے کہا ''پاگل ہے اب ڈھونڈنے کا کیا فائدہ؟ نظم تو میں نے پڑھ لی۔ اِس بات کا حضور کو علم تو نہیں ہوا؟'' جواب ملا۔ وہ تو میں نے بتادیا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ باجوہ صاحب نے مضطرب ہو کر حضور کو بھی پریشان کیا۔ میں نے کہا میں اسٹیج پر فلاں جگہ بیٹھوں گا اگر اب وہ ایس پی صاحب یا اُن کا کوئی ماتحت پولیس افسر ادھر آ نکلے تو مجھے بلوالینا۔ تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے مجھے باہر آنے کا اشارہ کیا۔ میں اسٹیج سے اُترا تو دیکھا کہ میرے ایک پُرانے شناسا ادب پرست پولیس افسر ہیں۔ قریب آئے اور ہم بڑی گرمجوشی سے جو ایک دوسرے سے لپٹے تو باجوہ صاحب کے چہرے پر اطمینان کی لہر دوڑ گئی۔ میں نے حیرت سے پوچھا۔ ''شاہ جی! اتنے سارے پھول کیسے لگ گئے؟'' کہنے لگے ''آج ہم سات سال کے بعد مل رہے ہیں۔ کیا سات سال میں مجھ ایسے لائق پولیس افسر کا انسپکٹر سے ایس پی ہوجانا اچنبھے کی بات ہے؟'' اسٹیج کے پیچھے حضرت مولوی محمد دین صاحب کے لئے جیپ کھڑی تھی۔

مکرم باجوہ صاحب، حضرت چودھری احمد مختار صاحب، مولانا احمد خان نسیم، شاہ صاحب (ایس پی) اور خاکسار کو لے کر اس میں جا بیٹھے۔ اور مہمان کی چائے اور خشک میووں سے تواضع کی۔ پھر شاہ صاحب اپنے ماتحت افسروں کے ساتھ راؤنڈ پر چلے گئے اور میں بھاگا بھاگا قصرِ خلافت پہنچا کہ حضور کی پریشانی دور کروں۔ اس وقت شاید سیالکوٹ کی جماعت کی ملاقات ہو رہی تھی۔ حضور نے مجھے دیکھا۔ میرے چہرے کا بغور جائزہ لیا کہ پریشان نہیں ہے۔ پھر اشارے سے اپنے پاس بلایا۔ دو منٹ کے لئے ملاقات روک دی گئی۔ میں نے من وعن سارا واقعہ سنایا تو حضور اپنے مزاج اور عادت کے خلاف بے ساختہ کھلکھلا کر ہنس پڑے اور فرمایا۔ ''لو تمہارا ''جہاں میں ہوں'' (لاہور کا ایک مستقل کالم) بن گیا''۔ اس سے بہتر اور جامع تبصرہ اس صورت حال پر نہیں ہو سکتا۔

حالات حاضرہ کی عکاسی.... یہ ماہ وسال ہی ایسے تھے کہ ان سالوں میں جلسہ سالانہ پر ۲۷ دسمبر کو میرا ''حالاتِ حاضرہ'' پر نظم پڑھنا معمول کا رنگ اختیار کر گیا جو ۱۹۸۳ء تک جاری رہا۔ ان سالوں میں پڑھی جانے والی دو ایک نظموں کے چند اشعار پیش خدمت ہیں۔(۱)

وہ جو گرد سی تھی جمی ہوئی وہ جبیں سے ہم نے اُتار دی
شبِ غم اگرچہ طویل تھی شبِ غم بھی ہنس کے گزار دی
نہ بُجھا سکیں اُنہیں آندھیاں جو چراغ ہم نے جلائے تھے
کبھی لَو ذرا سی جو کم ہوئی تو لہُو سے ہم نے اُبھار دی
وُہی ٹھہرے مَورِ دِکفر بھی جنہیں دین جاں سے عزیز تھا
وُہی خار بن کے کھٹک رہے ہیں جنہوں نے فصلِ بہار دی

(۲)

مے کی مانند ہر ایک جام میں ڈھلتے رہنا
ہم نے سیکھا نہیں ایمان بدلتے رہنا
ٹھوکریں کھا کے بہر گام سنبھلتے رہنا
دوستو! تُم کو قسم ہے یونہی چلتے رہنا
خود بخود دے گی صدا تم کو کناروں کی ہوا
دل میں موجوں کی تڑپ لے کے مچلتے رہنا
گلشنِ دینِ محمدؐ کے مہکتے پھولو
لاکھ ہوں جورِ خزاں پھولتے پھلتے رہنا
اور بھی آئیں گے اِن راہوں میں کچھ سخت مقام
عزم کی شمع لئے سینوں میں چلتے رہنا

ایک اور سرکش

یہاں تک کہ ۱۹۷۷ء میں مقتدرِ وقت پسِ زنداں پہنچ گیا۔ چنانچہ میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سیدنا ناصرؒ کی اجازت سے ۷۷ء کے جلسہ سالانہ میں ۲۷ دسمبر کو ایک نظم ''انجام'' کے عنوان سے پڑھی جس کے چند اشعار یوں تھے۔

فرصت ہے کسے جو سوچ سکے پس منظر ان افسانوں کا
کیوں خوابِ طرب سب خواب ہوئے کیوں خون ہوا ارمانوں کا
طاقت کے نشے میں چور تھے جو توفیق نظر جن کو نہ ملی
مفہوم نہ سمجھے وہ ناداں قدرت کے لکھے فرمانوں کا
پستے ہیں بالآخر وہ اِک دن اپنے ہی ستم کی چکّی میں
انجام یہی ہوتا آیا فرعونوں کا ہامانوں کا
جب زخم لگیں تو چہروں پر پھولوں کا تبسم لہرائے
فرزانوں کا اتنا ظرف کہاں، یہ حوصلہ ہے دیوانوں کا
اے صبر و رضا کے متوالو، اُٹھو تو سہی، دیکھو تو سہی
طُوفانوں کے مالک نے آخر رُخ پھیر دیا طوفانوں کا
اب آئے جو یار کی محفل میں جاں رکھ کے ہتھیلی پر آئے
اس راہ پہ ہر سُو پہرہ ہے کم فہموں کا نادانوں کا
آندھی کی طرح جو اُٹھے تھے وہ گرد کی صورت بیٹھے ہیں
ہے میری نگاہوں میں ثاقبؔ انجام بلند ایوانوں کا

۱۹۷۷ء کے اس جلسہ سالانہ میں جھنگ کے ڈپٹی کمشنر اور ایس پی کے علاوہ حکومت کی طرف سے ایک فوجی کرنیل صاحب بھی اون ڈیوٹی (on duty) تھے۔ راولپنڈی کے ایک صحافی نے جو رپورٹنگ کے لئے بطورِ خاص آئے تھے بتایا کہ نظم پڑھے جانے کے دوران حاضرین کے بے محابا جوش وخروش اور نعرہ بازی کو دیکھ کر (جسے موصوف ''اشتعال'' سمجھتے تھے) کرنل صاحب بہت مضطرب تھے۔ انہوں نے دو ایک دفعہ بڑے اضطراب سے کہا کہ ''مجمع قابو سے باہر ہوتا جا رہا ہے''۔ جب تیسری دفعہ بھی انہوں نے اسی رنگ میں اپنے اضطراب کا اظہار کیا تو ڈپٹی کمشنر (جھنگ) نے چند منٹ اور صبر وضبط سے نظارہ دیکھنے کی استدعا کرتے ہوئے کہا:۔ ''آپ شاید اس جماعت کے مزاج سے واقف نہیں۔ نظم ختم ہونے کے بعد جونہی اس کے امام مائیک کے

سامنے آئیں گے۔ آپ کو یوں محسوس ہوگا جیسے یہاں کوئی بیٹھا ہوا ہی نہیں''۔ اور وہی ہوا۔ جونہی مرزا صاحب نے سورۃ فاتحہ کی تلاوت شروع کی ہر طرف ایک گھمبیر سناٹا چھا گیا۔ جس پر کرنل صاحب نے بڑی حیرت سے کہا: ''یہ کس ملک کے باشندے ہیں؟ کس قدر کنٹرول ہے انہیں اپنے جذبات پر''۔

۲۸ دسمبر کو نعتِ رسولؐ ربوہ کے جلسوں میں

۲۸ دسمبر کو میں حضرت خلیفۃ المسیح کی علمی تقریر کی رعایت سے نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتا تھا گو ۱۹۷۴ء کے بعد نعتوں میں بھی دلی کرب کا اظہار ہونے لگا تھا۔ ایسی نعتوں کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

شعور دے کے محمدؐ کے آستانے کا
مزاج بدلیں گے ہم اس نئے زمانے کا
یہ میرا دل جسے دنیا بھی دل ہی کہتی ہے
یہ ایک جام ہے یثرب کے بادہ خانے کا
مرے سفینۂ ہستی کے ناخدا ہیں حضورؐ
مجھے نہیں کوئی اندیشہ ڈوب جانے کا
زہے نصیب کہ میرا لہو بھی کام آئے
مجھے جنوں ہے چراغِ حرم جلانے کا
زمانہ جتنے ستم چاہے توڑ لے ثاقبؔ
دلوں سے عشقِ محمدؐ نہیں ہے جانے کا
ہر التجا سے پہلے۔ ہر اک التجا کے بعد
آتا ہے لب پہ نام محمدؐ خدا کے بعد
ہے ذاتِ حق حضورؐ کی صورت میں جلوہ گر
آئینے سب ہیں ماند رُخِ مصطفٰےؐ کے بعد
ہے کون بدنصیب جو باندھے گا غیر سے
عہد وفا۔ حضورؐ سے عہدِ وفا کے بعد
یا رب مجھے بنا دے درِ مصطفٰےؐ کی خاک
مانگوں گا اب نہ کوئی دعا اس دعا کے بعد
ثاقبؔ پہ ہو حضورؐ! کبھی وہ عطائے خاص
رہتی نہیں ہے کوئی طلب جس عطا کے بعد
جمالِ مہر و وفا کے قصے۔ کمال صدق و صفا کی باتیں
جو ہو سکے تو سنائے جاؤں تمہیں حبیبؐ خدا کی باتیں
وہی ہیں اوّل، وہی ہیں آخر، وہی ہیں ظاہر، وہی ہیں باطن
رہیں گی تا حشر اب زبانوں پہ خاتم الانبیاءؑ کی باتیں
میں داعی دینِ مصطفٰےؐ ہوں فدائی دینِ مجتبٰیؐ ہوں
ڈرا سکیں گی نہ میرے دل کو کبھی سزا و جزا کی باتیں
قدم قدم ان کی رہنمائی جہاں جہاں ان کی روشنائی
فضا میں پھیلی ہوئی ہیں اب تک سکوتِ غارِ حرا کی باتیں
مری لگن ان کا آستاں ہے یہی تڑپ تو متاعِ جاں ہے
کبھی تو ہوں گی شفیعِ محشرؐ سے ثاقبِ بینوا کی باتیں

نگاہِ خلافت

خلافتِ ثالثہ کے دور میں جماعت کی مخالفت زیادہ ہونے لگی تھی اور زبان وقلم پر قدغنوں میں آئے دن اضافہ ہوتا رہتا تھا۔ میرا معمول تھا کہ جلسہ میں پڑھی جانے والی نظم ہو یا نعت، میں کسی نہ کسی رنگ میں حضور کو دکھا ضرور دیتا تھا۔ حضور کاغذ میرے ہاتھ سے لیتے، رواروی میں اُس پر ایک سرسری نگاہ دوڑاتے اور کاغذ مجھے واپس دے دیتے۔ جس پر مجھے یہ وہم سا تھا کہ شاید حضور صرف حسن ظنی بھری نگاہ سے دیکھتے ہیں، پڑھتے نہیں۔ جبکہ میرے دکھانے کا مقصد تو یہ تھا کہ چونکہ مجھے یہ اشعار حضور کی موجودگی میں پڑھنے ہیں اس لئے ان کی ذمہ داری حضور پر بھی آسکتی ہے۔ اسی طرح ایک سال میں نے اپنی ایک نعت حضور کی خدمت میں مطالعہ وملاحظہ کے لئے پیش کی جس کا ایک شعر یوں تھا۔

پڑی ہے دھوم زمانے میں حسن یوسف کی
وہ عکس تیرےؐ ہی سائے کا ہوبہو ہوگا

حضور نے نعت دیکھی اور اس پر معمول کی ایک نظر دوڑانے کے بعد مجھے لوٹا دی یہ فرما کر کہ ''ہاں پڑھ دیں''۔ اس کے بعد کوئی آدھ گھنٹے تک یہ غلام خدمت میں حاضر رہا۔ بالآخر جب رخصت ہونے لگا تو فرمایا۔ ''وہ حسن یوسف والا کیا شعر تھا؟'' میں نے پڑھا تو بڑے ہی کریمانہ لب و لہجے میں فرمایا ''حضرت یوسف کی نبوت تو واقعی نبوت تھی، عکسِ نبوت تو نہ تھی''۔

میں نے فوراً عرض کیا۔ حضور یہ شعر نہیں پڑھوں گا۔ فرمایا۔ ''ہاں نہ پڑھیں''۔ اس کے ساتھ ہی مجھ پر یہ حقیقت بھی واضح ہوگئی کہ نگاہِ خلافت کس قدر جلد اشعار میں مضمر بنیادی مفاہیم کو پا جاتی ہے۔ جس کے بعد میرا دل اپنی اس فکری لغزش پر دیر تک استغفار کرتا رہا۔

(مطبوعہ: الفضل انٹرنیشنل ۲۶ جولائی ۲۰۰۲ء تا ۸ اگست ۲۰۰۲ء)

7 ستمبر 1974ء یوم الفرقان

(عاصی صحرائی)

7 ستمبر 1974ء کو اس وقت کی قومی اسمبلی نے ایک فیصلہ کیا جسے جماعت احمدیہ کے مخالفین نے بظاہر اپنی فتح قرار دیا لیکن قرآن وحدیث کی رو سے اس فیصلہ کی کیا حیثیت ہے اور یہ فیصلہ کیسے ہوا اور کس طرح جماعت احمدیہ کی سچائی کے لئے ایک عظیم الشان نشان بن گیا اس حقیقت کو واضح کرنے کے لئے درج ذیل حوالہ جات پیش کئے جاتے ہیں۔

1۔ فیصلہ کا اختیار

اس سلسلہ میں سب سے پہلے ایک اصولی سوال طے کرنے کی ضرورت ہے کہ کیا دنیا کی کوئی اسمبلی کسی شخص سے اس کا یہ بنیادی حق چھین سکتی ہے کہ وہ جس مسلک کی طرف چاہے منسوب ہو یا مذہبی امور میں دخل اندازی کرتے ہوئے اس بات کا فیصلہ کرے کہ کسی جماعت یا فرد کا کیا مذہب ہے اس سوال کا جواب ہمیں نفی میں ملتا ہے کیونکہ:۔

(i)۔قرآن کریم کسی اسمبلی یا فرد کو اختیار نہیں دیتا کہ وہ کسی شخص کے مذہب کے بارہ میں جبراً کوئی فیصلہ کرے جیسے فرمایا

لَآ اِکۡرَاہَ فِی الدِّیۡنِ (البقرہ:257)

یعنی دین کے معاملہ میں کسی قسم کا جبر جائز نہیں۔

اس آیت کی رو سے دین کے معاملہ میں کسی فرد کے متعلق جبراً کوئی فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے۔

پھر فرمایا:۔

قَالَتِ الۡاَعۡرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلۡ لَّمۡ تُؤۡمِنُوۡا وَ لٰکِنۡ قُوۡلُوۡۤا اَسۡلَمۡنَا وَ لَمَّا یَدۡخُلِ الۡاِیۡمَانُ فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ (سورۃ الحجرات:15)

عرب کے جنگلی لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ تو ان سے کہہ دے کہ تم حقیقتاً ایمان نہیں لائے۔ لیکن ہاں تم کہہ سکتے ہو کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں کیونکہ ابھی تک تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا۔

اس آیت کی رو سے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو بھی اپنے آپ کو مسلمان کہنے کا حق دیتا ہے جنہوں نے اسلام لانے کا صرف دعویٰ کیا ہے لیکن ایمان ان کے دلوں میں ابھی داخل نہیں ہوا۔ اس لئے کسی فرد یا ادارے کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اسلام کا دعویٰ کرنے والے شخص کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دے۔

(ii)۔اقوام متحدہ کے دستور العمل میں انسان کا یہ بنیادی حق تسلیم کیا گیا ہے کہ وہ جس مذہب کی طرف چاہے منسوب ہو۔

(iii)۔ پاکستان کے دستور اساسی کی دفعہ نمبر 20 میں ہر پاکستانی کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ جس مذہب کو چاہے اپنا لے۔

(iv)۔فطرت انسانی اور عقل بھی کسی اسمبلی کو یہ اختیار نہیں دیتی کہ کسی شخص یا فرقے کو اس حق سے محروم کیا جائے کہ وہ جس مذہب کو چاہے اختیار کرلے۔ اگر اس اصول کو تسلیم کرلیا جائے کہ ایک ملک کی اسمبلی یا اکثریت کسی فرقہ کے مذہب کا فیصلہ خود کرے تو یہ اختیار تمام ممالک کو دینا ہوگا۔ اس اصول کی رو سے ہندو یا عیسائی اکثریت والے فرقوں کو یہ اختیار ہوگا کہ وہ کسی دوسرے ہندو یا عیسائی فرقے کو اپنی اسمبلی سے غیر ہندو وغیر عیسائی قرار دلوائیں یا ایسا ملک جہاں ہندو یا عیسائی اکثریت میں ہیں اس ملک کی اسمبلی وہاں کی مسلمان اقلیت کے مذہب کا فیصلہ کرے۔ اس طرح یہ ایک نہایت ہی مضحکہ خیز صورت بن جائے گی۔

2۔ آنحضرت ﷺ کے الفاظ میں مسلمان کی تعریف

(i)۔ایک دفعہ مدینہ منورہ میں آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کی فہرست تیار کرنے کا ارشاد فرمایا اور یہ ہدایت فرمائی کہ

وَاکۡتُبُوۡا اِلٰی مَنۡ یَّلَفَّظَ بِالۡاِسۡلَامِ مِنَ النَّاسِ

(بخاری کتاب الجہاد باب کتابة الامام الناس)

کہ لوگوں میں سے جو شخص اپنی زبان سے اسلام کا اقرار کرتا ہے اس کا نام

میرے لئے تیار ہونے والی فہرست میں لکھ لو۔

(ii)۔مَنْ صَلّٰی صَلوٰتَنَا وَ اسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَاَکَلَ ذَبِیْحَتَنَا فَذَالِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِیْ لَهٗ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ رَسُوْلِهٖ فَلَا تَخْفِرُوا اللّٰهَ فِیْ ذِمَّتِهٖ

(صحیح بخاری کتاب الصلوۃ باب فضل استقبال القبلة)

ترجمہ:۔جو شخص بھی ہمارے قبلہ (یعنی کعبہ) کی طرف منہ کر کے مسلمانوں کی سی نماز پڑھے اور مسلمانوں کا ذبیحہ کھائے پس وہ مسلمان ہے جس کو خدا اور اس کے رسول کی ضمانت حاصل ہے۔ پس تم خدا اور رسولؐ کی ضمانت کو مت توڑو۔

(iii)۔حضرت اسامہ بن زیدؓ نے ایک دشمن کو پکڑا تو اس نے کلمہ توحید پڑھ دیا۔لیکن انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ جب آنحضورﷺ کے سامنے اس واقعہ کا ذکر ہوا تو آپؐ نے فرمایا:

اے اسامہ تم نے اسے کلمہ توحید پڑھ لینے کے باوجود قتل کر دیا؟ انہوں نے عرض کی اے اللہ کے رسولؐ اس نے ہتھیار کے ڈر سے ایسا کہا تھا۔ تو آپؐ نے فرمایا اَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهٖ حَتّٰی تَعْلَمَ اَقَالَهَا اَمْ لَا (بخاری کتاب المغازی باب اسامہ بن زید) کہ کیا تو نے اس کا دل چیر کے دیکھا کہ اس نے دل سے کہا یا نہیں؟ آپ بار بار یہ بات دہراتے جاتے تھے۔

3۔آئین کی رو سے مسلمان کی نئی تعریف

''کوئی آدمی جو آنحضرتﷺ کے خاتم النبیین ہونے پر غیر مشروط اور قطعی یقین نہیں رکھتا جو آخری نبی ہیں یا جو آنحضرتؐ کے بعد کسی بھی مفہوم یا کسی بھی تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعویدار ہو یا کسی ایسے مدعی کو پیغمبر یا مذہبی مصلح مانتا ہو وہ قانون اور آئین کی اغراض کے لئے مسلمان نہیں ہے''۔

(آئین کی دوسری ترمیم 7 ستمبر 1974ء)

4۔فیصلہ کیسے ہوا؟

(i)۔مولانا مفتی محمود بتاتے ہیں۔

''اسمبلی میں قرارداد پیش ہوئی اور اس پر بحث کے لئے پوری اسمبلی کو کمیٹی کی شکل دے دی گئی۔ کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا کہ مرزائیوں کی دونوں جماعتیں خواہ لاہوری ہوں یا قادیانی ان کو اسمبلی میں لایا جائے اور ان کا مؤقف سنا جائے ---جب اسمبلی ہال میں میرزا ناصر آیا تو قمیص پہنے ہوئے اور شلوار و شیروانی میں ملبوس بڑی پگڑی، طرّہ لگائے ہوئے تھا اور سفید داڑھی تھی تو ممبران نے دیکھ کر کہا کیا یہ شکل کافر کی ہے اور جب وہ بیان پڑھتا تھا تو قرآن مجید کی آیتیں پڑھتا تھا اور جب آنحضورﷺ کا نام لیتا تھا تو درود شریف بھی پڑھتا تھا اور تم اسے کافر کہتے ہو اور دشمن رسول کہتے ہو؟''۔

(ہفت روزہ ''لولاک'' لائلپور۔28 دسمبر 1975ء صفحہ 17، 18)

(ii)۔الطاف حسین قریشی مدیر ''اردو ڈائجسٹ'' لاہور کا تبصرہ

''بحث 6 ستمبر تک چلتی رہی اور کچھ طے نہ پایا کہ دستوری ترمیم کے الفاظ کیا ہوں گے۔ 7 ستمبر کو 4 بجے تک ایک غیر سرکاری مسودے پر مختلف پارلیمانی قائدین کے مابین گفت و شنید ہوتی رہی۔ ہونا یہ چاہئے تھا کہ خفیہ کارروائی کے نتیجہ میں ایک بل تیار ہوتا اور اس پر قومی اسمبلی کی مختلف کمیٹیوں میں غور ہوتا اور اس کے بعد اسے بحث و تمحیص کے لئے ایوان میں پیش کر دیا جاتا ---(لیکن) پانچ بجے کے قریب بل پڑھ کر سنا یا گیا اور ایک گھنٹے کے اندر اندر اسے اتفاق رائے سے منظور کر لیا گیا اور ضابطوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اسی رات سینٹ کا اجلاس طلب ہوا اور اس ایوان میں بھی کچھ وقت نہ لگا۔ ایسی رواروی اور گہما گہمی میں کچھ بھی غور و فکر نہ ہوا اور دوسری آئینی ترمیم میں چند بنیادی خامیاں رہ گئیں''۔(اردو ڈائجسٹ لاہور۔دسمبر 1975ء صفحہ 57)

(iii)۔الطاف حسین قریشی صاحب نے مزید لکھا:۔

''جناب بھٹو نے مذہبی جذبہ کے تحت قادیانیوں کو غیر مسلم قرار نہیں دیا تھا پھر کیا وہ ایک سیاسی فیصلہ تھا واقعات اس کٹھن سوال کا جواب اثبات میں دیتے ہیں''۔(اردو ڈائجسٹ لاہور مارچ 1976ء)

5۔فیصلہ پر غیروں کا ردعمل

(i)۔''وزیر اعظم بھٹو کی درازیٔ عمر کی دعا کرنے کی اپیل جمعیت علماء اسلام کے صدر مولانا زاہر القاسمی نے کہا کہ------

وزیر اعظم بھٹو کے جرأتمندانہ اور بروقت اقدام کے سبب پاکستان صحیح معنوں میں اسلامی ملک بن گیا ہے۔ انہوں نے یہ بات کل شام ایک مقامی

ہوٹل میں جمعیت کے زیر اہتمام استقبالیہ سے خطاب کرتے ہوئے کہی۔۔۔ مولانا قاسمی نے کہا کہ اب پاکستانی پاکستان کو اسلام کا قلعہ کہنے میں فخر محسوس کر سکتے ہیں۔ انہوں نے وزیر اعظم بھٹو کی ولولہ انگیز قیادت کو زبردست خراج تحسین پیش کرتے ہوئے انہیں اسلامی اتحاد کی علامت قرار دیا۔

بادشاہی مسجد لاہور کے خطیب مولانا قادر آزاد نے کہا کہ مسٹر بھٹو نے جتنی اسلام کی خدمت کی ہے اتنی دوسرے کسی پاکستانی نے نہیں کی۔ اس موقع پر منظور کی گئی قرارداد میں۔۔۔ ملک بھر کے عالموں سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ 13 ستمبر کو جمعہ کی نماز کے بعد وزیر اعظم بھٹو کی درازیٔ عمر کے لئے دعا کریں"۔

(اخبار جنگ کراچی 11 ستمبر 1974ء)

6۔فیصلہ پر جماعت احمدیہ کا ردعمل

(i)۔ جماعت احمدیہ نے 1974ء میں قومی اسمبلی میں اپنے مؤقف کی وضاحت کے لئے ایک محضر نامہ پیش کیا جس میں قومی اسمبلی کو متنبہ کرتے ہوئے لکھا:۔

"پاکستان کی قومی اسمبلی ایسے معاملات پر غور کرنے اور فیصلہ کرنے سے گریز کرے جن کے متعلق فیصلہ کرنا اور غور کرنا۔۔۔ قرآن کریم کی تعلیم اور ارشادات کے بھی سراسر منافی ہے اور بہت سی خرابیوں اور فساد کو دعوت دینے کا پیش خیمہ ہو سکتا ہے"۔ (محضر نامہ صفحہ 1 ۔ ناشر اسلام انٹرنیشنل پبلی کیشنز UK)

(ii)۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے خطبہ جمعہ میں فرمایا:۔

"جس دن قومی اسمبلی کے سارے ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی بنی اس بات نے کہ اجلاس خفیہ ہوگا مجھے پریشان کیا اور میں نے بڑی دعائیں کیں۔ یہ بھی دعا کہ اے خدا خفیہ اجلاس ہے پتہ نہیں ہمارے خلاف کیا تدبیر کی جائے۔۔۔۔ بتا میں کیا کروں۔۔۔۔ اور صبح اللہ تعالیٰ نے بڑے پیار سے مجھے یہ کہا وَسِّعْ مَكَانَكَ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ کہ ہمارے مہمانوں کا تم خیال کرو اور اپنے مکانوں میں مہمانوں کی خاطر وسعت پیدا کرو اور جو یہ منصوبے جماعت کے خلاف ہیں۔ ان منصوبوں کے دفاع کے لئے تیرے لئے ہم کافی ہیں تو تسلی ہوئی"۔

(الفضل 11 دسمبر 1974ء)

پھر امام جماعت احمدیہ نے احباب جماعت کو یہ دعا کرنے کی تحریک فرمائی وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَّا يَرْحَمُنَا (اے اللہ ہم پر) کوئی ایسا شخص مسلط نہ کر جو ہم پر رحم نہ کرے۔ (افتتاحی خطاب جلسہ سالانہ 1975ء۔ از حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ۔ الفضل 21 فروری 1976ء)

7۔فیصلہ کرنے والے کا انجام

اسمبلی کے سربراہ کو چند سال بعد 18 مارچ 1978ء کو پنجاب ہائی کورٹ نے قتل کے ایک کیس میں سزائے موت سنادی اور 6 فروری 1979ء کو سپریم کورٹ نے اس سزا کی توثیق کر دی۔

حضرت بانی جماعت احمدیہ نے الہام الٰہی کی بنا پر یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ جماعت کا ایک شدید مخالف 52 سال کی عمر میں عبرتناک موت کا شکار ہوگا۔ چنانچہ کراچی کے اخبار "وحدت" نے لکھا کہ بھٹو کی سزائے موت کو ایک سال کے لئے مؤخر کر دیا جائے تا کہ قادیانی یہ نہ کہیں کہ مرزا صاحب کی پیشگوئی پوری ہوگئی۔

آتش فشاں لاہور مئی 1981ء صفحہ 12 پر پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کا انٹرویو شائع ہوا جس میں آپ نے اس اخبار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

"کراچی کے کسی اخبار میں چھپا بھی تھا کہ کم سے کم اس کو ایک سال مہلت دینی چاہیے ورنہ مرزائی کہیں گے ہماری پیشگوئی پوری ہوگئی"۔

لیکن علماء کی ان اپیلوں کے باوجود 3 اپریل 1979ء کو فیصلہ کرنے والی اسمبلی کے سربراہ کو 52 سال کی عمر میں تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔

بھٹو صاحب کو پھانسی کی سزا دینے والی عدالت کے چیف جسٹس مولوی مشتاق حسین سے کچھ عرصہ بعد انٹرویو میں پوچھا گیا:

"بعض حلقوں کا خیال ہے کہ بھٹو کو پھانسی لگانے کا سامان اس کے وکیلوں اور قانونی مشیروں نے کیا؟ تو انہوں نے جواب دیا "سب سے بڑی منصف خدا کی ذات ہے بھٹو کا فیصلہ آسمانوں پر لکھا جا چکا تھا"۔

(ماہنامہ "مون ڈائجسٹ" اپریل 1984ء۔ صفحہ 22)

8۔فیصلہ کرنے والی اسمبلی

ان اراکین اسمبلی کے بارے میں ضیاء حکومت نے ایک قرطاس ابیض (White Paper) شائع کیا اوران میں سے بیشتر کے لئے ایسے شواہد مہیا کئے جس نے انہیں خائن، راشی، جھوٹا، بدمعاملہ، بدعنوان، شرابی، زانی، اغوا میں ملوث، رسہ گیر، اسمگلر، تخریب کار وغیرہ قرار دیا۔

(قرطاس ابیض بھٹو کا دور حکومت جلد سوم صفحہ 182 تا 185)

9۔ایک عظیم الشان پیشگوئی

(i)۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

"اِنَّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰی ثِنْتَیْنِ وَ سَبْعِیْنَ مِلَّۃً وَ تَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلَاثٍ وَّ سَبْعِیْنَ مِلَّۃً کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّۃً وَّاحِدَۃً قَالُوْا مَنْ ھِیَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ"

(ترمذی ابواب الایمان باب افتراق ھذہ الامۃ)

ترجمہ:۔بنی اسرائیل 72 فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت 73 فرقوں میں بٹ جائے گی لیکن ایک فرقہ کے سوا سب جہنم میں جائیں گے۔صحابہؓ نے پوچھا یہ ناجی فرقہ کون سا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ فرقہ جو میری اور میرے اصحابؓ کی سنت پر عمل پیرا ہوگا۔

(ii)۔مولوی مودودی صاحب اس پیشگوئی کی وضاحت یوں کرتے ہیں:۔

''اس حدیث میں اس جماعت کی دو علامتیں نمایاں طور پر یہ بیان کردی گئی ہیں ایک تو یہ کہ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے طریق پر ہوگی اور دوسری یہ کہ نہایت اقلیت میں ہوگی''۔

(ترجمان القرآن جنوری، فروری 1945ء صفحہ 176۔مرتبہ سید ابوالاعلی مودودی)

10۔پیشگوئی کا ظہور بہتر 72 اور ایک

(i)۔''آج مرزائے قادیان کی مخالفت میں امت کے 72 فرقے متحد و متفق ہیں۔حنفی اور وہابی، دیوبندی، بریلوی، شیعہ، سنی، اہل حدیث سب کے علماء تمام پیر اور تمام صوفی اسی مطالبہ پر متفق و متحد ہیں کہ مرزائی کافر ہیں اور انہیں مسلمانوں سے ایک علیحدہ اقلیت قرار دو''۔

(اخبار زمیندار 5 نومبر 1952ء صفحہ 2۔تحریر مولوی اختر علی خان)

(ii)۔بہتر 72 فرقوں کے اجماع کا عملی اظہار:۔

''اسلام کی تاریخ میں اس قدر پورے طور پر کسی اہم مسئلہ پر کبھی اجماع امت نہیں ہوا۔اجماع امت میں ملک کے سب بڑے بڑے علمائے دین اور حاملان شرع متین کے علاوہ تمام سیاسی لیڈر اور ہر گروپ کے سیاسی راہنما کما حقہ متفق ہوئے ہیں اور صوفیائے کرام اور عارفین باللہ، برگزیدگان تصوف و طریقت کو بھی پورا پورا اتفاق ہوا ہے۔قادیانی فرقہ کو چھوڑ کر جو بھی 72 فرقے مسلمانوں کے بتائے جاتے ہیں سب کے سب اس مسئلہ کے اس حل پر متفق اور خوش ہیں''

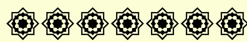
(نوائے وقت 6، اکتوبر 1974ء۔صفحہ 4)

غزل

صادق باجوہ میری لینڈ



اُسوۂ مُرسَل سے بہتر راہبر کوئی نہیں
وہ جہانوں میں بھی ایسا معتبر کوئی نہیں
اُسوۂ کامل ہوا، خُلقِ مجسّم ہو گیا
انکساری تھی نمایاں کرّوفر کوئی نہیں
خوبیاں ہیں اس قدر ملتی نہیں جن کی نظیر
شفقت و رحمت سے پُر ایسی نظر کوئی نہیں
رحمۃ للعالمیں ہے صاحبِ معراج بھی
بڑھ گیا روح الامیں سے ہمسفر کوئی نہیں
جاں کے دشمن کے لیے بھی خیر کی مانگی دعا
ایسی انہونی سنی پہلے خبر کوئی نہیں
جو ملا حق سے وہ پہنچایا مقدم جان کر
بے خطر بڑھتا رہا دشمن کا ڈر کوئی نہیں
نیک نیّت سے جو آیا وہ وہیں کا ہو گیا
اس کے در سے جو ملا ایسا تو در کوئی نہیں
کیا حسیں تعلیم تھی خود بھی عمل پیرا ہوا
کر کے خود دِکھلادیا مشکل ہنر کوئی نہیں





’مثنوی سفیرانِ راہِ مولیٰ‘

در بیان حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ پاکستان کی قومی اسمبلی میں۔۔

(1974ء) مع متعلقہ حالات وواقعات

شاعر: ڈاکٹر منورؔ احمد کنڈے، ٹیلفورڈ، انگلینڈ



مثنوی میں مذکور شخصیات کے نام

بھٹو: وزیرِ اعظم ذوالفقار علی بھٹو مرحوم والدِ بے نظیر بھٹو

شاہ: سعودی فرمانروا شاہ فیصل مرحوم۔۔

یحییٰ: یحییٰ بختیار اٹارنی جنرل آف پاکستان۔۔

مفتی: مفتی محمود احمد دیوبندی عالم اور پارلمینٹرین۔

عباسی: عنایت الرحمان عباسی ایم این اے۔۔

احمد رضا: احمد رضا قصوری ایم این اے۔۔

صفی اللہ: صاحبزادہ صفی اللہ ایم این اے۔۔

ولی خان: مرحوم چیئرمین نیشنل عوامی پارٹی والدِ اسفند یار ولی خان۔

مجیب: شیخ مجیب الرحمٰن بنگلہ دیش کے فادر آف دی نیشن۔

ناجیؔ: معروف پاکستانی جرنلسٹ وٹی وی اینکر انیق ناجی

مبشر حسن: ڈاکٹر مبشر حسن بزرگ سیاستدان (پی ایچ ڈی، بھٹو کے قریبی ہمنوا۔) مرحوم۔

قدافی: لیبیا کے صدر کرنل قدافی مرحوم

عیدی: یوگنڈا کے صدر عیدی امین مرحوم

نورانی: مولانا شاہ احمد نورانی پارلیمنٹیرین (مرحوم)

پیرزادہ: حفیظ پیرزادہ مرحوم وزیرِ قانون برائے ذوالفقار علی بھٹو حکومت۔

نیازی: مولانا عبدالستار نیازی ایم این اے مرحوم

غفور:۔ پروفیسر غفور احمد (جماعتِ اسلامی) مرحوم

ضیاء: جنرل ضیاء الحق صدر پاکستان مرحوم

جسٹس منیر: ہائی کورٹ پاکستان (مرحوم)۔۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب مرحوم: امرتسر کے معروف اہلِ حدیث عالم۔

حضرت فضلِ عمر: حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ

پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام: فزکس میں اولین احمدی مسلمان۔ پاکستانی نوبیل پرائز ونر

☆

(آغاز)۔۔حمد ونعت

حمد ہے اللہ کی ہی بر زبانِ کُل جہاں
نُور اُس کے نام کا ہے بر زمین و آسماں
وہ اَحَد ہے، وہ صَمَد ہے، وہ محمد ﷺ کا خدا
ایک اِک ہے لفظِ قرآں اُس کا ہی بھیجا ہوا
احمدِ عربی ﷺ کی ہے تحسین اور انؐ پر سلام
انؐ پہ بارش ہے درودِ پاک کی ہر ہر مقام
وہ ہی ہیں سرکارِ عالم وہ ہمارے ہیں نبی ﷺ
انؐ کی خاطر ہی یہ دنیا رب نے تھی تخلیق کی
اور محمد ﷺ کو لیا پہچان جب انسان نے
جان لیں کہ یہ ہی مولیٰ پاک کی پہچان ہے
ہے نبی ﷺ ہی آئینہ جس میں نظر آیا خدا
یعنی جب سرکار ﷺ آئے ہو گیا ظاہر خدا
ان پہ ہے ایمان لانا ایک جُز توحید کا
اب یہی اک راستہ ہے معجزوں کی دید کا
آپؐ کے آنے سے ہیں سارے اجالے حشر تک
ساقیِ جامِ محبت، کچھ نہیں ہے اس میں شک
آپؐ ختم المرسلیں ہیں آپؐ نبیوں کے ہیں تاج
آپؐ کے افکار کا ہے آج انسانوں پہ راج
ہے مقید جس طرح گلزار میں بوئے گلاب
آپؐ کی ہستی جہانوں میں ہے نورِ لاجواب
برکتیں ہیں سب منورؔ اب فقط انؐ کے طفیل

ہو نہیں سکتا جہاں میں کچھ غلط انؑ کے طفیل

☆

المدد۔۔التجا

آج کچھ ہے خاص لکھنا ، المدد میرے خدا !
تیرے ہی تابع ہے مومن ہر جگہ تیری ضیا
جو کہوں میں سچ کہوں اور کچھ نہیں سچ کے سوا
ہے محمد مصطفیٰ (ﷺ) کی عظمتوں کا واسطہ
کر عطا میرے قلم کو اب روانی آب سی
گر نہ تیرا فضل ہو تو ہو نہیں سکتی کبھی
یا خدا اپنے کرم سے کر عطا وہ روشنی
جس سے نکلے لفظ میں لپٹی وفا کی چاشنی
مثنوی میں کچھ غلط نہ ہو حقائق کے خلاف
بات جو نکلے قلم سے ہو فقط سچی و صاف
مجھ کو دے توفیق مولیٰ دل میں ہو تیری ثناء
روح میں ہو حمد تیری اور محمد ﷺ سے وفا
عرض کرنی ہے کہانی مثنوی میں درد کی
کچھ دلوں پہ جو جمی تھی بے حسی کی گرد کی
ہو نہیں سکتی مکمل گر نہیں تیری رضا
لفظ کی دولت عطا کر اے مرے واحد خدا

☆

آغازِ ایامِ فساد ۱۹۵۳ء

سالِ انیس سو ترپن سے چلی یہ داستاں
" عالمانِ دین " نے پیدا کیا خونی سماں
یہ گھنونے واقعے گزرے تھے ارضِ پاک پر
داغ لیکن ڈھل نہ پائے قوم کے ادراک پر
احمدیت کے مخالف وہ بڑی تحریک تھی
روزِ روشن میں بھی جیسے ہر ضیاء تاریک تھی
احمدیت کے عقائد ان کے دل پہ بوجھ تھے
قتل کرکے مومنیں کو وہ مزے تھے لوٹتے
قتل کرکے وہ تھے کہتے: "لے رہے ہیں ہم ثواب"!
"اس طرح ہم جنتوں میں جائیں گے روزِ حساب"!
تھے سیاستدان بھی کچھ اُن شریروں کے سمان
جن کی خواہش تھی بنیں وہ بھی وطن کے حکمران
احمدی احباب کے صدہا جلائے گھر وہاں
احمدی مسلم کو کرکے قتل وہ تھے شادماں
مولوی حضرات سے پھیلا ہوا تھا شر وہاں
دیکھتا نفرت سے تھا یہ حرکتیں سارا جہاں
قوم کی تھی بد نصیبی آ گئے فوجی جواں
امن کو قائم تھا کرنا ان کو طاقت سے وہاں
گولیاں تھیں واں چلیں کچھ لوگ بھی تھے چل بسے
کچھ نہیں حاصل ہوا بد بختیوں کی راہ سے
پھر بڑی بیٹھی عدالت ، وہ کرے اب فیصلہ
کس کو کہتے ہیں مسلماں ؟ اس کی ہے تعریف کیا ؟
فیصلہ دینا تھا ان کو بعد تحقیقات کے
ان فسادوں کے وہاں پر کیا محرکات تھے
کون تھے وہ جو بنے تھے ان فسادوں کی بِنا
کون تھے مجرم وہاں پر ، جن پہ واجب تھی سزا
تھے محقق واں پہ اونچی کورٹ کے جسٹس منیر
رو برو ان کے تھے حاضر مولوی، عالم وَ پیر
حضرتِ فضلِ عمرؓ بھی تھے وہاں حاضر ہوئے
پُر اثر ان کا بیاں تھا اک نرالی شان سے
ہر گروہ کے مولوی تھے بات اپنی کہہ گئے
کس کو کہتے ہیں مسلماں ؟ یہ نہیں تھے جانتے
ہر بیاں اک دوسرے سے مختلف ہی تھا وہاں
کون ہوتا ہے مسلماں ؟ یہ خبر ان کو کہاں !!
جرمِ قتل و خون ریزی بھی تھا ثابت ہو گیا
چند لوگوں کو سنائی تھی عدالت نے سزا

☆

بعد میں جیلوں سے سارے ہی بری تھے ہو گئے
اہلِ دانش پھر بھی لمبی تان کر تھے سو گئے

☆

اسلامی کانفرنس اور احمدی مخالف تحریک ۱۹۷۴ء

بعد اکیس سال کے تھا شر ہوا پھر سے عیاں
کچھ الیکشن سے متعلق، بعد کا بھی ہے بیاں
بھٹو صاحب کو دئے تھے ووٹ سب افراد نے
کام اچھے ہوں وطن میں اک اسی امید سے

بھٹو صاحب کے تھے ووٹر ، ہم ، وطن میں احمدی
وعدہء بھٹو تھا ہوگی ہر جگہ ہی شانتی
مل گئی تھی کامیابی ' ویسٹ پاکستان ' میں
اور مجیب شیخ جیتے ایسٹ پاکستان میں
جب ملا نہ حق برابر ایسٹ پاکستان کو
ہو گیا تھا وہ الگ چھوڑا تھا پاکستان کو
حکمراں ابلیس کا ماتھا لگے تھے چومنے
ذلت و رسوائی ہی دیکھی تھی ساری قوم نے
اب جو' پاکستان' ہے یہ 'ویسٹ پاکستان' تھا
غیض دیکھا قوم نے ہے اس طرح رحمٰن کا

☆

بھٹو صاحب بن گئے تھے صدر پاکستان کے
بج اٹھے تھے ساز پھر ان کی ''انوکھی شان'' کے
ان کی خواہش تھی بنیں ساقی وہ ایسے جام کے
سب انہیں رستم پکاریں عالمِ اسلام کے
سارے مسلم حکمراں پھر آ گئے لاہور میں
مشورے کرنے کی خاطر امن کے اُس دور میں
عالمِ اسلام کا وہ اک بڑا تھا اجتماع
اس کا بھٹو نے کیا تھا اپنے ہاتھوں افتتاح
عالمِ اسلام کے اتحاد پر مسلم تھے شاد !
سب یہی سمجھے خدا پوری کرے گا ہر مراد !
سالِ انیس سو چہتر میں ہوئی مجلس تھی وہ
ایکتا اسلام جیسی کر رہی ظاہر تھی وہ
مولوی کو مل گیا موقع شرارت کا وہاں
بے حقیقت کچھ کہا تھا حکمرانوں سے وہاں
ورغلایا حکمرانوں کو بہت ملاؤں نے
''احمدی سب کو بلاتے ہیں خلافت کے تلے !!''
''احمدی ہیں چاہتے کہ حکمرانی چھین لیں !! ''
''شام کے لمحات جوں گُل کی جوانی چھین لیں'' !
وہ سیاست میں تھے اندھے آ گئے باتوں میں تھے
روزِ روشن میں بھی جیسے کھو گئے راتوں میں تھے
دل ہی دل میں ہو گئے دشمن سبھی مہدیؑ کے تھے
ہو گئے رخصت گھروں کو سوچ میں ڈوبے ہوئے
ان میں 'قذافی' بھی شامل، ان میں 'عیدی' بھی شمار
اقتداری جام کا تھا ان کی آنکھوں میں خمار
یہ تھا پس منظر منوّر نفرتوں کی چال کا
جو بنا موجب وطن میں حال کے مآل کا !!!

☆

حکمِ شاہی

بعد اس کے کیا ہوا ؟ '' تازہ، پرانی '' بات ہے
یہ اجالوں پر ہے چھائی بن کے مثلِ رات ہے
سالِ انیس سو چہتّر میں ہوا یہ واقعہ
شاہ کی جانب سے جب بھٹّو کو آیا حکم تھا
ممبراں ایوان کے سب مِل کے بیٹھیں اِک جگہ
'' احمدی مسلم نہیں ہیں ! '' یہ کریں وہ فیصلہ
چاہتے تھے شاہ کہ مکّہ نہ آئیں احمدی
فکر اُن کو تختِ شاہی کی لگی تھی ہر گھڑی
چاہتے تھے شاہ فیصل وہ خلیفہ بن رہیں
عالمِ اسلام پر وہ یوں حکومت بھی کریں
ہاتھ میں آ جائے ان کے مومنوں کا اقتدار
سب مسلمانوں کے حاکم ہوں نشہ اُن پر سوار
حضرتِ مہدیؑ کی وہ تعلیم سے واقف نہ تھے
شاہ تھے فرمانروا، پر دامِ ملّا میں پھنسے
احمدّیت کی خلافت سے نہیں واقف تھے وہ
چھن نہ جائے حکمرانی اس طرح خائف تھے وہ
شاہ کا مہدیؑ کی بابت تھا اہانت کا پیام
احمدِ عربی ﷺ نے جس کو اپنا بھیجا تھا سلام

☆

ڈاکٹر مبشر حسن اور حفیظ پیرزادہ کی حالیہ بات چیت

یہ جو پس منظر ہے لکھا کچھ غلط اس میں نہیں
شوق سے تحقیق کیجئے گر نہیں آتا یقیں
حال ہی میں جب مبشر حسن سے پوچھا گیا
راز کھولیں ! اصل میں کہ کیا ہوا تھا ماجرا ؟
احمدّیت کے لئے یہ کیوں ہوا تھا فیصلہ ؟
آپ بولے : '' تھی سیاست، حکم تھا یہ شاہ کا !''
ربط کچھ نہ دین سے تھا ، تھی سیاست کی یہ بات
یعنی طاقت کے نشے میں سب چلے تھے ایک ساتھ
' چاہتے تھے شاہ کہ مکّے نہ آئیں احمدی
وہ کبھی نہ آئیں گے گر روک ان پر لگ گئی ' !
بات یہ ناجیؔ نے پوچھی تھی مبشر حسن سے
گفتگو کا ویڈیو یہ آج بھی محفوظ ہے

ڈیڈیو چلتی ہوئی دیکھی سبھی نے ''یوٹیوب'
اور خبر یہ حال کے آل کی دی اس نے خوب
راز یہ کھولا مبشر نے بہت سالوں کے بعد
سب ہیں شاہد جو ہوا ہے بدتریں چالوں کے بعد

☆

اک مبشر حسن نے تھی بعد میں بھی بات کی
کارروائی سب ہی تھی'' فِکِسڈ شیئس' ایوان کی
فیصلہ تو کارروائی سے تھا پہلے ہو چکا
دوسروں نے جو تھا لکھا یحییٰ نے پڑھ دیا
''دوسرے جو لکھ کے دیتے تھے وہی کہتا تھا وہ'
''خود کہے کچھ عقل سے، نہ کچھ سمجھ رکھتا تھا وہ'

☆

جب نجم سیٹھی نے پوچھا پیرزادہ سے سوال
کچھ بتائیں دوسری ترمیم کا ہم کو بھی حال
پیرزادہ نے کہا : '' یہ ایک کمپرومائز تھا'
'' گر نہ یہ قانون بنتا آگ لگتی ہر جگہ '
' ملک میں ہر مولوی بپھرا ہوا تھا قوم کا '
' بات ان کی ٹالتے ہم ، یہ تو ہو سکتا نہ تھا''
پھر نجم سیٹھی نے پوچھا : '' تھا سیاسی فیصلہ'' ؟
پیرزادہ نے کہا کہ : '' بالیقیں ایسا ہی تھا !''
غور کیجئے قارئیں بس یہ سیاست کی تھی بات
حکمرانوں نے نہ اپنا ظلم سے روکا تھا ہاتھ

☆

اِن ہاؤس کارروائی In-House Proceedings

بند ایواں میں ہی ہوگی کارروائی ، طے ہوا
اگلے پچیس سال تک یہ راز نہ کھُل پائے گا
لفظ اک بھی کارروائی کا سنا نہ قوم نے
سب مخالف احمدّیت کے لگے تھے جھومنے
اصل میں یہ کارروائی ایک ناٹک تھا رچا
ٹیڑھے آنگن میں کسی رقاص کو تھا ناچنا
ظالمانہ کارروائی یہ عجب تاریخ کی
اہلِ دانش کے لئے حیران کن ہی بات تھی

☆

حضورِ ثالث ؒ قومی اسمبلی میں

حضرتِ ناصرؒ کو ایواں میں بلایا اِس لئے
پوچھنے کو، خود کو وہ مسلم ہیں کہتے کِس لئے ؟!
پختگی ایسی امامِ وقتؒ کے تھی عزم میں
ہو نہیں سکتی بیاں اس مختصر سی نظم میں
احمدّیت کے مخالف مولوی تھے سامنے
کر دیا مصروف تھا ایوان کو اس کام نے
پڑھ دیا محضر وہاں پر جب امامِ وقتؒ نے
نہ جگایا سامعیں کو، سامعیں کے بخت نے
حضرتِ ناصرؒ نے محضر تھا پڑھا دو یوم میں
اُس کو اخفا ہی تھا رکھا، ہو اثر نہ قوم میں
ساری مجلس کے اراکیں میں ہوا تقسیم وہ
تا کہ سب دیکھیں مسیحِ پاکؑ کی تعلیم کو
پوچھ لیں شیرِ خدا سے پوچھنا چاہیں وہ جو
اس طرح وہ غور کرکے رائے دیں ایوان کو
گفتگو تھی خاتم النبین ﷺ کے درجات پر
بحث تھی کچھ حضرتِ مہدیؑ کے ملفوظات پر
حضرتِ ناصرؒ کے محضر میں بہت تاثیر تھی
'' خاتم النبیّن'' کی اس میں بیاں تفسیر تھی
مہدیِ معہودؑ سے عِرفانِ باری تھا بیاں
اور کلامِ پاک کی بھی شان تھی اس سے عیاں
اُس میں لکھی تھی حقیقت بھی جہاد و جنگ کی
اور ختم المرسلیں ﷺ کی رحمتوں کے رنگ کی
اُس میں ارشادات تھے قرآن کے احکام کے
کیا تقاضے مسلموں سے مذہبِ اسلام کے
کچھ فتاویٰ کے حوالے تھے وہاں لکھے گئے
کچھ چھُپے تھے راز جو اب سامنے رکھے گئے
مختلف فرقوں کا اس میں ذکر تھا ایمان کا
دوسروں کے واسطے جو ماپ تھا پہچان کا
صوفیوں کے بھی حوالے تھے مسیحِ پاکؑ پر
بات ہر اک اہم تر لکھی تھی ان صفحات پر
اک ضروری تھی گذارش کی گئی ایوان سے
سازشوں سے دور رہئے سرکشی پہچان کے
جا بجا دشمن ، وطن کمزور کرنے کے لئے
ملک کو بدنام بھی ہر طور کرنے کے لئے
ان سے بچ کر ہی رہیں کہ وہ تو مثلِ زہر ہیں
وہ تنفس کے لئے تو موت جیسی لہر ہیں
ان کی باتوں میں نہ آئیں وہ فریبی لوگ ہیں

تندرستی کے لئے جیسے مسلسل روگ ہیں

☆

حضرت مہدی پاکؑ کا انتباہ

سب سے آخر میں خدائے پاک سے تھی اک دعا
اس سے پہلے درد میں ڈوبا مسیحؑ کا انتباہ :۔
''' میں ہوں صادق، لوگ یہ مجھ کو نہیں پہچانتے
وہ ہے مجھ کو جانتا جس نے کہ بھیجا ہے مجھے'''
''' میرا ہمراہی ہمیشہ ہاتھ میرے رب کا ہے
وہ وفاؤں سے بھرا ہے جو خدا ہم سب کا ہے'''
''' گر دعائیں سب کریں میری ہلاکت کے لئے
ساتھ میرے وہ کھڑا ہے میری طاقت کے لئے'''
''' دہر میں گر چھوڑ دیں انسان سارے ہی مجھے
خود خدا بھیجے فرشتے ساتھ میرے غیب سے'''
''' اے عزیزو ظلم تم نہ اپنی جانوں پر کرو
بخُدا سچا ہوں میں، اللہ سے ڈر کر رہو'''
''' میری چاہیں جو تباہی بدنصیبی اُن کی ہے
میں شجر ہوں دستِ حق نے خود لگایا ہے جسے''' !!
'' جو کرے میری اہانت اس کو پکڑے گا خدا
حامی و ناصر ہی میرا اُس کو دے گا خود سزا''
'' سلسلہء احمدّیت ہے خدا کا ہی گروہ
آنچ اس پر آئے گی نہ لاکھ تم کوشش کرو''

☆

دعائے حضرت فضلِ عمرؓ

جو دعا محضر میں لکھی اس طرح تھی قارئیں
'' ہو عطا نورِ فراست اے معزز سامعین
مبنی بر حق و صداقت فیصلے ہوں آپ کے
اور پورے ہوں تقاضے سنّت و قرآن کے
سربلندی اور ترقی میں وطن کا ہو مقام
سب عطا ہو، مانگتے تھے رب سے جو ثانی امامؒ
عدل اور انصاف پر مبنی ہی پاکستان ہو
امن کا ہو بول بالا یہ اسلامستان ہو
روس و امریکہ جہاں پر ہو سکے نہ کامیاب
ہوگا اذنِ رب سے واں مکہ مدینہ کامیاب ! ''
لفظ سارے ہی دعا کے حضرتِ محمودؓ کے
دو دہائیاں قبل کے اخبار سے منقول تھے !

لوگ واں موجود کچھ یہ غور سے سنتے بھی تھے
ذہن و دل میں بات کی معقولیت تھے جانتے
رنگِ روحانی نہ سمجھے وہ سیاست کے غلام
نہ سمجھنا چاہتے تھے ربِّ واحد کا کلام

☆

حضورِ ثالثؒ کی وضاحتیں

حضرتِ ناصرؒ نے فرمایا عزیزو ! دوستو !
غور سے دیکھو، پڑھو ، پھر ملک کے دستور کو !
''ایسا حق کوئی نہیں ہے ملک کے ایوان کا
دوسروں کا وہ کریں اب فیصلہ ایمان کا !!
ملک کا آئین ہی تم پر لگائے قدغنیں
کام ایسا کرکے نہ آئین کے مجرم بنیں
یہ نہیں ہے خدمتِ اسلام ۔ یہ ہے دشمنی
حکمرانوں سے خدا کا ہے تقاضہ مُنصفی
دے رہا دستور سب کو مذہبی آزادیاں
بر خلاف اس کے رہیں محفوظ نہ آبادیاں ! ''
'' ہم مسلماں ہیں ہمارا دین ہے اسلام ہی
دن کو ہم ہیں دن کہیں اور شام کو بس شام ہی !''
امن کی راہیں ہماری ، مصطفیٰؐ سے عاشقی
اہلِ دانش کے لئے ہے ہر گھڑی ہی سوچ کی
'' ایک ہی معبود سب کا کچھ نہیں اُس کے سوا
نام جن کا ہے محمد(ﷺ) وہ ہمارے پیشوا ''
'' انبیاء کے تھے مہر وہ اور زینت بھی وہی
خاتم النبیین کے منکر نہیں ہیں ہم کبھی ''
'' لفظِ خاتَم کے معانی لُغت میں ہیں جو کہیں
ایک اک مطلب سے اس کے دل سے رکھتے ہیں یقیں''
'' سب سے کامل ہیں محمدؐ ہیں وہی اکمل رسولؐ
ان کی کامل ہے شریعت دل سے کرتے ہیں قبول''
'' ہم محمد(ﷺ) کے ہیں چاکر خادمِ اسلام ہیں
بر خلاف اس کے ہے جو وہ سب فقط اوہام ہیں'' !
لفظ''مسلم'' کی رسولِ پاک(ﷺ) نے تعریف کی
وہ تو ہر صورت مسلماں کو پڑے گی ماننی
'' جو کتابِ آخری ہے وہ فقط قرآن ہے
اور محمد(ﷺ) کی شریعت آخری ۔ ایمان ہے''
''اب نہیں کوئی شریعت بعد ان کے آئے گی
تا قیامت اب یہی گلزار کو مہکائے گی ''

’’ ایک بھی نقطہ نہیں تبدیل ہے قرآن کا
یہ اٹل حصہ ہمارے دین کا ، ایمان کا ‘‘
’’ اے عزیزو ایک کھڑکی صدق کی اب بھی کھُلی
اُس سے جو مہکار آئے دل کو لگتی ہے بھلی ‘‘
’’ ہم زمانے میں مسیحِ پاکؑ کے ہیں خاکسار
مومنیں میں ہے ہمارا کر دیا رب نے شمار ‘‘
’’ ہم نے مانا ہے مسیحؑ کو رب کے ہم شاکر ہوئے
ہم کبھی ختمِ نبوت کے نہیں منکر ہوئے !‘‘
’’ غیر تشریعی نبوت مِلتوں کو جوڑتی
خاتمیت کی مہر کو یہ نہیں ہے توڑتی !
منکریں ہم خاتمیّت کے ہیں یہ سب جھوٹ ہے
جو بھی یہ تہمت لگائے ڈالتا وہ پھوٹ ہے ! ‘‘
’’ خاتمیت ہے محمد ﷺ کی یگانہ، بے نظیر
اس کے ہی دلکش تصور کے ہوئے ہیں ہم اسیر‘‘!
’’ حضرتِ مہدیؑ کی ہر تفسیر پر ایمان ہے
کتب میں انؑ کی عزیزو دعوتِ عرفان ہے ! ‘‘
’’ آپؑ نے لکھا محمد ﷺ ہی ہیں اک زندہ رسول‘
’’ حضرتِ عیسیٰؑ ہیں زندہ یہ نہیں ہم کو قبول ‘‘ !
’’ ہے فقط قرآن ہی اب دہر میں زندہ کتاب
فیض اس کی عظمتوں کے ہر جگہ ہیں بے حساب ! ‘‘
’’ اصطلاحیں حضرتِ مہدیؑ کی کتنی شاندار
ہے خدا زندہ ہمارا ، سب کا جو پروردگار ‘‘
’’ ہے محمد ﷺ کی نبوت ہی زمانے میں رواں
حشر تک ہے اب یہی، اس میں نہیں شک وگماں ! ‘‘
’ ہم محمد ﷺ کے ہیں عاشق اور دیگر کچھ نہیں
بس درِ واحد خدا پر ہم جھکاتے ہیں جبیں ! ‘‘
’’ مختلف فرقے یہاں پر اور عقیدے مختلف
اپنے اپنے پیر کے لکھیں قصیدے مختلف ‘‘
’’ ہیں بہت ایسے بھی فرقے جن کو ہے پختہ یقیں
یہ جو ہے موجود قرآں، یہ مکمل ہی نہیں !!‘‘
’’ کچھ کہیں کہ پانچ سو تک آئتیں منسوخ ہیں‘‘
’’ جانتے ہیں مولوی کیونکر مگر خاموش ہیں ‘‘ ؟
’’ علماء ظاہر کہیں گو اب نبی نہ آئیں گے
ساتھ ہی یہ بھی کہیں: ’’ عیسیٰؑ دوبارہ آئیں گے!‘‘
’’وہ ہیں زندہ آسمانوں میں خدا کے پاس ہیں
ان کے آنے کی دوبارہ وہ لگائے آس ہیں !‘‘

’’ اس کا مطلب ہے زمانی طور پر وہؑ آخری !! ‘‘
’’ وہؑ ہی کائینات میں موجود ہیں زندہ نبی !!‘‘
یوں مگر ثابت نہیں ہے خاتم النبینؐ سے ‘‘
’’ اس عقیدے کا نہیں کچھ واسطہ ہی دین سے !! ‘‘
’’ خود خدا نے ہے سکھایا حضرتِ مہدیؑ کو یہ !!‘‘
’’ حضرتِ عیسیٰؑ ہوئے تھے فوت اِس ہی دھرت پہ‘‘

☆

جو بھی الزامات تھے ہم پر مخالفین کے
سب جواب اُن کے بھی حضرتؒ نے موثر دے دئے
غور کرنے کو کہا حضرتؒ نے کُل ایوان سے
ایک دوجے پر لگائیں سب ہی فتوے کفر کے
احمدیت کے موقف سب بیاں تھے کر دئے
خالی کاسے جوں فقیروں کے سبھی تھے بھر دئے
مولوی سارے وہاں جو منہ میں آیا کہہ گئے
جس سے مہدی پاکؑ کے ناموس پر انگلی اُٹھے
یہ نہیں منظور ربّ حضرتِ احمد(ﷺ) کو تھا
قافلہ مہدیؑ کا ہے یہ مثلِ ’موسیٰ کا عصا‘ !

☆

محضر نامہ میں حدیثِ رسولِ مقبول ﷺ

شاملِ محضر تھی وہ اک حدیثِ پاک بھی
کلمہ گو کو قتل کرنے کی جسارت جب ہوئی
واقعہ مشہور ہے یہ اک جہادی جنگ کا
اِک صحابی قتل اِک کافر کو جب کرنے لگا
کلمہء توحید اُس کافر نے فوراً پڑھ لیا
پر مجاہد نے یہ سمجھا موت سے وہ ڈر گیا
سوچ کر کہ اُس کا یہ اقرار تو دل سے نہیں !
مار ڈالا نیزہء خونخوار سے اُس کو وہیں !!
جنگ کی روداد میں شامل تھا یہ بھی ماجرا
وہ مجاہد بھی نبیؐ کے رو برو حاضر ہوا
جب رسولِ پاکؐ نے یہ بات تھی اُس سے سنی
انؐ کے روئے پاک پر ظاہر ہوئی ناراضگی
آپ نے پوچھا مجاہد سے‘ تجھے تھی کیا خبر ؟
یعنی جو دل کے ہے اندر وہ نہیں آتا نظر !
’ کلمہء توحید اُس نے موت سے ڈر کر پڑھا !!
دل کو اُس کے چیر کر تم نے تو یہ دیکھا نہ تھا ؟ ‘
’روزِ محشر کیا بدل تم کو ملے گا بھول کا ؟

کلمۂ توحید ہوگا جب گواہ مقتول کا ؟ '
بارہا تھا آپؐ نے بس اک یہی پوچھا سوال
ہو گیا پر اُس مجاہد کا تو کچھ کہنا محال
آپؐ تھے ناراض یعنی یہ تھا اس نے کیا کیا !
ایک مسلم دوسرے مسلم کے ہاتھوں مر گیا !!
جان کر کہ کیا نبیؐ کی بات کا مفہوم تھا
وہ صحابی تو بہت ہی ہو گیا مغموم تھا
دل یہ بولا : ''کاش میں مسلم نہ ہوتا آج تک''
''دیکھتا رنجیدگی کی نہ نبیؐ کی یہ جھلک ''
عمر بھر قلبِ صحابی کو رہا اس کا ملال !
یاد آتا ہی رہا اس کو نبیؐ کا وہ جلال !
واقعہ سچا ہے یہ ' کہنا غلط بے سود ہے
تذکرہ اس کا 'صحیح مسلمؒ میں بھی موجود ہے
زیدؓ کے بیٹے اسامہؓ سے ہوا منسوب یہ
اور سکھاتا ہے رسولِ پاکؐ کا اُسلوب یہ
یہ سبق ہم کو ملا ہے اے مسلمانو سنو !
مصطفیٰؐ کے نام پر قربان دیوانو سنو !
کلمۂ توحید جس نے بھی زباں سے پڑھ لیا
کہہ دیا خود کو مسلماں، وہ مسلماں ہو گیا !
دوستو سب حضرتِ احمدﷺ کے ہی تابع رہیں
کلمۂ اسلام گو کو نہ کبھی کافر کہیں !
یہ حدیثِ پاک ہے سب کو ہدایت دے رہی
ظلمتوں میں گُم مسلماں کے لئے ہے روشنی

☆

تکمیلِ بیانِ امام رحمہ اللہ

جب بیاں حضرتؒ نے اپنا تھا مکمل کر لیا
تب جرح کے وقت کا آغاز واں پر ہو گیا
اِس جرح میں سب سے آگے تھے وکیل ایوان کے
اُن کے استفسار تھے حضرتؒ سے بے جا، بے تکے
وہ بڑے قانون داں تھے نام یحییٰ بختیار
اُن کو دے رکھے تھے بھٹو نے بہت سے اختیار
گفتگو ایوان میں تھی احمدیت کے خلاف
فیصلہ ان کو تھا کرنا اک، شریعت کے خلاف

☆

حضورِ انورؒ کے بیان پر جرح

حضرتِ ناصرؒ سے پوچھا وہ بتائیں کون ہیں ؟
وہ بنے کیسے خلیفہ کیوں امیرِ قوم ہیں ؟
اُن کی ہے تعلیم کیا اور کِن سکولوں میں پڑھے ؟
اور وہ قبلِ خلافت کام کیا کیا کر چکے ؟
آپؒ نے ان کو بتایا: ''مولوی فاضل ہوں میں !''
''بی۔اے۔آکسفرڈ کا اے دوستو حامل ہوں میں''
'' میں کلامِ پاک کا حافظ خدا کی ہے عطا ! ''
''لاکھ اس کے فضل ہیں اس کا ہی میں شاکر ہوا !''
'' منسلک تدریس سے ہی میں ہمیشہ رہ چکا ! ''
یہ تھی چھوڑی جب خلیفہ منتخب میں ہو گیا ! ''
بعد اس کے یحییٰ نے بات یہ حضرتؒ سے کی
'' ہے خلافت کا یہ مطلب: بادشاہت دہر کی ؟!''
حضرتِ ثالثؒ نے فرمایا کہ ''ایسا کچھ نہیں !
راہ روحانی ہماری اور سیاست کچھ نہیں'' !!
'' نہ کبھی تھے ہم سیاست میں نہ آئیں گے کبھی
دور ہیں ہم کذب سے اور ہے حقیقت بس یہی ! ''
'' ہم نہیں ہیں چاہتے ہم کو ملیں درجے کبیر
نہ ہی ہوں گے صدر ہم اور نہ کوئی اعظم وزیر ! ''
اِک نہیں تھا، دونہیں تھے، سینکڑوں ہی تھے سوال
گفتگو کا مردِ حق کو تھا دیا رب نے کمال
حضرتِ محمودؓ کی تحریر پر تھے کچھ سوال
زندگانی کی حرارت میں تھے برفانی خیال

☆

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حوالہ

حضرتِ عیسیٰؑ سے بھی ایسے ہی تھا پوچھا گیا
''کس طرح روشن تمہاری بادشاہت کا دیا ؟''
حضرتِ عیسیٰؑ نے فرمایا کہ'' مجھ میں نور ہے
سلطنت میری فلک پر اس زمیں سے دور ہے !''
''بادشاہت سے مری تم کو نہیں خطرہ کوئی
دور کر دو دل سے اپنے ہے اگر خدشہ کوئی'' !
اُس نبیؑ کی گفتگو کا کچھ اثر ہی نہ ہوا
طے شدہ تھا فیصلہ دینے کو سولی کی سزا
مسئلہ ہے حاکمینِ خاک کو رہتا یہی
وہ سمجھنا ہی نہ چاہیں بات روحانی کبھی !!

☆

حضورِ انورؒ کی نصائح اور مزید گفتگو

حضرتِ ناصرؒ نے فرمایا کہ دیکھیں فکر سے
منہ کبھی نہ موڑنا دستور کے ہی ذکر سے
آٹھواں بھی آرٹیکل دیکھئے دستور کا
یہ حقوقِ آدمی کی ہے حفاظت کر رہا
اور وہ جو بیس والی ہے دفعہ آئین کی
مذہبی آزادیوں کی ہے ضمانت دے رہی
یحییٰ نے تب کہا '' تبدیل کر سکتے ہیں ہم
آئین کی دفعات کو تحلیل کر سکتے ہیں ہم ! ''
یحییٰ صاحب سمجھتے تھے حقائق کو مگر
بس دکھانا تھا انہیں تو '' باس '' کو اپنا ہُنر !
مولوی بھی تھے وہاں پر اور سیاسی نامدار
یحییٰ صاحب بھی کہتے بات اک ہی بار بار
'' کیا حَرَج ہے آپ کو گر غیر مسلم ہم کہیں ؟
باوجود اِس کے ہیں جو بھی آپ، خود کہتے رہیں ! ''
پیر ثالِثؒ نے جواباً یہ کہا ایوان کو
'' چھوڑتے ہو کیوں مگر اللہ کے فرمان کو ؟ ''
'' تم حقوقِ آدمی کو سلب کر سکتے نہیں
ہم مسلماں ہیں مخالف دین ہم رکھتے نہیں '' !
ان کو حضرتؒ نے یہ سمجھائی تھیں باتیں بار بار
اُن کو دیتا ہی نہیں آئین ایسا اختیار
فیصلہ وہ کر نہیں سکتے کسی کے دین کا
معاملہ یہ منفرد ہے روح کی تسکین کا
'' ہے خدا نے خود بنایا ملتِ اسلام کو
عظمتیں اس سے دہر میں ہیں نبیؐ کے نام کو''
'' کلمہء توحید پڑھ کر جو بھی اس میں آ گیا
اُس کو مسلم ہے نبیؐ نے خود زباں سے کہہ دیا'' !
''ایک ملت میں بہتّر دائرے ہیں بن گئے
ایک دوجے کو کہیں کافر، اِسی پہ ٹھن گئے '' !
''ان بہتّر دائروں سے گر کوئی خارج ہوا
ملتِ اسلام سے لیکن نہیں باہر ہوا '' !
ہے اگر منکر کوئی مہدیؑ کا اُس پہ جبر کیا ؟!
احمدیت سے ہے باہر، غیر مسلم نہ ہوا !!
'' کلمہ گو ہے گر کوئی، تو وہ مسلماں ہی رہے
لاکھ اُس کو مولوی اسلام سے خارج کہے ! ''
'' عہدِ نبویؐ میں منافق اک گروہ موجود تھا
نہ کبھی ان کو نبیؐ نے غیر مسلم تھا کہا !! ''
'' اپنی امّت کو یہ سمجھایا نبی(ﷺ) نے دوستو
جو مسلمانوں کا کھاتا ہے ذبیحہ دوستو
کرکے رُخ کعبہ کی جانب گر وہ پڑھتا ہے نماز
وہ مسلماں ہے !'' نبی ﷺ نے بالیقیں کھولا یہ راز
'' اس کا ذمہ ہے خدا کا اور رسولِ پاکؐ کا
ہے مخالف اس کا نافرمان پتلا خاک کا !''
'' یہ محمدؐ کا بیاں ہے آپ اس کو مان لیں
یہ سبق اہلِ سیاست کے لئے ہے جان لیں''
'' عالمِ اسلام کے اتحاد کی خاطر ہے یہ
ہر مسلماں ملک کی بنیاد کی خاطر ہے یہ !''
'' گر کسی نے بھی مخالف من گھڑت تعریف کی
حرفِ آقا پاکؐ میں اُس شخص نے تحریف کی !! ''
'' ہو نہیں سکتا یہاں مومن کوئی اس وقت تک
مان نہ لے جو محمد ﷺ کو ہی منصف جب تلک !''
'' یہ ہے سچائی بخاری میں نبی ﷺ کے حکم کی
ہے دوا یہ فتویٰء تکفیر میں اس زخم کی !''
''خاتم النبین ﷺ کی یہ بھی حدیث پاک ہے''
''جس میں فرمائی انہوں نے بات یہ بھی صاف ہے''
''ہونگے امت کے تہتّر کُل فرقے ٹوٹ کے
جنتی ہے ایک ان میں اور ناری دوسرے''
'' سارے فرقوں کو نبی ﷺ نے اپنی امت میں کہا
سب ہیں کھوٹے دوستو، بس ایک ہی ہوگا کھرا''
'' کہہ رہا ہر ایک فرقہ ہم فقط ہیں جنتی
اور باقی سب بہتر کی ہے منزل آگ ہی !''
'' شاہ فیصل کے مطابق ہیں امام، عبدالوہاب
بارھویں ہیں وہ مجدد ان کا ہے اپنا حساب !''
'' ایک دوجے کو سبھی کافر ہی تو ہیں کہہ رہے
اور فتاوٰی کے ہیں دریا چار سُو اب بہہ رہے''
'' دوسروں کو کہہ رہے ہیں : 'یہ ہیں گستاخِ رسول !
مقتدی ان کے بنیں ہم ؟ یہ نہیں ہم کو قبول !''
'' جو سیاسی ہے مسلماں وہ مسلماں ہی رہے
یہ ہیں بندے اور خدا کے درمیاں کے معاملے !! ''
فرض کر لیں ! اک مسلماں جرم سے قاتل ہوا !!
جرم سے اُس کے ہے کیا اسلام ہی باطل ہوا؟ !!
بات حضرتؒ نے بتائی کِس کا ایماں نام ہے

کیا ہے مومن! کیا ہے مسلم ! اور کیا اسلام ہے !
کیا ہیں فرماتے نبی ﷺ اور کیا ہے تعلیمِ قرآن
بر خلافِ حکمِ مولیٰ خود کا کیوں لیں امتحان !
کیا ہے تشریحِ اصطلاح کی جو کہا '' فوق الایمان '
کفر کیا '' دون الکفر '' اور راز کیا '' دون الایمان''
'' مختلف مفہوم ہیں، ایمان کے اسلام کے
کفر کے مفہوم بھی ہیں مختلف اقسام کے ! ''
'' مرتکب جو بھی عمل سے ' کفرِ کمتر ' کا ہوا
کفر کرکے بھی وہ ملت میں مسلماں ہی رہا ! ''
'' ارتکابِ کفر ہے مومن سے مسلم گر لڑے !
گر بکے گالی وہ مومن کو تو فاسق ہو رہے ! ''
یہ حدیثِ پاک ہے یعنی نبی ﷺ کے ہیں حروف
مانتے ہیں ان کو لیکن مومنوں کے ہی ظروف
'' ' حلقہء اسلام سے خارج ' کا یہ مطلب نہیں
امتِ اسلام کا وہ فرد اب مسلم نہیں ! ''
'' وہ یقیناً ہے مسلماں کلمہء توحید سے
ہم اُسے مسلم ہی سمجھیں صدق کی تائید سے ! ''
'' جو ابو جعفرؒ نے فرمایا ہے وہ بھی دیکھئے
غور کرکے بات پر اُن کی سبق بھی سیکھئے ''
'' اک وسیع ہے دائرہ جو دائرہ اسلام کا
وسط میں اس کے ہے چھوٹا دائرہ ایمان کا ''
'' مرتکب کوئی بھی مومن جب گناہ کا ہو گیا
خود بخود ایمان کے حلقے سے باہر آ گیا ''
'' آ گیا ایمان کے حلقے سے باہر وہ اگر
حلقہء اسلام سے باہر نہیں ہے وہ مگر ! ''
'' جو حقیقی مومنیں ہیں جب سنیں اللہ کا ذکر
قلب اُن کے کانپتے ہیں آخرت کی ان کو فکر''
'' جس کا ہے ایمان ناقص وہ کہاں کامل ہوا ؟
وہ حقیقی مومنیں کی مثل نہ عامل ہوا ! ''

☆

اقوالِ مخالفینِ احمدیت

'' قول ہے ' ابوالوفا ' کا : 'لوگ جو کلمہ پڑھیں
اُن کو ہم مردم شماری کے لئے مسلم کہیں ! ''
شہرِ امرتسر کے یہ اک مولوی مشہور تھے
نام ان کا تھا ثناء اللہ سبھی ہیں جانتے
اُن کے جو استاد تھے وہ تھے بٹالہ شہر کے
معترف پہلے مسیحؑ کے پھر مخالف ہو گئے
ان کو اپنی کوششوں پہ تھا مگر جھوٹا یقیں
لوگ ان کی جہد سے اب احمدی ہوں گے نہیں
قادیاں سے احمدیت کو مٹا ڈالیں گے وہ
احمدیت کی عمارت کو ہی ڈھا ڈالیں گے وہ
دل کی دل میں حسرتیں ساری ہی ان کی رہ گئیں
اِس جہاں کو چھوڑ کے برزخ میں سانسیں جا بسیں
اس طرح کے اور بھی میدان میں تھے نامراد
عمر بھر جن کو ملی شیطان سے بھرپور داد
نہ ملی توفیق کہ تحقیق کرتے صدق کی
اس عمل سے ہی کھلی تھیں ان کی راہیں '' رزق '' کی
آج بھی مردِ خدا سے جو لڑے گا دوستو
طوقِ ناکامی ہی گردن میں پڑے گا دوستو

☆

دین میں جبر جائز نہیں

بیسیوں کرکے دلائل پیش اہلِ الرائے کے
سب امامِ وقتؑ نے ایوان کو سمجھائے تھے
'' طرزِ مسلم سے کوئی کہتا ہے گر تم کو سلام
نہ کہو مومن نہیں تم، گفتگو تم سے حرام !''
'' دین میں اِکراہ کو داخل نہ ہونے دیجئے
کھیتیوں میں دین کی ، نفرت نہ بونے دیجئے !''
حکم ہے قرآن کا کہ جبر کچھ دیں میں نہیں
اب عدولی حکم کی نہ آپ کر بیٹھیں کہیں !!
سب حوالے تھے حدیثوں کے، کلامِ پاک کے
یحییٰ صاحب تھے لیکن معاملہ الجھا رہے
ان کی الجھن ان کی باتیں کر رہی تھیں آشکار
وقت نے ان کو دیا تھا ایک جھوٹا اقتدار
جان کر قولِ محمد ﷺ بھی بنے انجان تھے
وہ تو پنجے میں پھنسے تھے ظلمتِ شیطان کے
ان کو نپٹانا تھا سارا معاملہ سُرعت کے ساتھ
اور سمندِ داد کی باگیں تھیں آئیں ان کے ہاتھ
ان کی باتوں پر مخالف سب تھے واہ واہ کر رہے
داد سے ، تحسین سے ، یحییٰ کی جھولی بھر رہے
مولوی تھا اک وہاں پر بدکلامی میں مہان
حضرتِ مہدیؑ کی بابت تھا بہت وہ بد زبان
کہہ رہا تھا : ' احمدی جس کو کہیں مہدی امامؑ '

''وقتِ رحلت تھا جہاں وہ، تھا غلاظت کا مقام!''
پیرزادہ نے سپیکر سے کہا کہ روکئے
مولوی جو کہہ رہا ہے آپ اس کو ٹوکئے
اے محبوؔ! اس طرح کے لوگ تھے ایوان کے
مولوی کی شکل میں چیلے تھے وہ شیطان کے
وہ نہیں تھے جانتے کہ دین کی باتیں ہیں کیا
مومنیں کو جو ملیں مولیٰ سے سوغاتیں ہیں کیا
تھا نشہ اک اقتداری ذہن پہ چھایا ہوا
'سر پہ جیسے ہو کسی آسیب کا سایہ ہوا'!
یحییٰ سمجھے نہ تھے کچھ عظمتیں اسلام کی
دے رہے تھے وہ مثالیں 'بزنسوں' کے نام کی!
جیسے ملکیت کسی کی کاروباری نام ہے
ویسے ملکیت کسی کی مذہبِ اسلام ہے!
من گھڑت باتیں وہاں پر ہو رہی تھیں بار بار
اس طرح وہ کر رہے تھے روحِ مُرسل ﷺ بے قرار
ان کی باتوں میں شرارت کی طرف رجحان تھا
اور لگا تا سُن کے یہ سب قہقہے شیطان تھا
فیصلہ اُن کو کرانا تھا صداقت کے خلاف!
حکمِ احمدؑ کے خلاف اور احمدیت کے خلاف!
فیصلہ 'یو این او' کے دستور کو تھا توڑتا!
دستخط جس پر کئے تھے اُس سے ہی منہ موڑتا!
آنکھ میں ان کے اندھیرے چھا گئے تھے جھوٹ کے
بو رہے تھے وہ وطن میں بیج زہری پھوٹ کے
راستی کو چھوڑ کر وہ کذب پر تھے تُل گئے
ان کی روحوں کے گہر سب خاک میں ہی رُل گئے

☆

رحلتِ حضرتِ مہدی علیہ السلام

بخت کا کمتر تھا مُلاں ایک واں ایوان میں
بدتمیزی کر رہا تھا وہ مسیحؑ کی شان میں
رکن تھا ایوان کا لیکن بہت تھا بدتمیز
کہہ رہا تھا وہ مسیحؑ کی جائے رحلت تھی غلیظ
جگہِ رحلت پر مسیحؑ کے اک بڑا بہتان تھا
دُشمنی میں مولوی تو بن گیا شیطان تھا
جو بتاؤں میں یہاں پر ہے حقیقت باخدا
بات جو اس کے سوا ہے، وہ بیاں ہے کذب کا
حضرتِ مہدیؑ کے لب پہ تھا ''مرے پیارے خدا''
مومنیں کے واسطے تھی درد میں ڈوبی دعا
حمد میں مشغول دل میں مولیٰ پیارے کا خیال
آخری ساعت زباں پہ نامِ ربِّ ذوالجلال
جو کہے بدبخت مُلّاں بات وہ ہرگز نہ تھی
اپنے بستر پہ تھے جبکہ جاں حوالے رب کے کی
روح میں تھی آخری دم بھی عبادت کی ثبات
پوچھتے تھے حاضریں سے: ''ہو گیا وقتِ صلوٰۃ؟''
جب اذاں کی پڑ گئی تھی کان میں ان کے صدا
کرکے نیّت تب نمازِ فجر بھی کر لی ادا
رُخصتی سے قبل یہ تھی آخری ان کی نماز
ہے یقیں ہم کو کہ مہدیؑ پر فرشتوں کو تھا ناز
ورد کرتے نامِ ربِّ عالمیں کا چل دئے
ان کے آنے سے جلے تھے عشق کے لاکھوں دیئے
دیکھ کر چہرہ مبارک ہر کوئی تھا کہہ رہا
نور ہے چہرے پہ یا کہ آفتابی ہے ضیا
وہ محمد پاک (ﷺ) کے مہدی مسیحؑ تھے دہر میں
وہ فقط تریاق تھے ہر عارضائی قہر میں
ضیغمِ اسلام تھے وہ کفر کے اس دور میں
تھی دعا مقبول ان کی گالیوں کے شور میں

☆

شیعہ حضرات بھی ملاؤں کے ہمراہ

قومِ شیعہ بھی تھی ان کے ساتھ ہی اس کام میں
تاکہ حصہ کچھ ملے ان کو بھی تو ''انعام'' میں!!
ان کو بھی شاباش لینی تھی وہاں مُلاّؤں سے
جانے کیوں؟ گل کو مسلنا چاہتے تھے پاؤں سے!
یہ ادا ان کی لگی اچھی نہیں یزدان کو
چھوڑ کر گلشن چُنا انہوں نے ریگستان کو
یاد رکھی نہ انہوں نے حضرتِ جعفرؑ کی بات
روزِ روشن کو کہا فوراً کہ ہے تاریک رات
آج تک نہ بات یہ ان کی سمجھ میں آ سکی
احمدیؐ کو آلِ احمد (ﷺ) سے ہے گہری عاشقی
ہم کو سکھلایا ہے مہدیؑ نے یہی تو بار بار
اُس سے ہی ہم کو محبت جس سے تھا احمد ﷺ کو پیار
مصطفیٰ ﷺ کے خانداں کے عاشقِ صادق ہیں ہم
آل پہ انؐ کی درودِ پاک بھیجیں دم بدم
دام میں مُلاں کے تھے شیعہ منوّر آ گئے

ان کی باتوں سے نہ جانے کیوں وہ دھوکہ کھا گئے !!
ان کو بھی فرصت نہیں، سوچیں کہ ایسا کیوں کیا !
ہو گیا ہے اس طرح ان سے خفا ربّ الوریٰ !!

☆

اختتامِ خفیہ کارروائی

گفتگو تھی یہ چلی ، اندر ، گیارہ یوم تک
لفظ لیکن ایک بھی پہنچا نہ باہر قوم تک
ایک بھی ختمِ نبوت پر نہیں پوچھا سوال
کس طرح سے احمدی مانیں ہیں ، کیا ان کا خیال
بے حقیقت سب حوالے تھے کتابوں سے دئے
یحییٰ بیٹھے فقط تھے اکتفا ان پہ کئے
سارے مُلّاں ساتھ ان کے اور وکیلوں کی تھی ٹیم
سارا عملہ تھا میسّر خود کو جو سمجھیں فہیم
نقص تھے جتنے سوالوں میں نہ ہوتے دور تھے
غیب سے انجمن میں جیسے لوگ وہ مجبور تھے
نہ خدا کا خوف دل میں نہ ہدایت کی دعا
حکمرانی کا نشہ ایوان پر چھایا ہوا

☆☆☆

☆

اب مبشر حسن سے پوچھا کہ ایسا کیوں ہوا ؟
ہے جواب ان کا یہی کہ : ’’ یحییٰ کم عقل تھا ‘‘ !
’’وہ تو کہتا تھا وہی جو دوسرے کہتے اسے
مولوی صاحبان جو بھی لکھ کے دیتے تھے اسے‘‘
’’ عقل سے اپنی اسے کہنا تو کچھ آتا نہ تھا
عزت و تکریم تھی اس کی کہ عہدہ تھا بڑا ! ‘‘

☆☆

بندہء حق نے حدیثوں کے حوالے بھی دئے
اولیاء کے قول بھی مجلس کے آگے رکھ دئے
اُن کو سمجھایا جو لکھا حکم ہے قرآن میں
اُن کو تو رغبت نہ تھی اللہ کے فرمان میں !!
حضرتِ نانوتویؒ نے کیا تھا لکھا ! بات کی
مفتی صاحب کی تو نیندیں اُڑ گئی تھیں رات کی
حضرتِ نانوتویؒ تھے مفتی صاحب کے بڑے
سُن کے یہ تو ہو گئے تھے رونگٹے ان کے کھڑے
مفتی صاحب کو فقط اک فکرِ پیہم تھی یہی
جلد پوری ہو یہاں جو بات تھی شاہ نے کہی

☆

ممبرانِ اسمبلی کی مزید کچھ باتیں

جانتے ممبر تھے سب کہ بات حضرتؒ کی ہے صاف
کس طرح جائیں مگر وہ ’حکمِ بالا‘ کے خلاف !
مفتی صاحب کو وہاں وہ طنزیہ تھے دیکھتے !!
اک رُخِ نوری کو کوئی کس طرح کافر کہے ؟؟
سامنے آتے تھے حضرتؒ اُن کی نوری شان تھی
چاند سے چہرے پہ پھیلی پھول سی مسکان تھی
وہ درودِ پاک تھے پڑھتے نبی ﷺ کے نام پر
تھا تذبذب ممبراں کو یحییٰ کے کام پر
نام اک کا تھا ’’ عباسی ‘‘ اُٹھ کے یہ کہنے لگے:
’’ ہم تو شرمندہ ہی ہوں گے آنے والی نسل سے‘‘
’’ مفتی صاحب ، مرزا صاحب کے حوالے سُن چکے
مفتی صاحب تو مگر خاموش ہی ہیں رہ گئے‘‘
’’ آج وہ ہوتے یہاں تو کچھ تھا اُن سے پوچھنا‘‘
کیوں نہیں وہ آج آئے ؟ اس کا کیا مطلب ہوا ؟‘‘
اور بھی کچھ لوگ تھے جن کو نہیں اچھا لگا
جو بھی کچھ ’’ اِن کیمرہ ‘‘ ہاؤس میں تھا ہو رہا !
ان میں شامل تھے ’’صفی اللہ‘‘ اور اِک ’’احمد رضا‘‘
ان کے ہی والد کو بھٹو نے کرایا قتل تھا
کہہ دیا اِک نے ’سپیکر‘ سے کہ ’’رکھیں خیال اب
کارروائی احمدی تو کر نہ لیں ریکارڈ سب !‘‘
’’ بیگ اپنے لے کے اندر بے دھڑک آتے ہیں یہ
بن تلاشی کے ہی آتے بھی ہیں اور جاتے ہیں یہ‘‘ !
صاف ظاہر اِس سے تھا کہ جو وہاں پر ہو رہا
سب غلط تھا، نہ چلے باہر حقیقت کا پتا !
پر یقیں مجلس کو تھا کہ احمدی مسلم ہی ہیں
’’حکم سے ہیں ’باس‘ کے جو فیصلے ’’لازم‘‘ بھی ہیں !
ممبراں کو مارنا تھا آخرش اپنا ضمیر
ان کو بننا تھا لکیروں کا فقط ادنیٰ فقیر

☆

خمارِ اقتدار

اقتدارِ خاک کا تھا بھٹو صاحب پر خمار
دستخط کرنے کو ممبر ہو گئے تھے سب تیار
ایک ممبر تھے '' ولی خاں'' وہ نہیں آئے وہاں
خوف تھا شاید خدا کا، یہ تو ہے فانی جہاں !
جانتے تھے کچھ نہیں حاصل ہے جھوٹی شان سے
وہ ہی اِک باہر رہے تھے اُس بھرے ایوان سے
ان سے پوچھا : ''احمدیت پر کریں کچھ تبصرہ'' !
ہنس کے بولے: ''کر دو پختونوں کا بھی اب فیصلہ''
'' یہ جو پختونوں کا ہے، یہ اک پرانا مسئلہ
ہم ہمیشہ ہی کہیں، پر وہ ہے کیونکر رہ گیا !''
بات مذہب کی سیاست میں نہیں چلتی کبھی
وقت ہو تو دیکھ لیں تاریخ کے پنّے سبھی
خان صاحب نے کہا جو وہ تو ہم نے سن لیا
دل کے اندر کیا تھا ان کے جانتا ہے بس خدا

☆

فیصلہ۔۔چہرہء دستور پر داغ

آ گیا جب فیصلہ، ہر جا مٹھائی بٹ گئی
بڑھتی بڑھتی قوم کی عزت جہاں میں گھٹ گئی
یہ تھا مذہب کے متعلق اک سیاسی فیصلہ
چہرہء دستور پر اک داغ اس سے لگ گیا
دین کی تاریخ میں دھبے سیاہ مٹتے نہیں
دین کی توہین ایسی نہ ہوئی پہلے کہیں
اہلِ عالم کے لئے یہ بات تھی حیران کُن
بھٹو صاحب کے وطن میں ہر کوئی گاتا تھا گُن
اہلِ عالم کے لئے قانون دانی یہ عجیب
تھا نظر آتا سبھی کو قوم ہے یہ بے نصیب
کیسے کیسے لوگ ان کے بن گئے ہیں حکمران !
جو نہیں ہیں جانتے کیا قوم کی شانِ مہان !

☆

مفتی محمود صاحب کی مبارکبادیاں

مفتی صاحب نے کہا '' میری دعا کا ہے اثر'' !
'' قوم نے ترمیمِ دوئم کی جو پائی ہے خبر ! ''
مفتی صاحب جانتے تھے اصل کیا تھا ماجرہ
حکمِ شاہی کا عجب تھا یہ وطن میں'' معجزہ'' !
دے رہے تھے وہ مبارکبادیاں سب قوم کو
کہہ رہے تھے یاد رکھنا اِس '' مبارک یوم'' کو !
قریہ قریہ ہر زباں پر بات اک ہی عام تھی :
'' اب مٹے گی ہر نشانی قادیانی نام کی !! ''
احمدیت کے مخالف 'قوم' کا تھا یہ 'جہاد' !
پوری ہو کے اب رہے گی بھٹو کی ہر اک مراد
'' ہوگا اب اسلام کا ہی بول بالا ہر جگہ''
'' بجھ گیا ماضی میں تھا جو اب جلے گا ہر دیا''!
'' آسماں سے شادمانی قوم پر آ جائے گی !
'' ہر برائی قوم کی 'ترمیم' یہ کھا جائے گی'' !

☆

بنگلہ بُندو شیخ مجیب الرحمٰن

سب ہیں شاہد جب ستم ڈھانے کو بھٹو تھے تیار
شاہ سے شاباش لینے کا تھا آنکھوں میں خمار
اُن دنوں بنگال کے مجیب سے شاہ نے کہا :
آئینِ بنگلہ دیش کو کیونکر ہے سیکولر لکھا ؟
آپ کو دیں گے مدد ہم ختم کر دیں سیکولر
بنگلہ بُندو نے کہا '' ایسا نہیں ہو گا اِدھر !''
''آپ ہم کو دیں مدد تو ہم وہ لے لیں گے ضرور
آئین میں ترمیم کر دیں ! یہ نہیں ہو گا حضور'' !
'' جو بھی ہیں شہری وطن کے سب برابر ہیں جناب
ایکتا سے ہم کریں پوری جو ہے تعبیرِ خواب !''

☆

نوّے سالہ مسئلہ 'حل'

بھٹو صاحب یہ ہی سمجھے : ''بندے عالی شان ہم'
''عمر ساری اب رہیں گے صدرِ پاکستان ہم' !
'' قوم کا ہر فرد میرے جال میں ہے آ گیا
آج تک تاریخ میں ایسا ہوا نہ واقعہ !!''
'' مسئلہ میں نے کیا ہے حل نوّے سال کا !!''
'' زندگی کو اب نہیں خطرہ کسی بھونچال کا '' !!
'' لوگ سارے ہی وطن کے مجھ پہ 'وارے' جا رہے
میری عظمت کی مسلماں سب ہی قسمیں کھا رہے''!
''کام یہ ایسا تھا اک ، اہلِ وطن کے واسطے
اقتدارِ ملک کے مجھ پر کھلے سب راستے !''
''بن گیا حاکم ہوں میں کہ جب تلک زندہ ہوں میں
ہر کوئی مجھ سے کہے گا ''اب ترا بندہ ہوں میں' ۔''

بس طَرَب اور عیش میں ڈوبا ہوا حاکم تھا وہ
اہلِ عالَم کی نظر میں حکمراں ظالم تھا وہ

☆

مولوی صاحبان کی بھٹو کو شاباش

مولوی سب کہہ اُٹھے: "شاباش اے بھٹو عظیم"!
"اس عمل سے خوش ہوا تجھ پر ترا ربِ کریم !"
"جنت الفردوس اب تیرا مقدر بن گیا" !
"اب تجھے کیا غم سکندر سے قلندر بن گیا"!
تیرے سب اجداد کے بھی سب گناہ ہیں دُھل گئے !
تیری نسلوں کے لئے ابوابِ جنت کُھل گئے !!
قوم کا اے بھٹو صاحب تیرے ہاتھوں میں ہے ہاتھ
آئے گا نہ حرف تجھ پہ، سب چلیں گے تیرے ساتھ
کام ایسا ہے کیا ، تاریخ میں پہلے نہیں
مسکرائے چاند تارے، خوش ہوئی تم پہ زمیں
سب فرشتوں کا بھی تیرے سر پہ ہے آشیرباد
اس عمل سے سارے مسلم کر دئے ہیں تم نے شاد
اب پریشانی نہ تجھ پہ آ سکے گی تاحیات
ہو گئی آسان تیری زندگانی و ممات
عالمِ اسلام کا تُو اب بڑا رستم بنا
معرکہ مشکل بہت تھا جو کہ تم نے سر کیا
عمر بھر کے واسطے سب ہی ترے چاکر ہوئے
عالمانِ دین تیرے شاکر و فاخر ہوئے
ہر قدم پہ ہم تمہارے ساتھ ہوں گے محترم
نسلِ انسانی پہ تم نے کر دیا ایسا کرم
قادیاں والے ہمیشہ کے لئے اب چل بسے
تا قیامت بند ہیں اب قادیانی راستے

☆

مِٹ رہے گی احمدیت سب کو ہی تھا یہ یقیں
جانتے نہ تھے کہ کشتی ڈوبنے کی یہ نہیں
حافظ و ناصر منورؔ اس سفینے کا خدا
جس نے بھی چھوڑا اسے وہ ہی خسارے میں رہا
جو عصا مولیٰ کا ہے وہ تو صدا دیتا نہیں
نا سمجھ ہے جو سمجھتا ہے سزا دیتا نہیں
اس کے گھر میں دیر ہے اندھیر تو ہرگز نہیں
جس کا ایماں ہے شکستہ اس کو کب آئے یقیں

☆

شاہ اور بھٹو کا انجام

بعد اِس کے کیا ہوا، سوچیں ! کسے فرصت کہاں !
کس طرح سے شاہ و بھٹو چل دئے اگلے جہاں !
مار ڈالا بادشاہ کو گھر کے ہی اک مرد نے
اُن کے محلوں میں انہی کے اک قریبی فرد نے
بھٹو صاحب کو تھا پکڑا قتل کے اک کیس میں
قتل کروا کر وہ خود تھے بے گناہ کے بھیس میں
لوگ کہتے تھے کہ بھٹو بے گناہ ہیں بے قصور
اُن پہ جو الزام تھے وہ ذہنِ دُشمن کا فتور
سوچتے تھے سب یہی کہ بھٹو صاحب بے خطا
قید سے آخر کو بھٹو ہو ہی جائیں گے رہا
یحییٰ صاحب پہ بھٹو کو بہت تھا اعتماد
کوئی بھی اونچا نہیں قانون داں یحییٰ کے بعد
بھٹو صاحب پر قصوری نے چلایا کیس تھا
یحییٰ میداں میں اترے ان کا کرنے کو دفاع
کچھ چلی نہ پیش ان کی سامنے تقدیر کے
نہ مٹا پائے کوئی بھی لفظ وہ تقصیر کے
سوچ بھی سکتا نہیں تھا کوئی ان کی یہ سزا
نہ بچا پایا تھا اُن کو کوئی صدر و بادشاہ
جب رہی بھٹو کو نہ کچھ زندگی کی اور آس
تب وہ بولے: "کر دیا یحییٰ نے میرا ستیاناس"
یحییٰ ہی تھے کہ جن کے معترف بھٹو رہے
"نوّے سالہ مسئلہ" حل کرنے سے ہیرو بنے !!
جب عدالت نے تھی بھٹو کو سزائے موت دی
تھا گماں سب کو ہی وہ تو اک سیاسی چال تھی
کون سمجھے ؟ دار پر تو ان کو لایا تھا خدا !
یہ تھا بھٹو اک بڑا دُشمن مسیحِ پاکؑ کا
دین کی تاریخ میں اب یہ نشاں عبرت کے ہیں
احمدِ عربی ﷺ کے مہدی پاکؑ کی عظمت کے ہیں
سب ہی یہ تاریخ میں زندہ رہیں گے واقعات
راستی کے سامنے ہو کذب کی کیونکر ثبات ؟

☆

جنرل ضیاالحق کی حکومت

فرقہ واریت کا بھٹو نے ہی بویا بیج تھا
آب پاشی کے لئے پھر آ گیا جنرل ضیاء

اس دوسری ترمیم پر جنرل ضیاء للچا گیا
جالِ ملاں میں پھنسا اور وہ بھی دھوکا کھا گیا
دورِ بھٹو کا بنایا اک بڑا جنرل تھا وہ
معاملاتِ دین میں پر جاہلِ کامل تھا وہ
کر چکا تھا جھوٹے وعدے اقتدارِ ملک پر
اس وجہ سے باتیں اس کی ہو گئی تھیں بے اثر
نشہء طاقت میں اس نے شر کو جب اپنا لیا
زہرِ شیطانی اسی مستی میں یعنی کھا لیا
مسکراہٹ لب پہ لایا اور وہ بولا کبر سے
" احمدیت تو ہے کینسر کاٹ ڈالوں گا اسے !"
" بے وطن ان کو کروں گا دیکھتے رہنا سبھی
اس طرح کہ اس زمیں پہ یہ نہ ہوتے تھے کبھی"

☆

جنرل ضیا کا امتناعِ قادیانیت آرڈیننس

حکم نامے میں تھا اس کے :" اب وطن میں احمدی
کلمہء توحید و اکبر پڑھ نہیں سکتے کبھی "
" کہہ نہیں سکتے محمد (ﷺ) کو کبھی اپنا رسول"
کر رہا تھا لعنتیں وہ یوں فرشتوں کی قبول
" ان سے میں نپٹوں گا کیسے دیکھنا اہلِ وطن !
اب خزاؤں سے میں لوگو پاک کر دوں گا چمن"
" قادیانی جو مساجد ہیں نہیں یہ مسجدیں
لوگ یہ گنتی کے ہیں ! اور کیا ہیں ان کی طاقتیں ! "
" یہ بَرت سکتے نہیں ہیں اب مسلمانی شعار"
ذہن میں اس کے تھا نمرودی و فرعونی خمار
حضرتِ طاہرؒ خلیفہ تھے مسیحؑ کے ان دنوں
اذن تھا اللہ کا کہ وہ رہیں خاموش کیوں !

☆

ہجرتِ حضرت طاہر احمد امام الرابعؒ

حضرتِ طاہرؒ کو ہجرت دیس سے کرنی پڑی
سنتِ نبوی (ﷺ) کو دہرانے کی آئی تھی گھڑی
چھوڑ کر پیارا وطن وہ آ گئے لندن میں تھے
نور سے بھرپور ابداں اجنبی آنگن میں تھے
سب وطن کے احمدی مغموم ہو کر رہ گئے
اذن تھا اللہ کا وہ کوہِ غم کو سہہ گئے
مولوی جنرل کی تعریفوں کے پُل باندھا کئے
احمدیت کے مخالف عہد بھی اس سے لئے
قہقہے اس کے لبوں پہ آ رہے تھے بار بار
فرقہء ناجی کو اس نے کر دیا تھا بے قرار
جو کسر تھی رہ گئی جنرل تھا پوری کر گیا
اور مباہلہ کی تھا زد میں شوخ آ کے مر گیا

☆

جنرل ضیا کا انجام

ختم کرنے کو وہ آیا صدق کو میدان میں
گر گیا پستی میں آخر خود ہی جھوٹی شان میں
شوخ تھا جنرل یہ کہتا تھا تکبر سے بھرا
"احمدی گنتی میں کم ہیں کیا بگاڑیں گے مرا !!"
ہر بیاں اس کا مخالف قہقہے کے ساتھ تھا
چاندنی کے سامنے وہ شوخ مثلِ رات تھا
"مولوی ہیں ساتھ میرے ملک کے سب آ گئے
ابرِ رحمت کی طرح یہ میرے سر پہ چھا گئے"
" احمدی تھوڑے سے ہیں اور کذب کا ہیں یہ شکار"
" ان کے گلشن میں کبھی اب آ نہیں سکتی بہار"!!

☆

جنرل ضیا : نشانِ عبرت

حضرتِ طاہرؒ نے پائی تھی خبر اللہ سے
جلد ہی تقدیرِ مولا ختم کر دے گی اسے
حضرتِ طاہرؒ نے فرمایا جلالی شان سے
اذنِ مولا سے بجھیں گے سب تکبر کے دیئے
"جلد ہی اب میرا مولا آ رہا ہے میرے ساتھ
جس طرح ہمدرد کوئی ڈال دے ہاتھوں میں ہاتھ"
دے دیا طاہرؒ کے مولا نے فرشتوں کو یہ حکم
چیتھڑے کرکے ضیا کے روک دو اب اس کا ظلم
جل گیا سارا تکبر راکھ بن کے گر گیا
لاکھ ڈھونڈا بس ملا اک دانت ہی جلتا ہوا
دانت کا مدفن ہے وہ اور کچھ نہیں اس کے سوا
اک نشاں عبرت کا وہ اور کچھ نہیں اس کے سوا
اب لبوں پہ نام اس کا ذلت و رسوائی ہے
رب کی جانب سے یہی حصے میں اس کے آئی ہے
ٹکڑے ٹکڑے اس کا ہونا مرضیء مولیٰ سے تھا
حضرتِ طاہرؒ نے تھا پہلے سے یہ بتلا دیا

ہر کسی فرعون کی تقدیر میں لکھا یہی
جو خدا کی ہو طرف سے وہ عصا ہے موسوی
اے منوّر یہ سبق ہے اہلِ عالم کے لئے
بالمقابل کِذب کے بجھتے نہیں حق کے دیئے

☆

پھر کبھی دیکھے نہیں اُس دھرت پر امن و اماں
صاف ظاہر ہے کہ اُن پہ خوش نہیں ربِ جہاں
کاتبِ تقدیر کو افعال یہ بھائے نہیں
اور اس پر اہلِ خانہ ان کے پچھتائے نہیں
وارثینِ بھٹو صاحب خاک میں ملتے گئے
پھول مرجھاتے گئے اُس گھر میں جو کھِلتے گئے
احمدی لیکن یہی اُن کو دعا دیتے رہے
جلد تر اُن کی ہدایت کے خدا ساماں کرے
احمدؐیت کی صداقت اُن پہ اب ہو آشکار
صدق کے حلقے میں آئیں کذب کے جو ہیں شکار
حضرتِ مہدیؑ کا دستِ راست اُن کے سر پہ ہو
رحمت اللعالمیںؐ کا نور اُن کے گھر پہ ہو
دیکھ لیں وہ بھی خلافت کی محبت کا کمال
رفعتیں اُن کو ملیں اور پھر نہ ہو اُن پہ زوال
اُن کو دکھلائے مقدر شادمانی کی جھلک
پھول برسائے منوّر اُن کی راہوں پر فلک
کیا کریں کہ وہ ہدایت ہی نہیں ہیں چاہتے
آج تک وہ دوسری ترمیم پر اترا رہے

☆

پاکستان کا اوّلین نوبیل انعام

تھا ضیاء کے دور میں جن کو ملا نوبیل انعام
احمدی مسلم تھے وہ اور نام تھا عبدالسلام
سارے عالم میں ہوئی تشہیر ان کے نام کی
قوم میں پھیلائی لیکن جاہلوں نے بے حسی
قوم کے ہیرو تھے وہ پر لوگ سب خاموش تھے
حاسدوں نے لوگ سارے کر دئے مدہوش تھے
دے رہے تھے تب سبق واں "دین کے عالم" سبھی
'اور اک سازش وطن کے ہے مخالف ہو گئی'
' دے دیا کفار نے ہے قادیانی کو انعام '
'نہ جما پائے وطن میں اب قدم عبدالسلام '
'یہ ہے کافر غیر مسلم یہ وطن میں آئے نہ '
'اس کا یہ اعزاز تو اک آنکھ ہم کو بھائے نہ !'

☆

یزید بھی شہید؟

لوگ کہتے تھے ضیاء نے کر دیا بھٹو شہید
یعنی بھٹو تھا حسینی اور ضیاء مثلِ یزید
پھر ضیاء کو موت آئی کہہ دیا وہ بھی شہید
یعنی لُوٹے ہے مزے اب تو شہادت کے یزید؟؟
ہے عجب کہ ہو رہے ہیں اب یزیدی بھی شہید !
جیب میں جیسے سبھی کے ہے شہادت کی کلید
ناسمجھ ہیں لوگ کتنے اے منوّر دیکھ لو
کس طرح ہے ٹوٹتا خاکی تکبر دیکھ لو

☆

یحیٰی بختیار بھی چل بسے

یحیٰی صاحب بھی تھے پھر چل دئے اگلے جہاں
جن کو بھٹو نے تھا مانا اک مہاں قانون داں
بحث تھی اُن کی محمدﷺ کے مسیحِ پاکؑ پر
ہو گئی ترمیم پھر آئین کے اوراق پر
تھی امامِ وقتؑ سے اُن کی جرح اسلام پر
دین پر ایمان پر اور مصطفیٰؐ کے نام پر
یحیٰی کی اک نشانی سامنے ہے آج بھی
ان کی بیٹی ہیروئن ہے ایک ہندی فلم کی
نام پہلا اُس کا زیبا دوسرا ہے بختیار
اور ڈراموں میں کیا ہے کام اُس نے شاہکار
اُس کو بھی ہے دعوتِ حق گر اُسے منظور ہو
مان کر مہدیؑ کو وہ بھی ظلمتوں سے دور ہو
اُن کے والد کو ہدایت نہ ملی ، کِس کی خطا ؟
گوش تک پہنچی تھی اُن کے جب خلافت کی صدا
تھپکیاں ملاؤں کی لینے کا ان کو شوق تھا
چھوڑ کر مہرِ خدا، بس تھا جہاں کا آسرا !!
دل میں نہ خوفِ خدا اور نہ دعا کی آرزو
نا سمجھ ایسے کہ سمجھیں نہ وطن کی آبرو !
اک نشۂ اقتداری دل میں طاقت کا غرور
ایسی حالت میں کہاں آئے صداقت کا شعور !
دین کو تھا کھیل سمجھا وقت کے ایوان نے

ان کو پاگل تھا بنایا ان کی جھوٹی شان نے

☆

نامراد مفتی صاحب

مفتی صاحب کی تھی خواہش خود کو ہم کافر کہیں
غیر مسلم خود کو مانیں درد یوں دل میں سہیں
سو گئی پر ساتھ اُن کے گور میں دل کی مراد
احمدی مسلم خدا کے فضل سے ہیں شاد باد
اور بھی ارکان تھے واں پر مخالف بے شمار
اور خمارِ مَقدِرَت اُن کے سروں پر تھا سوار
وہ سبھی ترمیم پر تھے خود کو سمجھے شاد کام
ان کی رکھیں پر خدا نے سب مرادیں ناتمام

☆

قبل از ترمیم مولویوں کی پریشانی!

فیصلے سے ایک دن پہلے تلک یہ تھا یقیں
بر خلافِ احمدّیت فیصلہ ہوگا نہیں
جس طرح حضرتؒ نے سمجھایا تھا اپنی بات کو
مولوی تھے سب پریشاں ، سو سکیں نہ رات کو
اہلِ دانش نے کہا جب فیصلہ تھا آ گیا
یہ کلنکی ، قوم کے ماتھے پہ ٹیکا لگ گیا
اس کے بد اثرات بھی تو رک نہ پائے پھر کبھی
اس حقیقت کے ہیں شاہد دوست و دشمن سبھی
میڈیا بھی خوش نہیں تھا دوسری ترمیم سے
سازشوں سے ٹوٹتی ہے ایکتا ، تقسیم سے !
بد نصیبی کے سبق ایسے پڑھے ہیں قوم نے
ان سے تو اِبلیس کا بھی سر لگا ہے گھومنے

☆

نورانی، نیازی ودیگر

ذکر گر نہ شاہ نورانی کا ہو اِس نظم میں
اس کے بن رہ جائیں باتیں سب ادھوری بزم میں
ان کا دعویٰ تھا کہ ساری ہی کرامت ان کی تھی
گر نہ وہ ہوتے وہاں ترمیم یہ ہونی نہ تھی
" کر دیا ثابت تھا میں نے احمدی مسلم نہیں
تب کہیں ایوان کو آیا 'حقیقت' کا یقیں !"
پاک مہدیؑ کی اہانت میں رہے وہ پیش پیش
مومنیں کے دل کو ان کے لفظ سے لگتی تھی ٹھیس
دل کی حسرت تھی کہ دیکھیں احمدیت کا زوال
نامرادی میں منوّر کر گئے وہ انتقال
جانتے تھے ہر قدم مہدیؑ کا آگے بڑھ گیا
'غسل و حاجت' کو گئے تھے دل کا دورہ پڑ گیا
نہ ملی توفیق ، مانیں وہ مسیحِ پاکؑ کو
چل دیئے اگلے جہاں وہ چھوڑ کر اِس خاک کو

☆

ذکر کے قابل وہاں پر پیرزادہ اور غفور
صدق کی توفیق نہ تھی وہ رہے مہدیؑ سے دور
رات دن مصروف جھوٹی شاں بڑھانے کے لئے
طاقتِ عِرفانِ مہدیؑ آزمانے کے لئے
اور بھی اک مولوی تھے جانتے ہیں جن کو سب
نام تھا عبدالستار اور نیازی تھا لقب
سالِ انیس سو ترپن میں تھے وہ پکڑے گئے
داڑھی منڈوا کے تھے بھاگے فوجیوں سے چھپ گئے
نام کے ان کے بھی ہیں چرچے بہت ہی آج تک
من گھڑت سنتے ہیں ہم ان کی کہانی آج تک
ان کے اکسانے پہ لوگوں نے کئے مومن شہید
وہ عوض میں قتل کے ، دیتے تھے جنت کی نوید
زندہ ہوتے آج وہ تو دیکھتے آنکھوں سے خود
احمدیت کو ترقی رب نے دی ہے کیسے خود !
دفن ہیں سب آرزوئیں ساتھ ان کی گور میں
احمدیت نورِ صادق ظلمتوں کے دور میں
یہ محمد ﷺ کی جماعت دستِ مہدیؑ سے بنی
اس کو بخشی ہے خدا نے اک مثالی روشنی
کوئی اس کو ختم لعلِ مادری نہ کر سکے
نوح کی کشتی ہے یہ طوفان سے بچتی رہے
اس سفینے کا خدا خود ناخدا ہے بن گیا
ڈوبنے سے یعنی اس کو خود بچاتا ہے خدا

☆

حکمِ عدالت

بات اک یہ آخری کہنی ہے مجھ کو دوستو
حکم آیا اب عدالت کا " حقیقت کھول دو"
"لے کے آؤ سامنے جو بند ایواں میں ہوا"
" قوم کے افراد سے تھا وہ جو پوشیدہ رہا" !
اب اجازت ہے 'سپیکر' کی کہ کھولو راز کو

چھیڑ دو اب خود فریبی کے ستمگر ساز کو
دامِ دنیا نے تھا چوما کذب کے محبوب کو
طول پھر اتنا دیا تھا لمحہء معیوب کو
کیوں کہا تھا تار شب ہے دوپہر کی دھوپ کو !
نور میں لپٹے ہوئے اک آسمانی روپ کو
ظلمتوں میں ڈوب کر کیونکر خسارہ پا لیا
بھول کر حکمِ خدا جھوٹا سہارا پا لیا
گلشنوں میں کب وطن کے آئی تھی بادِ بہار !
کب اڑے تھے اے منوّر طائراں اندر قطار !
کچھ نہیں ہے یاد ذہنِ ناتواں کو ساتھیو !
کب ہوا تیار تھا شاہیں اڑاں کو ساتھیو !
قوم کو سکھلا دئے ہیں وقت نے کتنے سبق
کاش پھر پُرنور ہو اپنے وطن کا ہر شفق

☆

کاروائی منظرِ عام پر۔محضر نامہ غائب

کارروائی راز میں چھتیس سالوں تک رہی
نا مکمل ہے یہ ساری جبکہ اب یہ چھپ گئی
حضرتِ ناصرؒ کا محضر اِس میں شامل ہی نہیں
قوم پر تا کہ حقیقت کھُل نہ جائے اب کہیں !!!
ہے حقیقت یہ کہ محضر اب نہ کھولیں گے کبھی
ورنہ کیا ہے احمدیت ؟ جان جائیں گے سبھی !!
جان جائیں گے وطن پہ احمدی قربان ہیں
سب عقائد ان کے زیرِ سایہء قرآن ہیں
جان جائیں گے کہ کیا محضر میں تھا لکھا ہوا !
ہو گئی ترمیم لیکن عدل کیوں نہ ہو سکا !
جان جائیں گے کہ مہدیؑ آنے والا آ گیا
پھر سے وہ اسلام کا گلزار ہے مہکا گیا
جان جائیں گے خدا کے اذن سے آیا تھا وہ
کذب کی دنیا میں سچائی کا سرمایہ تھا وہ
جان جائیں گے کہ خُتمِ المرسلیں پہ ہم نثار
جامِ احمد ﷺ سے ہماری روح میں آئے خمار
وہؐ ہی رحمت عالمیں کے وہ نبی ﷺ سب سے عظیم
ان کی سنت پر چلے جو وہ ہی مومن ہے فہیم
جان جائیں گے محمد ﷺ ہی ہمارے ہیں رسولؐ
ان کی ہے تعلیم زندہ ، ان کے زندہ ہیں اصول
جان جائیں گے کہ معانی کیا ہیں خاتم کے سبھی
اب نئی کوئی شریعت آ نہیں سکتی کبھی
جان جائیں گے محمد ﷺ پر ہیں قرباں احمدی
جان جائیں گے محمد ﷺ سے ہی ان کی عاشقی
تا قیامت اب نہیں مامور ایسا آئے گا
جو نہیں ہے امتی اور نہ غلامِ مصطفیٰ
روح گر سجدے میں ہے تو بولتا ہے آسماں
رب سے بہتر کون سمجھے اپنے بندے کی زباں
تقویٰ و اخلاص سے ہی جھک رہی ہو گر جبیں
مومنیں کا ربط رب سے ٹوٹ سکتا ہی نہیں
نعمتیں ان پر خدا کی یہ ہی آخر شاد کام
اور ملائک ان پہ اتریں لے کے مولیٰ کے انعام
جو بھی ہوگا اب اسی امت سے ہوگا حشر تک
اس حقیقت پر بھلا کیوں قومِ مسلم کو ہے شک !
آخری آقا محمد ﷺ آخری قرآں کتاب
انؐ کی عظمت سے کھلے ہیں رحمتوں کے بند باب
جان جائیں گے محمد ﷺ سے ملی ہم کو ضیاء
احمدِ عربی ﷺ کے ہی ہم ہیں مثالِ خاکِ پا
مہدیِ دوراںؑ محمد ﷺ کے ہیں عاشق کامراں
جن کی عظمت کے نشاں ظاہر ہوئے بر آسماں
جان جائیں گے کہ چاکر ہے محمد ﷺ کا مسیحؑ
وہ ہے اک بندہ خدا کا بات ہے اُس کی صحیح
ہے مسیحائی اسی کی آج کے اس دور میں
ہے صدا توحید کی ہی کفر کے اس شور میں
مہدیِ معہودؑ جو آنے کا تھا وہ آ گیا
حضرتِ عیسیٰؑ کی مانند وہ بھی رفعت پا گیا
جا چکا ہے وہ دہر سے لوٹ کر نہ آئے گا
اُس کی جاری ہے خلافت اور خلافت کی دعا
ہے یہی زندہ خلافت تا قیامت اب یہی
گمرہوں کو راستی کے راستے دکھلا رہی
جان جائیں گے علَمِ اسلام کا ہے کس کے ہاتھ
احمدی دن کو کہیں دن اور راتوں کو ہی رات
جان جائیں گے وہ عظمت حضرتِ مسرور کی
ہے دعاؤں سے برستی خوب برکھا نور کی
برکتوں سے اب خلافت کی زمیں بھرنے کو ہے

کفر کا ہر ایک قلعہ دوستو گرنے کو ہے
جان جائیں گے کہ تاریکی مٹے گی شام کی
احمدیت ہی فقط منہاج ہے اسلام کی
ہے منادی احمدیت کلمہء توحید کی
ہم کریں وہ ہی ، نبی ﷺ نے جو ہمیں تاکید کی
قریہ قریہ اب پیامِ آشتی جانے لگا
کلمہء توحید اب ہر دل کو گرمانے لگا
جان جائیں گے جہادِ اکبر و اصغر ہیں کیا
حکم یہ قرآن کا ، حصہ ہے یہ ایمان کا
جان جائیں گے مسلماں احمدی ہیں بالیقیں
ان کے جیسا اور مومن دھرت پر کوئی نہیں
ہو چکا ہے قادیاں میں ابنِ مریم کا ظہور
آسمانوں سے ہی رکھیں ربط روحانی امور
آسماں سے کوئی اترا نہ ہی اترے گا کبھی
اہلِ دانش جانتے ہیں ان حقائق کو سبھی
ہیں قلم کے وہ ہی سلطاں حکم سے اللہ کے
وہ دعاؤں میں مدد تھے مانگتے اللہ سے
وہ مجدد تھے صدی کے اور وہ ظلِ نبیؑ
اپنے الہامات پر ان کو نہیں تھا شک کبھی
ساتھ تھی تائید مولیٰ تھے وہی سچے مسیحؑ
اذنِ حق سے پیش گوئی ان کی تھی ہر اک صحیح
حکم جو اللہ کا تھا اُنؑ کو کہنا تھا ضرور
تھے مخالف لوگ وہ ہی جن کے ذہنوں میں فتور
بات سچی ان کو لگتی تھی کہ سارا جھوٹ ہے
ایکتا کی بات پر کہتے تھے یہ تو پھُوٹ ہے
احمدیت آج کی ہے کشتیء نوح کی مثال
دستِ مولیٰ اس کے اوپر ، آ نہیں سکتا وبال
ہے یہی اسلام سچا اس کے باہر کچھ نہیں
کذب کی حالت میں جو ہیں ان کے اندر کچھ نہیں
تھا محمد ﷺ پاک کا سب مومنیں کو یہ پیام
جب ملو مہدیؑ سے کہنا میری جانب سے سلام
حیف ہے کہ مولوی ، مہدیؑ کو کافر کہہ رہے
گالیاں دے کر انہیں امّت سے باہر کہہ رہے
فرقہء ناجی کو اب تو جانتا ہے سارا جگ
اپنے ہاتھوں سے سبھی نے کر دیا اس کو الگ
اے مسلماں ! کم نہیں ہے یہ صداقت کا نشاں
متحد امت کو ایسا ، کس نے دیکھا ہے ، کہاں ؟؟
حیف ہے ! غارت سکوں اور چاروں جانب ہے ستم
ہر کسی کو خوف ہے کہ آ نہ جائے زیرِ بم
ظلم کی چکی میں پیسے جا رہے ہیں ہموطن
بلبلیں خاموش کہ مرجھا گیا سارا چمن

☆

بھٹو ہوتے گر سیاست میں مکمل با ہنر
نہ کبھی بوتے وطن میں نفرتوں کا یہ شجر

☆

قولِ احمدی مسلم

ہے وفا میری محمد ﷺ سے ، وہی میرے حبیبؐ
آ گیا ہوں میں اگر فتوے کی زد میں کیا عجیب !
جو محمد ﷺ نے سکھایا تھا وہی کلمہ مرا
زندگانی کو مری اس کا فقط ہے آسرا
احمدی مسلم ہوں میں اور خوش نصیبی سے ملی
خاکسارِ کوچہء صدق و صفا کی چاکری
کیوں مرے پیارے ہیں مجھ کو غیر مسلم کہہ رہے؟
جبکہ مجھ کو کلمہء اسلام خود مسلم کہے !
ہے قسم مجھ کو خدائے پاک کی اے دوستو !
میرے مولیٰ، میرے آقا ہیں محمد ﷺ ، صاحبو !
جن کو مَیں مسجد پکاروں وہ مساجد ہی ہیں سب
نور ان میں ہے خدا کا رحمتیں ہیں روز و شب
جو میں کرتا ہوں عبادت ہے بِلا شک وہ نماز
میرے دل کی دھڑکنوں کو میرے سجدوں پہ ہے ناز
پھر بھی گر مجھ کو کہے کوئی کہ میں مسلم نہیں
دل سے پوچھے غور سے ، اُترّ ملے گا بالیقیں
جو نبی ﷺ کی ہے کسوٹی وہ ہی سب سے ہے بلند
مومنیں ہی ڈالتے ہیں چاند تاروں پہ کمند
التجا میری دعا میں ساری امّت کے لئے
دہر میں سارے مسلمانوں کی عظمت کے لئے

☆

عرضِ شاعر! عاجزانہ اختتامی بات!

ربط مومن کا نبوّت کی زمیں کے ساتھ ہے
نصرتِ مولیٰ منوّر صابریں کے ساتھ ہے

احمدیتؑ نور ہے منجانب ربِّ کریم
ہے خلافت اس میں جاری، یہ نشاں ہے اک عظیم
وقت کے منجدھار سے بچتی ہوئی کشتی ہے یہ
نفرتوں کی سرزمیں پہ پیار کی بستی ہے یہ
احمدیّتؑ ہے کہ جیسے آہنی دیوار ہو
اس سے ٹکرانے کا پیارو ہر ارادہ چھوڑ دو
جو بھی ٹکراتا ہے اس سے سر ہے اپنا پھوڑتا
جو بھی آتا ہے مقابل صدق کو ہے چھوڑتا
خاکساروں، عاجزوں کی یہ جماعت مختصر
سب فقط اس کی ترقی ہے دعا پر منحصر
اس کی فولادی یہ حالت ہے خدائے پاک سے
صبر سے بھرپور ہیں اس میں دعا کے سلسلے
کربلائی اس پہ ہے تلوار بھی لٹکی ہوئی
اس کے اوپر ظلم کی ہے برق بھی لپکی ہوئی
پھیلتی یہ جا رہی ہے چار جانب دہر میں
اس کا حافظ خود خدا ہے ساگروں کی لہر میں
گر لگاؤ آگ اس کو پھول بن جاتی ہے یہ
دشمنوں کے واسطے اک بھول بن جاتی ہے یہ
آتشِ نمرود کو ہے خود خدا ٹھنڈا کرے
بے بسی میں اس کے آگے کیا کوئی بندہ کرے !
ہے یہی بہتر مقابل صدق کے نہ آئیں آپ
بے اثر ہے اس کے اوپر اے عزیزو زہر سانپ

☆

اے منوّر ہم جو دیکھیں دہشتوں کا یہ عمل
ہے فقط مہدیؑ پہ ہی ایمان لانا اِس کا حل
حکم ہے یہ حضرتِ عربی رسولِ پاک ﷺ کا
سرورِ کونین (ﷺ) کا اور صاحبِ لولاک (ﷺ) کا

☆

قوم کیا چیز ہے، قوموں کی امامت کیا ہے
اس کو کیا سمجھیں یہ بیچارے دو رکعت کے امام!

ایک پیاری نصیحت



ایک عالم اپنے ایک شاگرد کو ساتھ لیئے کھیتوں میں سے گزر رہے تھے۔ چلتے چلتے ایک پگڈنڈی پر ایک بوسیدہ جوتا دکھائی دیا۔صاف پتہ چل رہا تھا کہ کسی بڑے میاں کی ہے۔قریب کے کسی کھیت کھلیان میں مزدوری سے فارغ ہوکر اسے پہن کر گھر کی راہ لیں گے۔شاگرد نے جناب شیخ سے کہا : کیسا رہے گا کہ تھوڑی دل لگی کا سامان کرتے ہیں ۔ جوتا ادھر ادھر کر کے خود بھی چھپ جاتے ہیں ۔ وہ بزرگوار آن کر جوتا مفقود پائیں گے تو ان کا ردعمل دلچسپی کا باعث ہوگا شیخ کامل نے کہا : بیٹا اپنے دلوں کی خوشیاں دوسروں کی پریشانیوں سے وابستہ کرنا کسی طور بھی پسندیدہ عمل نہیں ۔ بیٹا تم پر اپنے رب کے احسانات ہیں ایسی قبیح حرکت سے لطف اندوز ہونے کے بجائے اپنے رب کی ایک نعمت سے تم اس وقت ایک اور طریقے سے خوشیاں اور سعادتیں سمیٹ سکتے ہو اپنے لیئے بھی اور اس بیچارے مزدور کے لیئے بھی ۔ ایسا کرو کہ جیب سے کچھ نقد سکے نکالو اور دونوں جوتوں میں رکھ دو ۔ پھر ہم چھپ کے دیکھیں گے جو ہوگا۔ بلند بخت شاگرد نے تعمیل کی اور استاد و شاگرد دونوں جھاڑیوں کے پیچھے دبک گئے کام ختم ہوا۔ بڑے میاں نے آن کر جوتے میں پاءوں رکھا تو سکے جو پاؤں سے ٹکرائے تو ایک ہڑبڑاہٹ کے ساتھ جوتا جو اتارا تو وہ سکے اس میں سے باہر آ گئے ۔ ایک عجیب سی سرشاری اور جلدی میں دوسرے جوتے کو پلٹا تو اس میں سے سکے کھنکتے باہر آ گئے ۔ اب بڑے میاں آنکھوں کو ملتے ہیں ۔ دائیں بائیں نظریں گھماتے ہیں ۔یقین ہوجاتا ہے کہ خواب نہیں تو آنکھیں تشکر کے آنسوؤں سے بھر جاتی ہیں ۔ بڑے میاں سجدے میں ہوجاتے ہیں: استاد و شاگرد دونوں سنتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے کچھ یوں مناجات کر رہے ہیں میرے مولا میں تیرا شکر کیسے ادا کروں ۔تو میرا کتنا کریم رب ہے ۔ تجھے پتہ تھا کہ میری بیوی بیمار ہے ۔ بچے بھی بھوکے ہیں ۔ مزدوری بھی مندی جا رہی ھے ۔تو نے کیسے میری مدد فرمائی ۔ ان پیسوں سے بیمار بیوی کا علاج بھی ہو جائے گا ۔ کچھ دنوں کا راشن بھی آ جائے گا ادھر وہ اسی گریہ وزاری کے ساتھ اپنے رب سے محو مناجات اور دوسری طرف استاد و شاگرد دونوں کے ملے جلے جذبات اور ان کی آنکھیں بھی آنسوؤں سے لبریز ۔ کچھ دیر کے بعد شاگرد نے دست بوسی کرتے ہوئے عرض کیا استاد محترم ۔ آپ کا آج کا سبق کبھی نہیں بھول پاؤں گا ۔آپ نے مجھے مقصد زندگی اور اصل خوشیاں سمیٹنے کا ڈھنگ بتا دیا ہے۔





حضرت مولوی مبارک احمد صاحب دوالمیال پروفیسر جامعہ احمدیہ ربوہ

ریاض احمد ملک ۔ دوالمیال

کیا آپ گمان کر سکتے ہیں کہ ضلع چکوال (سابقہ ضلع جہلم) کوہستان نمک کے پہاڑوں میں اعوانوں کی بستی، قادیان سے سیکڑوں میل مسافت پر 70 سے زائد صحابہ حضرت مسیح موعودؑ کا گاؤں دوالمیال، جس کے صحابہ نے 1929ء میں احمدیہ دارالزکر دوالمیال میں مینارۃ المسیح کی طرز کا مینار صرف حضرت مسیح موعودؑ سے عشق کی مثال قائم کرتے ہوئے تعمیر کر دکھایا۔ اور ان صحابہ حضرت مسیح موعودؑ نے اس مینارہ احمدیہ دارالزکر دوالمیال کی تعمیر میں اپنی دعاؤں کے سنگ اپنے ہاتھوں سے مزدوری کر کے ناممکن کو ممکن کر دکھاتے ہوئے اس کو دو سال کی شب و روز محنت سے پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ اور علاقہ بھر میں احمدیت کی بنا ڈالی۔ حضرت عبدالصمد صاحب جنہوں نے جب حضرت مسیح موعودؑ، مولوی کرم دین بھیں کے مقدمہ کے سلسلہ میں جہلم تشریف لائے تھے اس وقت جہلم بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں شامل ہوئے تھے۔ یہ ان کا احمدیت سے والہانہ عشق کا ثبوت کہ ان کے پوتے نے جب پرائمری (اس وقت پرائمری جماعت چہارم تک ہوتی تھی) پاس کی تو اس دس گیارہ سال کے بچے کو حصولِ علم کی خاطر قادیان بھیج دیا گیا تا کہ وہ احمدیت کی تعلیم کے زیور سے منور ہو کر آئے اور اس پہاڑی علاقہ میں احمدیت کی تبلیغ کا بیڑا اٹھائے۔ اس وقت کون سوچ سکتا تھا کہ یہ ایک ننھا منا سا بچہ ملک مبارک احمد حضرت مصلح الموعودؓ کی دعاؤں کی بدولت اور اپنی دن رات محنت سے احمدیت کے نور سے منور ہو کر آسمانِ احمدیت میں ایک روشن ستارہ بن کر چمکے گا۔ اور اپنے آباؤ اجداد کی طرح دوالمیال کا نام روشن کرے گا۔ جو تحصیلِ علم کے بعد ایک جید عالم، عربی دان، اور ہردالعزیز پروفیسر جامعہ احمدیہ ربوہ ہوگا، اور حضرت مصلح موعودؓ کی پہلی دعا کے مصداق شہرت کی منازل طے کرتا ہوا حضرت مصلح موعودؓ کے سفرِ یورپ میں ان کا ہمسفر ہونے کی سعادت حاصل کرے گا۔ دمشق اور حلب کے رسائل میں اس کے عربی مضامین کی اشاعت سے اس کی عربی دانی کے چرچے ہوں گے۔ شام کی یونیورسٹیوں اور الازہر یونیورسٹی سے تعلیم کی پیاس بجھا کر عربی کے رسالہ ''البشریٰ'' کا مدیر بن کر سلسلہ احمدیہ کی خدمت میں اپنا تن من لٹا دے گا۔ سلسلہ احمدیہ کی کتب کے عربی تراجم سے حضرت مصلح موعودؓ کی آنکھ کا تارا بن جائے گا۔ ''المہدی الحقانی'' اور ''حیاتِ احمدؑ'' جیسی گراں قدر کتب عربی میں تالیف کر کے احمدیت کی تعلیم کو بلادِ عرب میں پہنچانے میں اپنا منفرد کردار ادا کرے گا۔ اور اس کے شاگرد دنیا کے کونے کونے میں پھیل کر احمدیت کے نور کو پھیلائیں گے۔

خاندان اور تعلیم

حضرت مولوی مبارک احمد صاحب نے دوالمیال میں 1922ء میں ایسے احمدی گھر میں جنم لیا۔ جس میں آپ کے دادا حضرت عبدالصمد صاحب صحابی حضرت مسیح موعودؑ، آپ کے نانا حضرت میراں بخش صاحب صحابی حضرت مسیح موعودؑ، والدہ حفصہ بی بی صاحبہ صحابیہ حضرت مسیح موعودؑ، آپ کے والد قاضی عبدالرحمٰن صاحب جن کو دوسرے امیر جماعتِ احمدیہ دوالمیال کی حیثیت سے طویل عرصہ سلسلہ کی خدمت کا موقع نصیب ہوا اس خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ نے گورنمنٹ پرائمری سکول دوالمیال سے جماعت چہارم تک تعلیم حاصل کی۔ پھر آپ اور آپ کے چچازاد بھائی مکرم ملک محمد شفیع صاحب کو آپ کے والد محترم قاضی عبدالرحمٰن صاحب لے کر عازمِ قادیان ہوئے۔

کھیوڑہ میں مکرم محمد احمد صاحب احمدی آف گھگھیاٹ کی جو کھیوڑہ ریلوے سٹیشن پر کام کرتے تھے ان سے ملاقات ہوئی جب انہیں ان کا قادیان میں تعلیم حاصل کرنے کے بارے میں معلوم ہوا تو وہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے کھیوڑہ میں ایک پُرتکلف دعوت کی۔ جب قادیان پہنچے پر سب سے پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے ملاقات کی اور آپ کے والد نے حضرت خلیفۃ

المسیح الثانیؓ سے دعا کی درخواست کی اور آپ کی درخواست کو منظور کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے دعا کی۔اور اسی دعا کی بدولت مکرم ملک مبارک احمد صاحب عروج کی منازل طے کرتے رہے۔مکرم ملک مبارک احمد صاحب نے مدرسہ احمدیہ قادیان سے تعلیم مکمل کی اور پھر جامعہ احمدیہ قادیان سے شاہد کی ڈگری اور 1943ء میں مولوی فاضل کی ڈگری حاصل کی۔اور 21 سال کی عمر میں اپنے آپ کو وقفِ زندگی کرنے والوں کی صف میں لا کھڑا کیا۔

شادی خانہ آبادی

آپ کی شادی 1945ء میں محترمہ ذکیہ بیگم صاحبہ دختر حضرت حافظ غلام رسول وزیر آبادی صحابی حضرت مسیح موعودؑ سے ہوئی۔ 1946ء میں بیٹی مکرمہ امت الہادی کی پیدائش ہوئی۔1947ء پاکستان بننے پر اہلیہ اور بیٹی کو پاکستان قافلہ کے ساتھ بھیج دیا۔اور خود حفاظتِ قادیان کے لئے وہاں کافی عرصہ ٹھہرے رہے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بیٹے مکرم ملک مظفر احمد صاحب، ملک منور احمد صاحب اور چھ بیٹیوں ،مکرمہ امۃ الہادی صاحبہ اہلیہ عبدالرشید صاحب شاہد،مکرمہ امتہ النصیر صاحبہ اہلیہ مکرم مولانا محمد انور قریشی صاحب۔

مکرمہ امتہ الکافی صاحبہ اہلیہ مکرم صفی اللہ صاحب (امریکہ)،مکرمہ امت الباسط صاحبہ (کینیڈا)،امتہ الرحمٰن صاحبہ اہلیہ مکرم عبدالحلیم احمد صاحب،حامتہ البشریٰ صاحبہ اہلیہ مکرم عبدالحلیم احمد صاحب سے نوازا تھا۔ اللہ کے فضل سے وہ خود اور ان کی اولادیں سلسلہ کی خدمت میں مصروفِ عمل ہیں۔

خدماتِ سلسلہ احمدیہ

37 سال تک سلسلہ احمدیہ کی شب و روز خدمت میں مصروفِ عمل رہے، 1948ء میں جامعہ احمدیہ ربوہ میں بطور استاد تعیناتی اور 1982 میں ریٹائر ہوئے ریٹائر ہونے کے بعد بھی دمِ آخر تک کسی نہ کسی رنگ میں احمدیت کی خدمت کرتے رہے۔دسمبر 1985ء تا دسمبر 1986ء قائم مقام پرنسپل جامعہ احمدیہ کی حیثیت سے اپنے فرائض سرانجام دینے کا موقعہ ملا۔ 5اپریل 1965ء ممبر مجلس افتاء کی حیثیت سے نامزدگی اور پھر تاحیات نامزدگی ہونے پر اس خدمت کو سرانجام دیا۔ممبر سٹینڈنگ کمیٹی صد سالہ منصوبہ کی حیثیت سے بھی خدمت کا موقعہ ملا۔

(الفضل 11 نومبر 2016ء)

علمی و ادبی خدمات ۔

المہدی الحقانی۔ یہ تصنیف 1977ء میں شائع ہوئی،اس کتاب کو آپ نے مفتی محمود کی کتاب کے جواب میں تحریر کیا۔

حیاتِ احمد ۔یہ کتاب سیرتِ حضرت مسیح موعودؑ پر لکھی گئی۔

رسالہ البشریٰ کی ادارت۔ 1959 تا 1961 جامعہ احمدیہ ربوہ سے شائع ہونے والا عربی رسالہ ''البشریٰ'' کے آپ مدیر رہے۔مئی 1959ء میں جب پہلا شمارہ شائع ہوا تو اس کو حضرت مصلح موعودؓ ،حضرت مرزا بشیر احمد اور چوہدری سر ظفر اللہ خان سے بہت پذیرائی ملی اور اسکے معیار کو بہت سراہا گیا۔دارالاقامہ کے سپرینٹنڈنٹ کے فرائض سرانجام دینے کا بھی موقعہ ملا۔

مکرم ملک مبارک احمد صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی عربی تصنیف ''سیرتِ ابدال'' کو بھی پڑھایا جس کے متعلق مکرم محمد دین ناز صاحب بیان کرتے ہیں۔''ایڈ منسٹریٹر محترم صاحبزادہ مرزا انیس احمد صاحب کی تحریک پر حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب ''سیرتِ ابدال'' کا ترجمہ کیا۔اساتذہ اور طلبا جامعہ احمدیہ و دیگر دلچسپی لینے والے احباب کو خصوصی کلاس کی شکل میں لمبا عرصہ،بعد از نماز عصر پڑھاتے رہے اور ہر لفظ کو لغوی اعتبار سے حل کر کے آسان لفظوں میں سمجھاتے تھے۔اس کلاس میں حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الرابعؒ) نے بھی چند یوم شمولیت اختیار فرمائی۔''

تراجم کتب۔

آپ نے ہماری تعلیم، دعوۃ الامیر،سیر روحانی،سیرتِ طیبہ، مسئلۂ قادیانیت کا جواب المودودی فی المیزان اور تفسیرِ کبیر سورت فاتحہ اور سورت مریم کا عربی ترجمہ کرکے جماعتِ احمدیہ کی بہت بڑی خدمت سرانجام دی۔

بچپن کا ایک واقعہ:

ملک مبارک احمد کی دختر مکرمہ امۃ الکافی صاحبہ اہلیہ صفی اللہ صاحب (امریکہ) نے آپ کے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہوئے بتایا۔

''وقف کے بارے میں آپ کی والدہ ہماری دادی صاحبہ ذکر کرتی ہیں۔ کہ ایک دفعہ قادیان میں جلسہ سالانہ کے موقع پر عورتوں کی ملاقات حضرت

اماں جان سے ہونی تھی میں بھی مبارک احمد جو ابھی چھوٹے تھے یعنی دو سال کے تھے لے کر گئی۔ ملاقات کے بعد جب میں مبارک احمد کو اٹھانے کے لئے جھکی تو مبارک احمد نے کہا " میں ایتھے" یعنی میں نے یہیں رہنا ہے جانا نہیں۔ اس پر حضرت اماں جان نے آپ کے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا بیٹا ابھی نہیں جب بڑے ہو جاؤ گے تو یہیں آنا حضرت اماں جان کے منہ سے نکلی ہوئی یہ بات اس طرح پوری ہوئی کہ آپ کے خاندان میں بلکہ دوالمیال بھر میں سے سب سے پہلے صرف ابا جان کو ہی یہ موقع نصیب ہوا کہ وہ قادیان میں جا کر تعلیم حاصل کریں اور پھر زندگی وقف کر کے خدمتِ دین کریں۔ آپ ابھی دس سال کے ہی تھے کہ آپ کے والد مکرم قاضی عبدالرحمٰن صاحب آپ کو قادیان لے گئے اور مدرسہ احمدیہ قادیان میں داخل کروا دیا۔ آپ نے وہاں ہوسٹل میں رہ کر میٹرک کیا اور اسی دوران حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی وقفِ زندگی کی تحریک پر لبیک کہتے ہوئے خود ہی اپنی زندگی وقف کر دی اور جامعہ احمدیہ میں تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی۔۔

مکرم ملک مبارک احمد صاحب کا زخمی ہونے کا واقعہ:

آپ کے ہمعصر آپ کے ہم جماعت ملک محمد شفیع صاحب ساکن دوالمیال (بھائی کیپٹن عبداللہ خان صاحب، پوتے حضرت میراں بخش صاحب صحابی حضرت مسیح موعودؑ) جو مکرم ملک مبارک احمد صاحب کے ساتھ قادیان مدرسہ احمدیہ میں داخل ہوئے تھے انہوں نے اپنے ایک انٹرویو میں یہ واقعہ بتایا " ہم دونوں مدرسہ احمدیہ قادیان میں داخل ہو گئے۔ ہم دونوں دیہاتی تھے پہلی دفعہ گھر سے نکلے تھے بہت دور پہاڑی علاقہ سے گئے ہوئے تھے۔ ہم اپنے گاؤں دوالمیال میں کنوؤں میں سے پانی نکالنے کے لئے ایک ڈول کو رسی سے باندھ کر، پھینک کر ہاتھ سے رسی کو کھینچتے تھے، وہاں قادیان میں مدرسہ احمدیہ بورڈنگ میں پانی نکالنے کے لئے کنویں کے اوپر چرخی (گھرنی) لگی ہوئی تھی۔ جو ہم دونوں کے لئے بالکل نئی تھی۔ باقی سب لڑکے تو ماہر تھے وہ بڑی جلدی جلدی گھرنی کو گھماتے تھے اور ڈول نکال لیتے تھے۔ ہم دونوں پہلے دیکھتے رہے۔۔ جب ملک مبارک احمد صاحب کی باری آئی تو چونکہ ہمیں اس کو چلانے کا طریقہ معلوم نہ تھا۔ جب اس کو جلدی سے ملک مبارک احمد صاحب نے چھوڑا تو پکڑنے والی ہتھی (جن کو پکڑ کر گھرنی کو چلاتے تھے) ان کی پیشانی پر لگی اور پیشانی پر زخم آ گیا۔ ہم دونوں بہت گھبرائے، جب ان کا خون بہت زیادہ بہنے لگا تو ہماری پریشانی بہت بڑھ گئی۔ اس وقت شیخ عبدالرحمٰن صاحب مدرسہ احمدیہ قادیان کی ہیڈ ماسٹر تھے۔ باقی دوستوں کی مدد سے کچھ ہمت کر کے انہیں میں نور ہسپتال قادیان لے گیا۔ مرہم پٹی کروائی۔ یہ ہمارا پہلا خیر مقدم تھا، تکلیفوں اور دکھوں میں انسان کے اندر کے جذبات و احساسات کو تقویت کا روپ ملتا ہے اور خود اعتمادی بڑھ جاتی ہے، جس طرح سونا آگ میں پڑھ کر کندن بن جاتا ہے۔ یہ پہلا تجربہ تھا دوالمیال کے ملکوں کا اور اس کے بعد تو ہم ماہر ہو گئے ڈول نکالنے کے۔ ہم نے ہمت نہ ہاری اور مدرسہ کے ماحول میں اپنے آپ کو ڈھال لیا اور دل لگا کر اپنے مقصد کے حصول کیلئے کمر باندھ لی اور تعلیم جاری رکھی اور ملک مبارک احمد صاحب نے اپنے خاندان اور دوالمیال کا نام روشن کیا۔" لیکن افسوس کہ مکرم ملک محمد شفیع صاف بوجہ ٹائیفائیڈ ہونے کے اپنی تعلیم قادیان میں مکمل نہ کر سکے اور واپس دوالمیال آ گئے اور تعلیم کا سلسلہ اپنے گاؤں میں ہی مکمل کیا۔

پابندیءپنجوقتہ نماز کے متعلق واقعہ ۔

آپ پنجوقتہ نماز کے خود بھی پابند تھے اور اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ پنجوقتہ نماز ادا کرنے کی ہمیشہ نہ صرف تلقین کیا کرتے تھے بلکہ روزانہ سب سے اس کی باز پرس ہوا کرتی تھی۔ مکرم ملک مظفر احمد صاحب پسر ملک مبارک احمد صاحب ایک واقعہ اس سلسلے میں بیان کرتے ہیں کہ ابا جی وفات کے بعد میری خواب میں آئے تو میں سائیکل پر کہیں جا رہا تھا تو ابا جی نے مجھے کہا کہ مظفر تم نے نماز پڑھ لی ہے کیا۔۔۔۔۔۔ پس ان کی موت کے بعد بھی انہیں نماز کی فکر تھی۔

وفات اور تجہیز و تکفین:

مکرم ملک مبارک احمد صاحب 23 ستمبر 1988ء کو 66 سال کی عمر میں اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے، آپ خدا کے فضل سے موصی تھے آپ کا وصیت نمبر 14281 اور آپکی تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی آپ کا مزار مین گیٹ سے داخل ہوتے ہی اندرونی مین سڑک کے بالکل آغاز میں واقع ہے ۔ دوالمیال ایک فوجی گاؤں ہے اور ہمشہ انہوں نے فرنٹ لائن پر کھڑے ہو کر ہر

ایک کو بڑی خوش دلی سے خوش آمدید کہا ہے اور توپ کا انعام حاصل کیا ہے اپنے کارہائے نمایاں کی بدولت ۔ آج دوالمیال کا یہ سپوت یہاں بھی اپنے آباؤ اجداد کی ریت کو قائم رکھے ہوئے بہشتی مقبرہ میں ہر آنے والے کو خوش آمدید کہہ رہا ہے ۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے مکرم ملک مبارک احمد صاحب کی وفات کے موقع پر آپ کی سلسلہ احمدیہ کی گراں قدر خدمات کو ان الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا تھا ۔ ''مرحوم بے شمار خوبیوں کے مالک تھے ۔ عربی ادب پر پورا عبور تھا ۔ تراجم اور مضامین ان کی یاد ہمیشہ زندہ رکھیں گے ۔ سلسلہ کے لیے نہایت مفید وجود تھے ۔ ان کی خدمات قابلِ تحسین ہیں ۔'' (یہ الفاظ ملک مبارک احمد صاحب کی قبر کے کتبہ پر بھی کندہ ہیں) دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مکرم ملک مبارک احمد صاحب کو جنتِ فردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہم سب کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

یہ دوالمیال کی خوش نصیبی ہے اور دوالمیال کو فخر ہے کہ اتنا بڑا عالم دوالمیال کی سرزمین نے پیدا کیا ۔ دعا ہے کہ دوالمیال آئندہ بھی ایسے گراں قدر لوگ پیدا کر کے دین کی خدمت میں آگے آگے رہے آمین ملک مبارک احمد صاحب نہایت نفیس اور صفائی پسند تھے ہمیشہ صاف ستھرا لباس زیبِ تن رکھا ۔

ملک منور احمد پسر ملک مبارک احمد صاحب نے اس واقعہ کو بیان فرمایا کہ آپ کی وفات کے بعد جب آپ کو غسل دینے کا وقت آیا ۔ تو ایک مزدور جس کے ہاتھ سخت میلے اور صاف نہ تھے اس کو بلایا گیا غسل دینے کے لئے ۔ میری جب اس کے میلے ہاتھوں پر نظر پڑی تو میں نے اسے اپنے پاس بلایا اور اس سے پوچھا کہ تمہاری غسل دینے کی مزدوری کتنی طے ہوئی ہے ۔ میں نے اس کی مزدوری دے کر واپس کر دیا ۔ اس وقت مکرم محمد دین ناز صاحب اور مکرم میر محمود صاحب بھی وہاں موجود تھے ، تو میں نے انہیں کہا کہ میرے محترم والد صاحب نے ساری عمر صاف رہنے کی کوشش کی اور سب کو صاف ستھرا رہنے کی تلقین کرتے رہے تو اب میں نہیں چاہتا تھا کہ ان گندے ہاتھوں سے انہیں غسل دیا جائے ۔ اس کے بعد میں نے خود اپنے والد صاحب کو اپنے ہاتھوں سے غسل دینے کا فریضہ ادا کیا ۔

خلافت کی اطاعت ومحبت :

مکرم ملک مبارک احمد صاحب خلافت سے گہری محبت اور اطاعت کا منفرد جذبہ تھا ۔ خلیفہء وقت کے تمام احکامات پر سر تسلیم خم کرتے اور ان کو بغیر تاخیر کے بجالانے میں فخر محسوس کرتے ۔ آپ کے صاحبزادے مکرم ملک مظفر احمد صاحب نے آپ کے متعلق بتایا ۔ ''ایک دفعہ میں نے کہا کہ ابا جان آپ جامعہ کے قائم مقام پرنسپل بن گئے ہیں تو نہایت انکساری سے جواب دیا کہ ہاں مجھے یہ ذمہ داری ملی ہے ۔ میں تو وقفِ زندگی ہوں ۔ اگر حضور کی طرف سے ارشاد ہو کہ کل صبح میں فضلِ عمر ہسپتال میں خاکروب کا کام شروع کر دوں تو میں اس حالت میں بغیر کسی چون و چراں کام شروع کر دوں گا ۔ یہ ان کی مثالی منفرد اطاعت کا جذبہ تھا ۔''

آپ کی خدمات ۔ اہلِ خانہ ، دانشوروں اور علماء کی نظر میں

ملک بشارت احمد صاحب برادر ملک مبارک احمد صاحب ایک خط میں مکرم ملک صاحب کے بارہ میں لکھتے ہیں ''ملک صاحب مرحوم نے باپ اور ماں کی طرف سے ایک نہایت نیک خاندان میں آنکھ کھولی اور پرورش پائی اور انہوں نے اس نیکی کو نہ صرف قائم رکھا بلکہ اپنی نیکی اور حسنِ اخلاق اور حسنِ معاشرت کی وجہ سے بہت بڑھایا ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارے خاندان کے سب چھوٹے بڑوں پر اپنے فضل کا سایہ رکھے اور ہمیں آباؤ اجداد کی نیکیوں اور نیک اعمال کا وارث بنائے آمین''

(روزنامہ الفضل ربوہ 20 نومبر 2000ء)

مکرم یعقوب احمد صاحب کھاریاں نے اپنے استادِ گرامی مکرم ملک مبارک احمد کو ان الفاظ میں ہدیہء تبریک پیش کیا ہے ۔ ''محترم ملک صاحب موصوف کا جسمانی تعلق اگرچہ جہلم کی سنگلاخ زمین کے گاؤں دوالمیال سے تھا ۔ مگر ان کا مزاج نہایت ملائم اور شفقت سے پُر تھا ۔ خاکسار نے کبھی غصے کی حالت میں نہیں دیکھا تھا ۔ جب دیکھا وہ سراپاء شفقت و رحمت ہی نظر آئے ۔ طبیعت میں انکسار کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا ۔ آہ ! وہ قیمتی وجود جو فی الحقیقت استادِ معانی اور دریائے فصاحت تھا ۔ وہ آج کہاں مل سکتا ہے ۔ اللہ ان کو جوارِ رحمت میں جنتِ فردوس میں اتارے اور ان کے علمی ورثے کو زندہ رکھنے والی توفیقِ ارزانی عطا فرمائے ۔ ان کے عزیزان و پسماندگان کو صبرِ جمیل

سے اس کوہِ غم کو برداشت کرنے کی طاقت دے آمین

(الفضل ربوہ 29 نومبر 1988)

پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی صاحب نے اپنے ایک مضمون ”جماعتِ احمدیہ کی تاریخ کی اہم مقامات“ میں دوالمیال اور ملک مبارک احمد صاحب کے بارے میں یوں تحریر فرمایا ” احمدیت کے تعلق میں دوالمیال بھی بڑا اہم گاؤں ہے۔ یہاں کی جماعت تو پرانی اور مخلص ہے۔ مکرم ملک مبارک احمد صاحب ایڈیٹر البشریٰ جیسا عربی دان عالم اس خاک سے اٹھا......یہ جو جہلم سے اوپر کا علاقہ ہے مارشل علاقہ سمجھا جاتا ہے۔ احمدی جرنیلوں میں سے جنرل نذیر احمد ملک اسی علاقہ (دوالمیال) سے تھے۔

(الفضل ربوہ 3 اکتوبر 1996ء)

آپ کے ساتھی استاد حافظ مظفر احمد صاحب جو آپ کے شاگرد بھی رہے دریا کو کوزے میں بند کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں۔

”ملک مبارک احمد صاحب کی خلافت سے گہری وابستگی تھی“

آپ کے داماد مکرم عبدالحلیم صاحب مربی سلسلہ بیان کرتے ہیں ۔ ” جماعتی کاموں کو مقدم رکھنا اور دیگر کاموں کو ثانوی حیثیت دینا ملک مبارک احمد صاحب کا خاص وصف تھا۔ خلیفۃ المسیح کی آواز پر لبیک کہنا اور دوسرے تمام کاموں کو چھوڑ دینا یہ بھی آپ کا طرۂِ امتیاز تھا“

آپ کے شاگرد مکرم ملک جمیل الرحمٰن رفیق صاحب نے اپنے استادِ محترم کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ۔ ”ہمیں ملک مبارک احمد سے انشاء اور عربی کا کچھ حصہ پڑھنے کا موقع ملا ہم کو وہ نہایت شفقت سے پڑھاتے تھے۔“

آپ کی شاگرد مکرم راجہ منیر احمد صاحب نے آپ کے بارہ میں اپنے تاثرات میں بتایا ”مکرم ملک مبارک احمد صاحب کا تمام طلبا سے شفقت و محبت کا سلوک تھا۔ عربی زبان پر مکمل عبور اور عربی ادب کا گہرا مطالعہ تھا۔ آپ سے تفسیر الکشاف کا کچھ حصہ پڑھنے کی سعادت ملی۔ خاکسار کے ساتھ بوجہ ایک ہی علاقہ سے تعلق رکھنے سے ہمیشہ نہایت ہی محبت اور شفقت سے پیش آتے تھے۔“

آپ کے ایک اور شاگرد مکرم خوشی محمد شاکر صاحب نے اپنے استادِ گرامی کے بارے میں بتایا ”میرے نزدیک مکرم مبارک احمد صاحب ان عظیم ہستیوں میں سے تھے جن کو نیک، صالح، بے ضرر، بے لوث خدمت کرنے والوں میں شمار ہوتا ہے۔ آپ ہنستے ہوئے کلاس میں آتے تھے اور ہنستے ہوئے ہی کلاس سے جاتے تھے۔“

مکرم چوہدری ظفراللہ خان طاہر وائس پرنسپل جامعہ احمدیہ نے بتایا۔ ”محترم ملک مبارک احمد صاحب ہمارے عربی کے استاد تھے۔ آپ عربی کے بلند پایا عالم تھے۔ جب بھی آپ سے رہنمائی کی درخواست کی آپ نے بڑی محنت سے رہنمائی کی آپ کو محنت کی بہت عادت تھی گھنٹوں مطالعہ میں مصروف رہتے تھے۔“

آپ کے تلمیذ حنیف محمود صاحب نے بتایا۔ ”بعض اساتذہ اپنے کردار، شخصیت اور علم و فضل کی وجہ سے دوسرے اساتذہ سے الگ مقام رکھتے ہیں۔ اور طلبا سے شفقت سے پیش آنے کی وجہ سے طلبا کے دلوں میں جگہ بناتے ہیں انہیں میں مکرم و محترم پروفیسر ملک مبارک احمد صاحب کا نام آتا ہے۔“

بچوں کی تربیت اور حسنِ سلوک:

بچوں کی تربیت اور حسنِ سلوک کے سلسلہ میں آپ کے شاگرد نوید سعید صاحب نے بیان کیا۔ ”ملک مبارک احمد صاحب حضور کی اطاعت میں برکت سمجھتے تھے۔ بچوں اور اہلِ خانہ کی تربیت اس رنگ میں کی کہ ان کا ہر بچہ خدمتِ دین میں مصروفِ عمل ہے اور خلافت سے ہمہ وقت منسلک ہے۔“

مکرم محمد دین ناز صاحب جو ملک مبارک احمد صاحب کی ہمسائیگی میں کئی سال رہے وہ بیان کرتے ہیں۔ ” ملک مبارک احمد صاحب کا اہلِ خانہ اور بچوں کے ساتھ سلوک معیاری تھا۔ ان کی تربیہت کا خاص خیال رکھتے تھے۔“

آپ کی بیٹی مکرمہ حمامیۃ البشریٰ صاحبہ اہلیہ مکرم عبدالحلیم صاحب بیان کرتی ہیں۔ ”ہم آٹھ بہن بھائیوں کی بڑے اچھے طریقے سے ہمارے والد محترم نے تربیت کی۔ انتہائی کسمپرسی کی حالت میں گزارہ کرنا اور خوش رہنا انہوں نے ہمیں سکھایا۔“

آپ کی صاحبزادی امت الہادی صاحبہ اہلیہ عبدالرشید صاحب شاہد نے بتایا ” آپ کا لہجہ بہت منفرد تھا۔ تمام بچوں سے بہت مشفقانہ سلوک کرتے تھے۔ نمازوں کی طرف بہت زیادہ زور دیا کرتے تھے۔ میرے بچوں سے

نہایت محبت وشفقت کا سلوک تھا۔"

آپ کی دختر مکرمہ امتہ الباسط صاحبہ (کینیڈا) اپنے والد صاحب کے عمدہ حسنِ سلوک کے بارے میں بیان کرتی ہیں۔ " آپ ہماری پڑھائی میں بہت ممد ومددگار رہے۔ جب میرا داخلہ زرعی یونیورسٹی لاہور میں ہوا تو مجھے یاد ہے جب میں پہلی دفعہ ہوسٹل میں رہنے کے لئے جانے لگی تو ابا جان بڑی دعاؤں کے ساتھ مجھے خود چھوڑنے گئے اور بہت نصیحتیں بھی کیں۔"

مکرم ملک منور احمد صاحب پسر ملک مبارک احمد صاحب نے بتایا۔"ابا جان بہت نفاست پسند تھے۔ خود بھی صاف کپڑے پہنتے اور ہمیں بھی صاف کپڑے پہننے کی تلقین کرتے۔ ان کی دعائیں آج بھی مجھ سایہ فگن ہیں اور مجھے ان کے اصول زندگی میں کامیابی کی جانب گامزن لئے پھرتے ہیں۔"

عربی کے جید عالم:

آپ کی صاحبزادی مکرمہ حمامۃ البشریٰ صاحبہ بیان کرتی ہیں۔"ابا جان کو عربی زبان سیکھنے میں بہت دلچسپی تھی اور دل میں یہ خواہش تھی کہ کاش مجھے کسی عرب ملک میں جا کر عربی سیکھنے کا موقع ملے تو ابا جان کی اس خواہش کو اللہ تعالیٰ نے اس رنگ میں پورا کیا کہ حضرت مصلح الموعودؓ نے خود ہے میرے ابا جی کا نام عربی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے تجویز فرمایا۔ پارٹیشن کے بعد 1951ء میں ابا جان عربی کی اعلیٰ تعلیم کے لئے دمشق (شام) بھجوا دیا گیا الازہر یونیورسٹی میں 3 سال کی ڈگری مکمل کرنے کے بعد واپس تشریف لائے اور جامعہ احمدیہ میں عربی زبان کے صرف ونحو کے پروفیسر مقرر ہوئے۔"

(الفضل 6 اگست 2014ء)

مکرم ملک مظفر احمد صاحب صاحبزادہ ملک مبارک احمد صاحب نے اپنے بیان میں بتایا۔" پروفیسر چوہدری سلطان اکبر صاحب بیان کرتے ہیں کہ تعلیم الاسلام کالج میں پنجاب یونیورسٹی کے ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ نے آنا تھا۔ تو پروفیسر صاحب نے ملک مبارک احمد صاحب کو کہا کہ سپاس نامہ لکھ کر دیں۔ جب انہوں نے سپاس نامہ پڑھا تو ابا جی کو بلایا اور بہت تعریف کی اور کہا کہ میں پنجاب کے سارے کالجز میں گیا ہوں مگر ایسا سپاس نامہ میں نے کہیں نہیں پڑھا۔"

آپ نے مزید بتایا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے 1980ء کی مجلسِ شوریٰ میں ابا جی کا ذکر فرمایا تھا۔ اس کے اصل راوی مولانا قریشی محمد انور صاحب ہیں کہ عرب ممالک سے خطوط آتے تھے تو حضور ان کو ملک مبارک احمد صاحب کے پاس بھجواتے تھے اور انہیں ان خطوط کا جواب لکھنے کا ارشاد فرماتے تو ابا جی کو یہ سعادت بھی حاصل ہے۔ اس خط وکتابت کے دوران ایک عرب سردار نے حضور کو لکھا کہ آپ کے پاس اتنے اچھے عرب عربی لکھنے والے موجود ہیں تو حضور نے بتایا یہ تو عجمی ہے عربی نہیں تو ان کو بہت تعجب ہوا۔"



غزل

مبارک صدیقی

خزاں کے شہر میں خوشبو سے گھر بناتا ہے
وہ اک نگاہ سے سو سو دیے جلاتا ہے
جہاں وہ جھیل پہ ٹھہرا تھا چند لمحوں کو
وہاں پہ آج بھی پریوں کا غول آتا ہے
وہ لب کُشا ہو تو رک جائیں گردشیں کتنی
وہ چپ رہے بھی تو غزلیں کئی سُناتا ہے
وہ حُسن دیکھ کر اک جوتشی یوں کہنے لگا
ہزار سال میں اک ایسا شخص آتا ہے
وہ میرے سامنے کہتا ہے بے وفا دنیا
میں جانتا ہوں وہ اکثر مجھے سُناتا ہے
اُسی کے حُسن سے غزلیں کشید ہوتی ہیں
وہ مُسکرائے تو محفل کو جگمگاتا ہے
سُنا ہے پھول بھی مڑ مڑ کے اس کو دیکھتے ہیں
وہ ایک شخص جو شاعر بہت بناتا ہے
یہ چاند، چاندنی بادل اُسی کا لہجہ ہیں
وہ آسمان کے موسم زمیں پہ لاتا ہے
ہوں وہ ہی دِلداری نہیں کرتا
کوئی تو ہے مبارک جو مجھے کہتا ہے لکھنے کو
میں اپنے شوق سے کوئی غزل جاری نہیں کرتا



مکرم پروفیسر راجہ نصراللہ خان صاحب (ڈلوال) بیان کرتے ہیں۔" کالج کے زمانے کی بات ہے کہ تعلیم الاسلام میں تعطیلات گرما ہوئیں اور میں اپنے آبائی گاؤں ڈلوال چلا گیا۔اس دوران نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے دوالمیال حاضر ہوا۔نماز کی ادائیگی کے بعد محترم قاضی عبدالرحمٰن صاحب امیر جماعت احمدیہ دوالمیال معمول کے مطابق خاکسار کو اپنے گھر آرام کے لئے لے گئے۔ان دنوں ان کے صاحبزادے محترم ملک مبارک احمد صاحب استاد جامعہ احمدیہ ربوہ بھی دوالمیال میں قیام فرما تھے۔قاضی عبدالرحمٰن صاحب بڑے اکرام کے ساتھ مولوی کہہ کے پکارتے تھے۔ان میں بچپن ہی سے یہ خصوصیت تھی کہ اپنے بھائیوں میں سب سے زیادہ دینی تعلیم کی طرف توجہ اور شوق تھا۔اکثر احباب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملک مبارک احمد صاحب نے عربی میں اعلیٰ تعلیم اور استعداد حاصل کی اور جامعہ احمدیہ میں عربی استاد مقرر ہوئے۔حضرت مصلح الموعودؓ جب 1955ء میں بغرضِ علاج یورپ تشریف لے گئے تو ملک مبارک احمد صاحب کو بھی ان کی معیت کا شرف حاصل ہوا۔آپ نے عربی زبان میں بھی مہارت حاصل کی اور ترجمہ کے میدان میں بھی آپ کو جماعت کی گرانقدر خدمات کی توفیق ملی۔"

(الفضل 15 نومبر 2007ء)

مکرم ڈاکٹر پرویز پروازی مکرم ملک مبارک احمد صاحب کو بحیثیت عربی عالم،عربی پر عبور حاصل کرنے کر بارے میں اپنے تاثرات بیان کرتے ہیں۔ "عربی میں ایم اے کی کلاسیں شروع ہوئیں تو ملک مبارک احمد صاحب جامعہ احمدیہ سے وزٹنگ پروفیسر کے طور پر تشریف لائے وہ کالج کے واحد وزٹنگ پروفیسر تھے۔سارے ملک میں ان جیسا عربی کا عالم کوئی نہ تھا۔ہم نے علی گڑھ یونیورسٹی کے پروفیسر عبدالعزیز میمن کا بہت ذکر سنا تھا۔ہمارے ملک مبارک احمد صاحب ان سے کسی طرح کم نہ تھے۔"

(الفضل 17 جنوری 2013ء)

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مکرم ملک مبارک احمد صاحب کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین







غزل

ثاقب زیروی

کٹھن ہیں راستے ماں باپ کے گھر سے جُدائی کے
کہ دعوے دم بخود ہیں حوصلوں کی ناخُدائی کے
بچھڑ کر زندگی کے گیت گانا سخت مشکل ہے
برَستے آنسوؤں میں مُسکرانا سخت مشکل ہے
مگر ہیں ناخُدایانِ تمدّن مُتّفِق اِس پر
کہ ہر تخریب کے سینے میں ہے تعمیر کا جوہر
وداع ووصل جُزوِ اِرتقائے زِندگانی ہیں
خُدا منظُور فرمالے تو وجہِ شادمانی ہیں
اُس کی بارگہ میں اب ہماری التجائیں ہیں
کہ سرمایہ ہمارے دامنوں میں بس دُعائیں ہیں
اُسی سے التجا ہے تیرے دل میں روشنی کر دے
ترے سینے کو نُورِ عفّت و نامُوس سے بھر دے
تری آنکھوں کے ہر ڈورے کو تقدیسِ بصارت دے
جبیں کی ہر کرن کو عزم و ہمّت کی حرارت دے
ترے سانسوں کو خوشبوئے محبت اور عِفّت دے
ترے جلووں کو رعنائی دے تنویرِ حقیقت دے
تری صُبحوں کو حمد لَمْ یَزَلْ سے آشنائی ہو
تری شاموں میں نگہت ہو سُرورِ جبہہ سنائی ہو
ترے دِن بحرِ حُبّ ِ احمدیت کے شناور ہوں
تری راتیں سُرورِ عصمتِ دل کا مقدّر ہوں
تری ہستی سراپا عکس ہو تنویرِ فطرت کا
ترا ہر سانس حامل ہو سدا تعمیرِ فطرت کا
ترا معمُول یکسر نوعِ انسانی کی خدمت ہو
ترا مقصُود مولائے حقیقی کی محبت ہو
ترے صُبح و مسا پر سایۂ دامانِ مریمؑ ہو
وقارِ عالمِ نسواں میں تیرا خیر مقدم ہو
تُو سوتے جاگتے ہنستے ہنساتے بیٹھتے اُٹھتے
خدیجہؓ عائشہؓ اور فاطمہؓ کو سامنے رکھے



حقیقی غیرت ایمانی

محمد کولمبس خاں



روزنامہ نوائے وقت بیس مئی 2020 کو مولانا محمد اکرم صاحب اپنے کالم سائرن میں غیرت ایمانی کی بابت تحریر کرتے ہیں کہ :۔

"لوگ کوشش کرتے ہیں کہ سنجیدہ اور حساس معاملات پر بات کرتے ہوئے دامن بچا کر نکل جائیں لیکن بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں جہاں انسان کو دوٹوک اور واضح موقف اختیار کرنا چاہیے۔ ہر معاملے میں گول مول بات کرنا ایمان اور غیرت کے منافی ہے۔ جہاں بھی ایسا مسئلہ درپیش ہو خطرات اور نقصان کو بھلا کر واضح موقف اختیار کرنا چاہیے۔ ایسے نازک معاملات مذہبی بھی ہوتے ہیں جبکہ سماجی، نظریاتی اور دفاعی بھی ہوتے ہیں۔ مذہبی معاملات میں مسلکی اختلافات میں احتیاط سے کام لیتے ہوئے درمیانی راستہ نکالنے اور اتحاد کی طرف جانا چاہیے۔''

اس وعظ کے بعد۔ منکرینِ ختم نبوت سے عدم سمجھوتا۔ فوج کی حمایت۔ اور اٹھارھوں ترمیم۔ تینوں پر اپنے اعلیٰ خیالات تحریر کر کے انکارِ ختم نبوت پر اپنی غیرت مندی ظاہر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

"ختم نبوت جیسے نازک، حساس اور دلوں کے قریب معاملے پر دوٹوک موقف اختیار کرنا چاہیے جو بھی شخص عقیدہ ختم نبوت پر یقین نہ رکھتے ہوئے انتشار کا باعث بنتا ہے اس کا تحریری فیصلہ آئین پاکستان نے کر دیا ہے ایسے افراد قرآن کے منکر ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کے منکر ہیں سو ان کے بارے میں بات کرتے ہوئے کسی بھی درمیانی راستے کے بجائے سیدھا راستہ اختیار کرنا چاہیے"

انہوں نے قادیانی کا لفظ استعمال کیئے بغیر" سیدھا راستہ" کمال درجے کا بیان فرمایا ہے۔ محترم ! ۔ آپ خود قرآن کے منکر نہیں ہیں تو بات کرتے وقت اوّلیت کی خاطر قرآن اور آئین میں سے ایک کا انتخاب کرنا ہوگا۔ قرآن مجید کا حکم ہے کہ جس بات کا صحیح پتہ نہ ہو اس کے بیان سے باز رہو۔ آپ نے احمدیوں کو (جو ہرگز منکرین قرآن نہیں ہیں) ختم نبوت کے منکر لکھتے ہوئے انہیں انتشار کا باعث ظاہر کیا ہے۔ تو عرض ہے کہ احمدی الحمد للہ ختم نبوت کے منکر نہیں ہیں اور عرفان محمدی کی حقیقیت سے آپ سے زیادہ آگاہ ہیں۔ رہی انتشار کی بات۔ مسلمانوں کی دنیا بھر میں آبادی کے تناسب میں احمدی تعداد کے لحاظ سے سب سے زیادہ پاکستان میں ہونے کے باوجود چند ملیّن ہونگے۔ کیا باقی بیس بائیس کروڑ پاکستانی مسلمان۔ شعیہ۔ سنی۔ اور پھر سنیّوں میں وہابی بریلوی وغیرھم۔ سب متحد ہیں۔ ملتِ اسلامیہ میں انتشار کا خیال کر کے مجھے تو رونا آ رہا ہے۔ اور آپ اس انتشار سے بے خبر ہیں۔ محترم آپ کے نزدیک آئینِ مقدس میں مندرج "تحریری فیصلہ" سے قبل چلنے والی تحریک کے سربراہ محترم مولانا بنوری صاحب تو۔ جناب محترم طاہر القادری صاحب کے الفاظ میں مرتد تھے اور ایک مرتد کی پیروی میں علماء کا اتحاد دوسرے مرتد کے خلاف ایک اکٹھا تھا۔ مولانا جلالی نے حال ہی میں جو کچھ فضل الرحمٰن صاحب کے متعلق کہا ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ یہ اتحاد ہے؟ آپ اتنے بے خبر ہیں کہ وہ تو دکھائی نہیں دیتا جو ہے۔ اور جو نہیں ہے اس کا شور بہت ہے۔ استغفراللہ۔ مندجہ بالا دونوں غلط بنیادوں پر گامزن ہونے کے بعد بھی سیدھے راستے پر ہونے کی خوش فہمی آپ کو ہے تو آپ کے لئے دعا ہی کی جا سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اندرونی بصارت عطا فرمائے۔ آمین

مضمون نگار انہی غیر معقول بنیادوں پر انحصار کرتے ہوئے اپنے خیال میں سیدھے راستہ کی نشاندہی فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

" وہ راستہ ہے کہ جو بھی نبی آخر الزماں کی ختم نبوت پر ڈاکا ڈالنے کی کوشش کرے گا عہدے مرتبے اور حیثیت سے قطع نظر اس کی مخالفت کی جائے گی"

انکے اس بیان سے ایک تو اس حدیث کی سچائی ثابت ہوتی ہے کہ قرآن ہوگا لیکن۔ الارسمہ۔ انہوں نے قرآن مجید کو چھوڑ کر آئین کو بنیاد بنایا ہے۔ اور یہ وہی

مقدس آئین ہے جس کی فوجی حکمرانوں نے کئی بار مٹی خوب پلید کی۔ اسی فوج کی اسی مضمون کے آخر پر یہ محترم خوشامد بھی کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں مذہبی جماعتیں بھی اس آئین کو قرآن کے خلاف سمجھتے ہوئے اس کی پابندی کو غیر ضروری سمجھتی ہیں۔

پھر جو ختم نبوت پر ڈاکا ڈالنے کا جملہ بار بار دہرا کر عقلوں کو ایک دبیز پردہ کے نیچے دبا دیا گیا ہے۔ کمال درجے کا دجل ہے۔ خودکار انسانی نفسیات۔ ڈاکے کا لفظ۔ سماعت کے ساتھ ٹکراتے ہی ایک دفاعی الرٹ جاری کر دیتی ہے۔ خواہ یہ گڈریئے کے شور کہ۔ بھیڑیا آیا۔ بھیڑیا آیا۔ پکار کر اپنے گاؤں والوں کے ساتھ مذاق ہی کیوں نہ ہو۔ محترم اکرم صاحب! حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کو دنیا کو تزکیہ کے ساتھ۔ حکمت اور دانائی۔ سکھانے والے ہیں ان کی ختم نبوت کی حفاظت جاہلوں کے جوش کی ہرگز محتاج نہیں۔ یہ ڈاکہ ڈاکہ کا شور۔ حضرت محمد ﷺ سے محبت رکھنے والے تمام لوگوں کے ساتھ ایک نہایت گھناؤنا مذاق ہے اور اللہ تعالیٰ کی ہی غیرت۔ جو حقیقی غیرت ہے اس مذاق کے مرتکبین کو سزا دے کر احمدیوں کی حُبِ رسول اللہ ﷺ پر کئی بار مہرِ تصدیق ثبت کر چکی ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اسی پیرے میں دوسری نادانی کی بات لکھتے ہیں کہ :۔

" جو بھی آئین پاکستان کے مطابق ختم نبوت کے قانون میں ترمیم کی بات کرے گا اسے بے نقاب کیا جائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ختم نبوت کے منکروں کے ساتھ کوئی سمجھوتا نہیں کیا جائے گا"۔

محترم جب آپ کی بنیاد ہی ایک غلط مفروضے پر ہے تو ظاہر ہے کہ آپ سیدھے راستے پر کبھی چل نہیں سکتے۔

میں ایک احمدی جو سچے دِل سے حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کی ختم نبوت پر قرآن مجید کی تشریح کے مطابق سو فی صد ایمان رکھتا ہوں۔ اس ترمیم کو خلافِ قرآن مجید اور خلاف آئین سمجھتا ہوں اور اس طرح سمجھنے کی اجازت قرآن کے علاوہ مجھے یہ آئین بھی دیتا ہے اور اس میں غلطی کو درست کرنے کا طریقہ بھی بتاتا ہے اور اس طریقہ کو اختیار کرنا بھی میرا حق ہے۔ میں پورے وثوق سے یہ عرض کرتا ہوں کہ منکرِ ختم نبوت آپ ہیں۔ آپ منکرِ ختم نبوت ہیں۔ لیکن قرآن مجید مجھے مزید حکم دیتا ہے کہ آپ جیسے منکرین ختم نبوت کے ساتھ "اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیرائیں، اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنالے" (آلِ عمران 64) کے مطابق کوئی عمرانی سمجھوتا کر سکوں۔

محترم اکرم صاحب اپنی بات کو پُختہ تر ثابت کرنے کے لئے قرآن مجید کی حکمت سے پُر تعلیم کے بالکل برعکس مگر بڑے جذبے کے ساتھ لکھتے ہیں کہ:۔

" اس قانون کے دفاع کے لیے جان مال اولاد سب قربان کیا جا سکتا ہے۔ سو ایسے معاملات میں دلائل ڈھونڈنے کے بجائے غیرت ایمانی کے مطابق ہی فیصلہ کرتے ہوئے واضح موقف اختیار کرنا ہی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے محبت اور غیرت ایمانی کا تقاضا ہے"۔ مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو مَیں۔

یعنی دلائل سے ناکامی تو یقینی تھی جو ہو بھی چکی۔ اوپر سے دلائل سے گریز کی تلقین بھی جو قرآن مجید کے حکم کی صریح نفی ہے۔ پھر اس غلط بات پر اصرار ہے۔ لا حول ولا قوۃ۔ اگر انہوں نے قرآن پڑھا ہوتا تو ان کو پتہ ہوتا۔ قرآن مجید تو خود ہی۔۔ ہاتوا برہانکم۔ کہہ کر دلیل کا مطالبہ کرتا ہے۔ اب صاحبِ سائرن خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس معاملہ میں۔ آپ قرآن سے ہم آہنگ ہیں۔ یا۔ آئین اور قانون کے تابعدار ہم احمدی۔ جن کو نادانوں کے وضع کردہ قانون کے مطابق اپنے آپ کو مسلمان کہنے کی بھی اجازت نہیں۔ اس سے بڑا بھی کوئی ستم ہے کہ نبی کریم ﷺ کی محبت اور غیرت ایمانی کے تقاضے کے نام پر نبی ﷺ کے اسوہ کی سراسر نافرمانی اور جھوٹی غیرت ایمانی کی تبلیغ کی جائے۔

انکی یہ بات البتہ ضرور قابل غور ہے کہ:۔

" حالات وواقعات اور شواہد کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا مشکل نہیں ہے کہ اس بحث کے پس منظر اور شور میں۔ گل کوئی ہوراے"۔

جماعت احمدیہ پاکستان کے ترجمان بھی یہی کہتے ہیں کہ اقلیّتی کمیشن میں شامل ہونے کی نہ تو احمدیوں نے کوئی درخواست کی ہے اور نہ ہی حکومت نے کوئی رابطہ کیا ہے۔ پھر ہم بجا طور پر سمجھ سکتے ہیں کہ احمدیوں کے خلاف تازہ نفرت کی تشہیر کی نئے سرے سے اس مہم کے پسِ منظر اور شور میں حُبِ رسول ﷺ ہرگز نہیں۔ اور" گل کوئی ہوراے"۔



اُف خدایا! احمدی پھر حکومت میں داخل ہو گئے

ابو نائل

مشتاق یوسفی صاحب نے بیان فرمایا ہے کہ پرانے زمانے میں اگر کوئی مرغا بھی زنان خانے میں نکل آتا تھا تو شریف بیبیاں گھونگٹ نکال لیا کرتی تھیں۔اب کسی مرغے کی آمد پر تو شاید یہ اہتمام نہ ہوتا ہو لیکن اگر کہیں یہ خبر نشر ہو جائے کہ کوئی احمدی کسی حکومتی کمیٹی کا رکن بننے والا ہے یا کسی عہدے پر مقرر ہونے والا ہے تو حکومت میں شامل احباب ضرور گھونگٹ نکال لیتے ہیں۔

چند روز قبل میڈیا پر یہ خبر نشر ہوئی کہ کابینہ کے اجلاس میں وزیر اعظم نے ہدایت دی ہے کہ احمدیوں کو اقلیتوں کے قومی کمیشن میں نمائندگی دی جائے۔اس خبر کا ایک نمایاں پہلو یہ تھا کہ اس سلسلہ میں احمدیوں [جنہیں عمومی طور پر ان کے مخالفین قادیانی کہتے ہیں] کی طرف سے کوئی درخواست نہیں کی گئی تھی کہ انہیں اس کمیشن میں شامل کیا جائے۔یہ قدم خود وزیر اعظم اور کابینہ کے بعض اراکین کی طرف سے اُٹھایا گیا تھا۔لیکن یہ خبر نشر ہونے کی دیر تھی کہ حکومت میں شامل کئی احباب اور بعض صحافیوں پر ہیجانی کیفیت طاری ہو گئی اور بیانات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

ان بیانات میں ایک بات بار بار سننے کو مل رہی ہے۔اور وہ یہ ہے کہ پاکستان کا آئین احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیتا ہے لیکن احمدی اپنے آپ کو غیر مسلم نہیں سمجھتے؟ اس طرح وہ پاکستان کے آئین سے غداری کر رہے ہیں۔پہلے تو یہ دیکھتے ہیں کہ آئین کے جس حصہ کے بارے میں بحث ہو رہی ہے اس کے الفاظ کیا ہیں؟

آئین کے آرٹیکل 260 میں لکھا ہے

"دستور اور تمام وضع شدہ قوانین اور دیگر قانونی دستاویزات میں تا وقتیکہ موضوع یا سیاق وسباق میں کوئی امر اس کے منافی نہ ہو۔

اور پھر ان کے الفاظ کے بالکل نیچے لکھا ہے کہ قانونی طور پر صرف وہ شخص "مسلمان" شمار ہو سکتا ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر مشروط طور پر آخری نبی مانتا ہو۔اور غیر مسلم اقلیتوں میں احمدیوں کا نام بھی درج ہے۔

آئین کے اس حصے سے کوئی اختلاف کرے یا اس کی حمایت کرے لیکن اس میں صرف یہ لکھا ہے کہ ایسے شخص کو دستور اور قانون میں اور قانونی دستاویزات میں غیر مسلم لکھا جائے گا۔آئین میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ ایسے شخص پر فرض ہے کہ وہ اپنے ذہن میں بھی اپنے آپ کو غیر مسلم سمجھے۔کوئی ذی ہوش یہ نہیں کہہ سکتا کہ انسانی سوچ پر پابندی لگانے کے لئے بھی قانون سازی کی جا سکتی ہے۔

دوسری آئینی ترمیم کے ذریعہ احمدیوں کو آئین اور قانون کی اغراض کے لئے "غیر مسلم" قرار دیا گیا تھا۔مجھے لگتا ہے جو صحافی حضرات اس کارروائی کا حوالہ دے رہے ہیں انہوں نے خود اس کارروائی کا مطالعہ نہیں کیا۔اس موقع پر پاکستان کے اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار صاحب نے جماعت احمدیہ کے وفد کو سربراہ کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ اگر یہ ترمیم کر دی جائے تو بھی:

"کوئی بھی آپ کو اس حق سے نہیں روکے گا کہ آپ جس مذہب سے چاہیں وابستہ ہونے کا اظہار کریں۔کسی بھی مذہب پر عمل کریں۔جو چاہیں محسوس کریں۔آپ کو اپنی عبادت کرنے کی اجازت ہوگی۔آپ کا اختیار ہوگا کہ اپنے آپ کو جس نام سے چاہیں پکاریں۔خواہ اپنے آپ کو احمدی کہیں یا جو بھی چاہیں اپنے آپ کو نام دیں۔"

[ترجمہ انگریزی عبارت۔کارروائی سپیشل کمیٹی 1974 ص129و130]

یہ الفاظ واضح ہیں اور قانون کی تشریح کرتے ہوئے اگر ابہام ہو یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ قانون بنانے والے ادارے کے ذہن میں اس قانون کا کیا مفہوم تھا۔

اگر کوئی شخص آئین کے کسی حصے سے اختلاف کرے تو وہ آئین کا باغی نہیں بن جاتا۔مثال کے طور پر چند روز پہلے ہی بعض وزراء نے آئین کی اٹھارویں ترمیم کے بعض حصوں سے اختلاف کا اظہار کیا ہے اور ان کے نزدیک اس میں ترمیم ہونی چاہیے۔اب کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ وزراء آئین کے باغی ہو گئے ہیں؟

اس خبر پر مختلف چینلز نے بھی تبصرہ کیا۔30 اپریل کو اے آر وائی چینل پر ایک پروگرام نشر ہوا۔اس میں صابر شاکر صاحب بطور اینکر اور چوہدری غلام

حسین صاحب بطور تجزیہ نگار شریک ہوئے۔اسی خبر پر گفتگو ہورہی تھی صابر شاکر صاحب نے انکشاف کیا کہ جب قومی اسمبلی کی سپیشل کمیٹی میں احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے لئے کارروائی ہورہی تھی تو آخر پر اٹارنی جنرل نے جماعت احمدیہ کے سربراہ سے سوال کیا کہ جو مسلمان مرزا غلام احمد احمدی کو مسیح موعود نہیں سمجھتے آپ انہیں کیا سمجھتے ہیں؟اس پر جماعت احمدیہ کے سربراہ مرزا ناصر احمد صاحب نے کہا کہ ہم تو انہیں غیر مسلم سمجھتے ہیں۔اس جواب کو سن کر ممبران اسمبلی نے احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا۔چوہدری غلام حسین صاحب نے بھی اس بات کی تائید کی اور کہا کہ یہ کارروائی تو شائع شدہ ہے۔

انصاف کا تقاضا کہ کوئی تبصرہ کرنے کی بجائے سے اس کارروائی سے معین حوالے درج کر دیے جائیں کہ جب اٹارنی جنرل نے یہ سوال کیا تھا تو جماعت احمدیہ کے سربراہ نے کیا جواب دیا تھا؟

یحییٰ بختیار صاحب نے 7 اگست 1974 کو جماعتِ احمدیہ کے سربراہ سے سوال کیا کہ اگر ایک شخص بانی سلسلہ احمدیہ کے دعاوی کو تسلیم نہیں کرتا اس کو آپ کیا سمجھتے ہیں؟ قومی اسمبلی کی طرف سے جو کارروائی شائع کی گئی ہے،اس کے مطابق جماعت احمدیہ کے سربراہ نے اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار صاحب کو جواب دیا:

"جو شخص حضرت مرزا غلام احمد کو نبی نہیں مانتا لیکن وہ نبی اکرم ﷺ حضرت خاتم الانبیاء کی طرف خود کو منسوب کرتا ہے اس کو کوئی شخص غیر مسلم کہہ ہی نہیں سکتا۔"

یحییٰ بختیار صاحب نے یہ سوال دہرایا تو امام جماعتِ احمدیہ نے پھر یہ جواب دیا:

"میں تو یہ کہہ رہا ہوں Categorically ہر شخص جو محمد ﷺ کی طرف خود کو منسوب کرتا ہے وہ مسلمان ہے۔اور کسی دوسرے کو اس کا حق نہیں ہے کہ اس کو غیر مسلم قرار دے۔"

[کارروائی سپیشل کمیٹی 1974 ص 406]

اس سے قبل بھی اٹارنی جنرل صاحب نے اس قسم کے سوالات کیے تھے۔

اس پر جماعت احمدیہ کے سربراہ کی طرف سے یہ جوابات دیے گئے تھے

"ہاں جو کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں،اس کو مسلمان ہمیں کہنا پڑے گا۔" [صفحہ 44]

6 اگست کو ایک سوال کے جواب میں جماعت احمدیہ کی طرف سے یہ جواب شائع شدہ کارروائی میں موجود ہے۔

"جو شخص اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے وہ مسلمان ہے۔"[صفحہ 240]

اس سپیشل کمیٹی کی کارروائی کے دوران اس قسم کے مختلف فتوے پیش ہوئے جن میں مختلف فرقوں نے ایک دوسرے کے خلاف کفر کے فتوے دیے تھے۔ایک ممبر اسمبلی غلام رسول تارڑ صاحب نے گھبرا کر کہا کہ ان فتووں کا اچھا اثر نہیں ہوگا۔ان کی تردید ہونی چاہیے۔[صفحہ 257]اس پر اٹارنی جنرل صاحب نے جماعت احمدیہ کے سربراہ سے دریافت کیا پھر ان کا کیا مطلب ہوگا؟ اس پر جماعت احمدیہ کے سربراہ کی طرف سے یہ جواب دیا گیا کہ اگر کسی فرقہ نے دوسرے کلمہ گو فرقہ کو دائرہ اسلام سے خارج اور کافر بھی قرار دیا ہے تب بھی وہ فرقہ ملت اسلامیہ میں بہر حال شامل رہے گا اور اس فتوے کا مطلب صرف گنہگار ہونے کے سمجھے جائیں گے۔[صفحہ 265 اور 405]

ملک کے نازک حالات کے پیش نظر وہ فتوے درج نہیں کئے جاتے لیکن بڑے احترام سے مکرم صابر شاکر صاحب اور چوہدری غلام حسین صاحب کی خدمت میں یہ سوالات پیش کیے جاتے ہیں۔

1۔اس تحریر میں 1974 کی سپیشل کمیٹی کی کارروائی کے جو حوالے پیش کیے گئے ہیں وہ درست ہیں کہ میں نے اپنی طرف سے یہ جعلی حوالے پیش کیے ہیں۔اگر آپ قومی اسمبلی جا کر وہاں کے ریکارڈ سے تسلی کرنا چاہتے ہیں تو ان جلدوں کے حوالے نوٹ فرما لیں:

The Proceedings of the Special Committee of the Whole House Held in Camera To Consider Qadiani Issue. 5, 6, 7 August 1974

2۔دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر یہ حوالے درست ہیں تو کیا ان سے آپ کی بیان کردہ تفصیلات کی تردید نہیں ہوتی؟

کورونا کی وبا اور دوسرے مسائل کی وجہ سے اس بات کی شدید ضرورت تھی کہ سارا پاکستان متفق ہو کر ان مسائل کا سامنا کرتا۔لیکن افسوس کچھ طبقات اس بات پر تلے ہوئے ہیں کہ ہر وقت کوئی نہ کوئی ایسا مسئلہ چھیڑتے رہیں جس سے قوم میں اختلافات کی خلیج بڑھتی رہے۔





تبلیغی جماعت: میوات اور رائیونڈ سے تل ابیب تک

طارق احمد مرزا۔آسٹریلیا



کچھ عرصہ قبل انہی صفحات میں اس موضوع پر راقم کے کچھ آرٹیکلز شائع ہوئے تھے۔مسلم دنیا ،خصوصاً برصغیر ہندو پاک میں یہ رواج پایا جاتا ہے کہ دوسروں کو ''یہودی ایجنٹ،اسرائیلی ایجنٹ'' قرار دیتے زبانیں نہیں تھکتیں ،لیکن خود خفیہ واعلانیہ صیہونی یہودی مملکت کے سربراہوں سے ملنے ،انہیں ہار اور چادریں پہنانے اور اسی طرح اسرئیل میں اپنے ''پوائنٹس آف کانٹیکٹ'' بنانے اور مراکز قائم کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں ہوتا۔

مولانا طارق جمیل صاحب اس لحاظ سے نڈر اور کھرے انسان ہیں کہ کھلے عام بتا چکے ہیں کہ انہیں اسرائیل سے بھی ٹیلی فون آتے رہتے ہیں۔اس میں کسی کو کوئی سازشی تھیوری قائم کرنے یا مولانا پر اسرائیل سے رابطے کرنے کا مضحکہ خیز ''الزام'' لگانے کی کوئی ضرورت نہیں۔سادہ سی بات ہے۔اسرائیل میں ہزاروں کی تعداد میں مسلمان بھی بستے ہیں جو اسرائیلی شہری ہیں۔اور ان میں سے کسی کا مولانا سے رابطہ میں رہنا یا کسی یہودی سے بات کروانا کوئی گناہ یا جرم نہیں۔خصوصاً جب کہ اسرائیل میں تبلیغی جماعت کے مراکز بھی قائم ہو چکے ہیں۔

واضح رہے کہ دیو بندی مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والی ''تبلیغی جماعت'' نے قریباً 90 برس قبل میوات (ہندوستان) میں جنم لیا۔اس کی شاخیں پاکستان سمیت دنیا کے متعدد ممالک میں قائم ہو چکی ہیں اور ان میں اسرائیل بھی شامل ہے۔

چنانچہ مفتی محمود بن مولانا سلیمان حافظی بارڈولی استاذ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، گجرات۔(انڈیا) اپنے سفرنامہ ''دیکھی ہوئی دنیا''، (حصہ سوم) میں لکھتے ہیں کہ اسرائیل کی سیر کے دوران: ''۔۔۔16 تاریخ کو دعوت وتبلیغ سے جڑے ہوئے ایک ساتھی سے ملاقات ہوئی جو ہمارے حضرت شیخ الحدیث مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم سے عقیدت وتعلق رکھتے ہیں۔وہ مدینہ منورہ میں ملے تھے،ہم ان کے مہمان بنے انہوں نے کہا کہ: آج میں آپ لوگوں کو زیارت کرواؤں گا۔

یہ شیخ ریاض العجو تھے،وہاں ان کی ''فلافل العجو'' کے نام سے ایک شاندار ریسٹورنٹ ہے،وہاں لے جا کر ہم سے دعا بھی کروائی۔وہ ہمیں لے کر اسرائیل کی راجدھانی تل ابیب گئے۔

یہ 14 مئی 1948 کو عمل میں آنے والی حکومت اسرائیل کا یہ ایک شہر ہے،یہ شہر سمندر کے کنارے پر واقع ہے،اس شہر کا کشادہ اور عالی شان ائرپورٹ ہے۔سب سے پہلے ہم تل ابیب میں دعوت وتبلیغ کے مرکز پر پہنچے۔

الحمدللہ! تل ابیب میں دعوت وتبلیغ کا مرکز قائم ہو چکا ہے،بالکل ہندوستانی انداز کا سیدھا سادھا مرکز ہے،بستر لگے ہوئے ہیں،مطبخ بھی ہے،اور یہاں سے تل ابیب کا ائرپورٹ بالکل قریب ہے۔تل ابیب میں اس طرح کا مرکز دیکھ کر بہت خوشی ہوئی،اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے حفاظت میں رکھے۔

جب وہاں گئے تو بتایا گیا کہ چند دن پہلے یہاں بہت بڑا اجتماع ہوا تھا جس میں دنیا بھر سے چھ ہزار لوگوں نے شرکت کی تھی اور تقریباً چھیاسی جماعتیں چلہ اور چار مہینے کی روانہ ہوئیں۔''

(بحوالہ: دیکھی ہوئی دنیا''۔حصہ سوم۔مصنفہ مفتی محمود بن مولانا سلیمان حافظی بارڈولی استاذ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، گجرات۔(انڈیا)۔طبع اول رجب المرجب 1439 ھجری،ناشر نورانی مکاتب (www.noorani makaatib.com)صفحات۔269-270

تبلیغی جماعت کا یروشلم میں مرکز قائم نہ کرنے کی وجہ

اسرائیل نیشنل نیوز (ArutzSheva7) کی نامہ نگار اور مصنفہ

Rebecca Abrahamson نے تحقیق کی غرض سے اسرائیل میں تبلیغی جماعت کے ایک رکن شیخ ابراہیم سے ملاقات کی۔ایک سوال کے جواب میں شیخ صاحب نے بتایا کہ تبلیغی جماعت نے اپنا ہیڈ کوارٹر یروشلم میں کھولنے سے انکار کر دیا تھا جس کی سادہ وجہ یہ ہے کہ ''یروشلم کو یہودی اپنا دائمی دارالخلافہ گردانتے ہیں اس لئے ہمارے لئے مناسب نہ تھا کہ ہم اپنا ہیڈ کوارٹر وہاں قائم کرتے۔''

اختلافات کو مہدی و مسیح آ کر ختم کریں گے

شیخ ابراہیم صاحب نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا کہ ''جب مہدی (مسیح Meshiach) آئیں گے تو وہ ہمارے درمیان پائے جانے والے اختلافات کو ٹھیک کر دیں گے۔اس لئے ہمیں ایسا کوئی کام کرنے کی ضرورت نہیں جسے جارحیت پر محمول کیا جا سکے۔''

جہاد بالسیف کی اجازت خلیفہ ہی دے سکتا ہے

مضمون نگار کے مطابق شیخ ابراہیم نے جہاد کے حوالہ سے کہا:

''اگر کوئی ملک تبلیغ کی اجازت دیتا ہے تو اس کے خلاف جنگ کرنے کی اجازت بالکل نہیں۔امریکہ اور اسرائیل دو ایسی مثالیں ہیں جو دعوۃ کی اجازت دیتے ہیں۔اسی لئے وہاں ہمارے مراکز ہیں۔اسرائیل میں ہمارے مراکز لُد،غزہ،ہیبرون Hebron اور ویسٹ بینک کے کچھ حصوں میں ہیں۔ان حالات میں غیر مسلموں کے ساتھ جنگ کرنے کے (شرعی) احکامات کی کوئی وقعت نہیں رہتی۔۔۔۔مزید برآں یہ کہ خلافت کی غیر موجودگی میں تو جہاد بالسیف (Military Jihad) قطعاً ممنوع قرار دیا گیا ہے۔''

برٹش کی پروان یافتہ جماعت؟

مضمون نگار نے لکھا ہے کہ تبلیغی جماعت کے اس جہادی فلسفہ کے حوالہ سے اس پر یہ تنقید کی جاتی ہے کہ تبلیغی جماعت کو برٹش دور میں خوب پروان چڑھایا گیا کیونکہ انگریزوں نے محسوس کیا کہ یہ جماعت مسلمانوں کو ''کافروں'' کے خلاف جہاد پر نہیں اکساتی بلکہ اپنی توانائیاں مسلمانوں پر ہی خرچ کرتی ہے" اور یہ کہ ''یہ تحریک ''جہاد'' کے تصور سے کلیتاً عاری ہے۔''

یہودی بے فکر رہیں

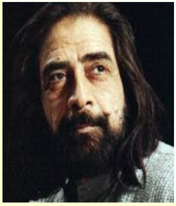
مضمون نگار ربیکہ ابراہامشن تبلیغی جماعت کا تعارف کرواتے ہوئے لکھتی ہیں کہ جماعت کو محمد الیاس الکاندھلوی نے انڈیا میں 1927 میں قائم کیا تھا۔وجہ یہ بنی تھی کہ انہوں نے مسلمانوں میں روز افزوں اخلاقی انحطاط کو محسوس کیا تو اس نتیجہ پر پہنچے اور اس نظریہ کی ترویج کی کہ اپنی انفرادی حالت سدھارے بغیر کوئی مسلمان غیروں کو مؤثر تبلیغ نہیں کرسکتا۔اس لئے ان کا ماٹو ''اے مسلمانو،مسلمان بن جاؤ'' تھا۔

تبلیغی جماعت کے کسی بھی رکن کے لئے غیر مسلموں کو تبلیغ کی اجازت اس وقت تک نہیں جب تک وہ خود اعلیٰ صفات کا حامل نہیں ہوجاتا۔

مضمون نگار نے یہودیوں کو اسرائیل میں تبلیغی جماعت کا رابطہ نمبر دیتے ہوئے تسلی دی کہ بے فکر ہو کر ان سے رابطہ کریں یہ آپ کو تبلیغ نہیں کریں گے!۔

http://www.israelnationalnews.com/Articles

غزل



عبید اللہ علیم

دل دعا اور دکھ دیا نہ ہوا
آدمی کیا ہے پھر ہوا نہ ہوا
دیکھتے رہئے ٹوٹتے رہیے
کیا یہاں ہورہا ہے کیا نہ ہوا
لوگ ایسے کبھی دُکھے نہ ہوئے
شہر ایسا کبھی بجھا نہ ہوا
ہائے اس آدمی کی تنہائی
جس کا اس دنیا میں اک خدا نہ ہوا
ہائے وہ دل شکستہ تر وہ دل
ٹوٹ کر بھی جو آئینہ نہ ہوا
جو بھی تھا عشق اپنے حال سے تھا
ایک کا اجر دوسرا نہ ہوا
اس کو بھی خواب کی طرح دیکھا
جو ہمارے خیال کا نہ ہوا
جب سمجھنے لگے محبت کو
پھر کسی سے کوئی گلہ نہ ہوا



احمدی کا مبارک امتیازی نام
اور سیاسی ملاؤں کی ایک حیرت انگیز نئی قلابازی

مولانا دوست محمد شاہد، مؤرخ احمدیت

اے عزیزو اس قدر کیوں ہو گئے تم بے حیا
کلمہ گو ہو کچھ تو لازم ہے تمہیں خوفِ خدا

انیسویں صدی کے آخری سال کا واقعہ ہے کہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے ۴؍ نومبر 1900ء کو اشتہار دیا کہ ملک میں مردم شماری ہونے والی ہے جس میں ہر فرقہ اپنے لئے جو نام پسند کرتا ہے وہی نام سرکاری کاغذات میں لکھوائے گا۔ اس وقت تک پنجاب اور ہندوستان میں تیس ہزار مخلصین شامل ہو چکے تھے اس لئے حضرت اقدس علیہ السلام نے اس اشتہار میں اعلان فرمایا:

''وہ نام جو اس سلسلہ کے لئے موزوں ہے جس کو ہم اپنے لئے اور اپنی جماعت کے لئے پسند کرتے ہیں وہ نام مسلمان فرقہ احمدیہ ہے اور جائز ہے کہ احمدی مذہب کے مسلمان کے نام سے بھی پکاریں۔''

اس نام کا پس منظر یہ بیان فرمایا کہ

''ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو نام تھے ایک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ایک احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔۔۔ اسم محمد جلالی نام تھا۔۔۔ لیکن اسم احمد جمالی نام تھا جس سے یہ مطلب تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں آشتی اور صلح پھیلائیں گے۔۔۔ اسی وجہ سے مناسب معلوم ہوا کہ اس فرقہ کا نام فرقہ احمدیہ رکھا جائے تا اس نام کو سنتے ہی ہر ایک شخص سمجھ لے کہ یہ فرقہ دنیا میں آشتی اور صلح پھیلانے آیا ہے''۔

(''اشتہار واجب الاظہار'' بحوالہ مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعودؑ حصہ سوم صفحہ 356-366)

25؍ اکتوبر 1905ء کو دہلی میں ایک صاحب نے حضرت اقدسؑ سے عرض کیا کہ خدا تعالیٰ نے ہمارا نام مسلمان رکھا ہے، آپ نے اپنے فرقہ کا نام احمدی کیوں رکھا ہے؟ یہ بات ھو سمّٰکم المسلمین (الحج:79) کے برخلاف ہے۔ اس کے جواب میں حضرت نے فرمایا:

''اسلام بہت پاک نام ہے اور قرآن شریف میں یہی نام آیا ہے۔ لیکن جیسا کہ حدیث شریف میں آ چکا ہے اسلام کے تہتر فرقے ہو گئے ہیں اور ہر ایک فرقہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے۔ انہی میں ایک رافضیوں کا ایسا فرقہ ہے جو سوائے دو تین آدمیوں کے تمام صحابہؓ کو سبّ و شتم کرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ازواجِ مطہرات کو گالیاں دیتے ہیں۔ اولیاء اللہ کو برا کہتے ہیں۔ پھر بھی مسلمان کہلاتے ہیں۔ خارجی حضرت علی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو برا کہتے ہیں اور پھر بھی مسلمان نام رکھاتے ہیں۔ بلادِ شام میں ایک فرقہ یزیدیہ ہے جو امام حسینؓ پر تبرّہ بازی کرتے ہیں اور مسلمان بنے پھرتے ہیں۔ اسی مصیبت کو دیکھ کر سلف صالحین نے اپنے آپ کو ایسے لوگوں سے تمیز کرنے کے واسطے اپنے نام شافعی، حنبلی وغیرہ تجویز کئے۔ آجکل نیچریوں کا ایک ایسا فرقہ نکلا ہے جو جنت، دوزخ، وحی، ملائک سب باتوں کا منکر ہے یہاں تک کہ سید احمد خاں کا خیال تھا کہ قرآن مجید بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیالات کا نتیجہ ہے اور عیسائیوں سے سن کر یہ قصے لکھ دیئے ہیں۔ غرض ان تمام فرقوں سے اپنے آپ کو تمیز کرنے کے لئے اس فرقہ کا نام احمدیہ رکھا گیا''۔

مزید ارشاد فرمایا:

''ہم مسلمان ہیں اور احمدی ایک امتیازی نام ہے۔ اگر صرف مسلمان نام ہو تو شناخت کا تمغہ کیونکر ظاہر ہو۔ خدا تعالیٰ ایک جماعت بنانا چاہتا ہے اور اس کا دوسروں سے امتیاز ہونا ضروری ہے۔ بغیر امتیاز کے اس کے فوائد مترتب نہیں ہوتے اور صرف مسلمان کہلانے سے تمیز نہیں ہوسکتی۔ امام شافعیؒ اور حنبلؒ وغیرہ کا زمانہ بھی ایسا تھا کہ اس وقت بدعات شروع ہو گئی تھیں۔ اگر اس وقت یہ نام نہ ہوتے تو اہل حق اور ناحق میں تمیز نہ ہوسکتی۔ ہزارہا گندے آدمی ملے جلے

رہتے۔ یہ چار نام اسلام کے واسطے مثل چار دیواری کے تھے۔ اگر یہ لوگ پیدا نہ ہوتے تو اسلام ایسا مشتبہ مذہب ہو جاتا کہ بدعتی اور غیر بدعتی میں تمیز نہ ہو سکتی۔ اب بھی ایسا زمانہ آ گیا ہے کہ گھر گھر ایک مذہب ہے۔ ہم کو مسلمان ہونے سے انکار نہیں، مگر تفرقہ دور کرنے کے واسطے یہ نام رکھا گیا ہے۔''

نیز فرمایا: ''جو لوگ اسلام کے نام سے انکار کریں یا اس نام کو عار سمجھیں، ان کو تو میں لعنتی کہتا ہوں۔ میں کوئی بدعت نہیں لایا۔ جیسا کہ حنبلی شافعی وغیرہ نام تھے ایسا ہی احمدی بھی نام ہے بلکہ احمد کے نام میں اسلام کے بانی احمد ﷺ کے ساتھ اتصال ہے اور یہ اتصال دوسرے ناموں میں نہیں۔ احمد، آنحضرت ﷺ کا نام ہے۔ اسلام احمدی ہے اور احمدی اسلام ہے۔ حدیث شریف میں محمدی رکھا گیا ہے۔ بعض اوقات الفاظ بہت ہوتے ہیں مگر مطلب ایک ہی ہوتا ہے۔ احمدی نام ایک امتیازی نشان ہے۔ آج کل اس قدر طوفان زمانہ میں ہے کہ اول آخر کبھی نہیں ہوا۔ اس واسطے کوئی نام ضروری تھا۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک جو مسلمان ہیں، وہ احمدی ہیں۔''

(بدر 3 ر نومبر 1905ء صفحہ 2۔۴، بحوالہ ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ جلد ۴ صفحہ 500۔502 جدید ایڈیشن)

خدا تعالیٰ نے اس مبارک نام کو قبولیت کا ایسا عالمی شرف بخشا ہے کہ حیرت آتی ہے۔ مصر سے دائرۃ المعارف الاسلامیہ کے نام سے ضخیم انسائیکلو پیڈیا شائع ہوئی ہے جس میں الاحمدیہ ہی کے زیر عنوان بہت قیمتی نوٹ چھپا ہے۔ علاوہ ازیں مجلۃ الازھر شعبان ۱۳۷۸ھ (فروری 1959ء) میں مدیر مذہبیات الدکتور محمد عبداللہ کے قلم سے جماعت احمدیہ کے جرمن قرآن پر تبصرہ کا آغاز ہی ان الفاظ سے کیا گیا ہے ''نشرت ھذہ الترجمہ البعثۃ الاحمدیۃ''۔

پاکستان میں ''اردو انسائیکلو پیڈیا''، ''اردو جامع انسائیکلو پیڈیا'' اور ''شاہکار انسائیکلو پیڈیا'' بالترتیب فیروز سنز لاہور، غلام علی اینڈ سنز لاہور اور شاہکار بک فاؤنڈیشن کراچی کی طرف سے منظر عام پر آ چکے ہیں ان سب میں احمدی نام موجود ہے۔ حضرت قائد اعظم کی پریس ریلیز اخبار ڈان (DAWN) کی ۸ اکتوبر 19۴5ء کی اشاعت میں درج ذیل الفاظ میں چھپی:

"Ahmadiyya Community to support Muslim League"

ڈاکٹر سر محمد اقبال نے لکھا ''جہاں تک میں نے اس تحریک کے منشا کو سمجھا ہے احمدیوں کا اعتقاد ہے کہ مسیح کی موت ایک عام فانی انسان کی موت تھی''

(''اقبال اور احمدیت صفحہ 90 مرتبہ بشیر احمد ڈار ناشر آئینہ ادب چوک مینار انارکلی لاہور)

پاکستان کے محقق و مؤرخ شیخ محمد اکرام صاحب ایم۔اے نے ''موجِ کوثر'' میں، جسٹس منیر اور جسٹس کیانی نے ''رپورٹ تحقیقاتی عدالت'' میں۔ جناب اصغر علی گھرال صاحب ایڈووکیٹ ہائیکورٹ لاہور نے اپنی کتاب ''اسلام یا ملّا ازم'' میں بے دریغ احمدی ہی کا نام استعمال کیا ہے۔

پاکستانی پریس قیام پاکستان سے لے کر آج تک بے شمار مرتبہ یہ مبارک نام استعمال کر چکا ہے مثلاً ''پاکستان ٹائمز'' (13 نومبر ۱۹۸۰ء)، ''مشرق'' (30 جون 197۴ء) ''نوائے وقت'' (12 اپریل ۱۹۶۰ء)، ہفت روزہ ''رضا کار'' لاہور (2۴ مئی 1973ء)۔

احمدیت کے مخالف لٹریچر میں بھی مدت سے احمدی نام کی دھوم مچی ہوئی ہے۔ جناب ملک محمد جعفر خان نے احمدیت کی مخالفت میں جو کتاب لکھی ہے اس کا نام ہی ''احمدیہ تحریک'' رکھا ہے۔

مفکر احرار چوہدری افضل حق نے ''فتنہ ارتداد اور پولیٹیکل قلابازیوں'' میں جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی کو زبردست خراج تحسین ادا کرتے ہوئے انہیں احمدی کے ہی نام سے یاد کیا ہے۔ مولوی ظفر علی خان مدیر ''زمیندار'' نے 19 ر مارچ 193۶ء کو تقریر کرتے ہوئے کہا کہ:

''احمدیوں کی مخالفت کا احرار نے محض جلب زر کے لئے ڈھونگ رچا رکھا ہے۔'' (تحریک مسجد شہید گنج صفحہ ۱۶۹۔ مؤلفہ جانباز مرزا)

نامور اہل حدیث عالم میر ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے ''پیغام ہدایت در تائید پاکستان و مسلم لیگ'' کے صفحہ 112، 113 پر کئی بار احمدی کا لفظ استعمال کیا۔ نیز لکھا:

''احمدیوں کا اس اسلامی جھنڈے (تحریک پاکستان مراد ہے۔ ناقل) کے نیچے آ جانا اس بات کی دلیل ہے کہ واقعی مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔''

''اور اس امر کا اقرار کہ احمدی اسلامی فرقوں میں سے ایک فرقہ ہیں، مولانا

ابوالکلام آزاد کو بھی ہے"

یہ حیرت انگیز واقعہ مجسٹریٹ درجہ اول کوئٹہ کے ریکارڈ میں محفوظ ہے کہ نام نہاد "مجلس تحفظ ختم نبوت" کے مولوی تاج محمد صاحب نے 21/دسمبر 1985ء کو بیان دیا کہ:

"یہ درست ہے کہ حضور رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جو آدمی نماز پڑھتا تھا، اذان دیتا تھا یا کلمہ پڑھتا تھا اس کے ساتھ مشرک یہی سلوک کرتے تھے جو اب ہم احمدیوں سے کر رہے ہیں۔"

غرضیکہ کہاں تک بیان کیا جائے احمدی کا مبارک نام عرب وعجم اور احمدی اور غیر احمدی حلقوں میں قریباً ایک صدی سے استعمال ہو رہا ہے اور جماعت احمدیہ کی دائمی پہچان اور شناخت بن چکا ہے۔ اس ضمن میں قارئین الفضل کو یہ چونکا دینے والا انکشاف یقیناً ورطہ حیرت میں ڈال دے گا کہ سیاسی ملاؤں نے 1952ء کی ایجی ٹیشن کے دوران یہ فتویٰ دیا کہ:

"مرزائی چونکہ اپنے آپ کو مسلمان کہلانے کی بجائے احمدی کہلاتے ہیں ۔۔۔ لہٰذا حکومت کا فرض ہے کہ وہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے۔"

(احراری اخبار "آزاد" لاہور 11/ستمبر 1952ء صفحہ 9 کالم 2، مطالبہ نمبر)

اس ضمن میں مولوی عبدالحامد بدایونی صاحب نے 9 جولائی 1952ء کو مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے زیر عنوان آرام باغ میں جو تقریر کی اس کا خلاصہ اخبار "آزاد" 13/جولائی 1952ء نے صفحہ نمبر ایک پر پہلی سطر میں نہایت درجہ جلی قلم سے حسب ذیل الفاظ میں شائع کیا:

"مرزائی اپنے آپ کو مسلمان کہلانے کی بجائے احمدی کہلاتے ہیں ان کا مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں"۔

نیز رپورٹ میں مزید لکھا کہ:

"آپ نے اس تجویز کو پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کی دلیل یہ ہے کہ مرزائیوں نے اپنے آپ کو کبھی مسلمان نہیں کہلایا وہ خود اپنے آپ کو احمدی کہلاتے ہیں۔" (صفحہ 1 کالم 2)

اب ان سیاسی ملاؤں کی حالیہ قلابازی ملاحظہ ہو کہ پچھلے دنوں پاکستان کی نگران حکومت نے جب یہ شوشہ چھوڑا کہ پاکستانی سفارتخانوں کو یہ ہدایت کی جارہی ہے کہ پاسپورٹوں میں قادیانی کی بجائے احمدی کا لفظ استعمال کیا جائے

غزل



ڈاکٹر سر افتخار احمد ایاز

احمدیت کی بلندی کا دن آیا دیکھ لو
وقتِ سجدہ سحر سے پہلے کا نقشہ دیکھ لو
آسماں کے رنگ کو تم بھی بدلتا دیکھ لو
خود خدا نے ہاتھ سے پودا لگایا دیکھ لو
پھیلتا ہے سب جہاں میں اس کا سایہ دیکھ لو
دیکھ لو مظلوم پر ہی فضل کی برسات ہے
ظالموں نے ظلم کا جو پھل ہے پایا دیکھ لو
ہم بلاتے ہیں تمہیں ہر کامیابی کی طرف
کامیابی کی ضمانت ہے منارہ دکھ لو
آنے والے نور کے طوفان کو روکے گا کون
پرچمِ حق آسماں پر لہلہاتے دیکھ لو
خوف کا موسم گیا اب آنکھ کھولو افتخارؔ
احمدیت کی بلندی کا دن آیا دیکھ لو

تو پاکستان کے علاوہ برطانیہ میں مقیم سیاسی ملاؤں نے بھی ایک زبردست ہنگامہ کھڑا کر دیا۔ اس ضمن میں روزنامہ جنگ لندن ۱۴ جنوری 1997ء نے صفحہ 7 پر ایک مفصل رپورٹ شائع کی جس کی دوہری سرخی یہ تھی:

"قادیانیوں کو احمدی لکھنے کے فیصلے پر برطانیہ بھر کے علماء کا احتجاج۔ نگران حکومت نے فیصلہ واپس نہ لیا تو مسلمان میدان میں آنے پر مجبور ہوں گے۔ دینی رہنماؤں کا ردّعمل"

ازاں بعد لندن کے اخبار "دی نیشن" ۲۴ تا 30/جنوری 1997ء کے صفحہ 5 پر لندن کی مرکزی جماعت اہل سنت کی اپیل پر "یوم تاجدار ختم نبوت" منائے جانے کی خبر اشاعت پذیر ہوئی جس میں کہا گیا کہ:

"قادیانی دائرہ اسلام سے خارج ہیں تو پھر انہیں شعائر اسلام استعمال کرنے کی اجازت دینا تعلیمات مصطفوی سے انحراف ہے۔"

بالفاظ دیگر "احمدی" کا نام شعائر اسلام میں سے ہے اس لئے جماعت احمدیہ کے لئے اس کا استعمال تعلیمات مصطفوی سے انحراف کے مترادف ہے۔

حالانکہ ایک صدی سے خود ان حضرات کے اکابر و اصاغر یہ نام استعمال کرتے آ رہے ہیں۔ اس صورت حال کے پیش نظر امت مسلمہ ’’یوم تاجدار ختم نبوت‘‘ منانے والے سیاسی ملاؤں اور طالع آزماؤں سے یہ مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہے کہ وہ اعلان کریں کہ جماعت کے لئے احمدی کا لفظ استعمال کرنے والوں کو کیا تعلیمات مصطفوی سے منحرف اور باغی قرار دیتے ہیں؟؟ علامہ شبلی نعمانی نے کیا خوب کہا تھا

کرتے ہیں مسلمانوں کی تکفیر شب و روز
بیٹھے ہوئے کچھ ہم بھی تو بیکار نہیں ہیں

پاکستان کے فاضل ادیب و کالم نویس جناب عنایت حسین صاحب بھٹی نے روزنامہ ’’پاکستان‘‘ لاہور (20 جنوری 1997ء) میں سیاسی ملاؤں کے اس طرز عمل پر ایک نہایت دلچسپ تبصرہ کیا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

’’مولوی صاحبان نے احتساب کرانے کا بیڑہ اٹھایا تھا اور الیکشن سے لاتعلقی کا اعلان فرمایا۔ وہ احمدی اور قادیانی مسئلہ میں الجھ گئے یا الجھا دیئے گئے اور حسب سابق پٹڑی سے اتر گئے۔ لیکن مولوی حضرات سے ایک سوال کرنے کی جرأت کروں گا کہ قادیانی سوائے پاکستان کے پوری دنیا میں احمدی کہلاتے ہیں۔ پورے افریقہ میں ان کے مشن ہیں جو لوگوں کو تبلیغ کر کے ان کے مذاہب تبدیل کر کے ان کو احمد کا نام دیتے ہیں۔ پورے یورپ اور دیگر ممالک میں وہ احمدی کہلاتے ہیں حتیٰ کہ بھارت میں بھی ان کو احمدی کہا جاتا ہے۔ مگر صرف پاکستان میں احمدی نہ کہا گیا تو کیا فرق پڑے گا۔ یہاں ایک لطیفہ سنئے کہ فیصل آباد کے گھنٹہ گھر پر ایک سکھ چڑھ گیا اور بارہ بجنے میں پانچ منٹ پر اس نے گھڑیال کا پنڈولم پکڑ لیا اور کہنے لگا اب میں زیادہ نہیں بجنے دوں گا۔ لوگ ہنسنے لگے اور کہنے لگے کہ سردار جی جب ساری دنیا کی گھڑیوں پر بارہ بج جائیں گے تو اگر ایک گھڑیال میں نہ بجے تو کیا فرق پڑے گا۔ مولوی حضرات سے گزارش ہے کہ قرآن میں ارشاد پروردگار ہے لا اکراہ فی الدین دین میں جبر نہیں، آپ سیاست کو چھوڑ کر دین کی تبلیغ کیوں نہیں کرتے۔ لوگوں کو دلائل سے قائل کیجئے کہ صحیح اسلام کیا ہے، دنیا میں اپنے تبلیغی مشن بھیجیں تا کہ لوگ صحیح دین سے متعارف ہوں، ڈنڈے سے کام تو وہ لیتا ہے جس کے پاس دلائل نہ ہوں۔‘‘

(الفضل انٹرنیشنل 35 مئی 1997ء تا 5 جون 1997ء)

پیارے آقا کے نام

اعظم نوید کینیڈا



شفا دے، شفا دے، اے شافی شفا دے
مِرے پیارے آقا کو کامل شفا دے

تُو مالک ہے سب کا، تُو سب کا ہے داتا
تُو جو معجزہ چاہے کر کے دکھا دے

ہر اک درد ان سے الگ ہو خدایا
تُو فضل و کرم کی اک ایسی دوا دے

ہر اک دل پریشاں، ہر اک دل حزیں ہے
تُو اس غم کو دل سے ہمارے مِٹا دے

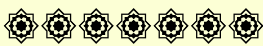
مِری سب دعاؤں کو سُن لے اے خالق
اک عاصی کی مولا تُو بگڑی بنا دے

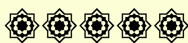
ہر اک دل میں اب تو یہی ہے تمنا
حسیں آئے پھر بزمِ عالم سجا دے

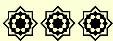
ہر اک پل اسے ڈھونڈتی ہیں یہ نظریں
نِگاہوں کو پھر اس کا جلوہ دکھا دے

ہمیشہ رہے ان پہ رحمت کا سایہ
تُو رحمت کے سائے کی ایسی رِدا دے

مِرے آنسوؤں سے ہیں تر سجدہ گاہیں
شفا دے کے اعظم کو مُژدہ سنا دے









کیا غیر مسلموں کا مکہ مدینہ میں داخلہ منع ہے؟

انصر رضا۔ کینیڈا



کیا غیر مسلموں کا مکہ مدینہ میں داخلہ منع ہے؟

اسلام ایک آفاقی مذہب ہے جسے کسی خاص قوم یا خاص عہد تک محدود نہیں کیا گیا۔ اسلام کا خدا ''رَبُّ العٰلمین'' ہے اور نبی اکرم ﷺ ''رحمۃً لّلعٰلمین'' ہیں جنہیں سابقہ انبیاء علیہم السلام کے برعکس تمام انسانیت کے لئے اور قیامت تک کے لوگوں کے لئے مبعوث فرمایا گیا۔ قرآن کریم کی یہ آیات اس بات پر شاہد ہیں۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ

(الفاتحہ:2)

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

قُلۡ یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ اِلَیۡکُمۡ جَمِیۡعًا

(الاعراف:159)

ترجمہ: کہہ دو کہ اے لوگو میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ

(الانبیاء:108)

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر۔

وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیۡرًا وَّنَذِیۡرًا

(سبا:29)

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام انسانوں کے لئے بشیر اور نذیر بنا کر۔

نبی اکرم ﷺ کے تمام انسانوں کے لئے رسول ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان بھی فرمایا کہ مکہ مکرمہ میں، جس کا قدیم نام بکہ لے کر اس کی قدامت کو ظاہر کیا گیا ہے، سب سے پہلا جو گھر بنایا گیا تھا یعنی خانہ کعبہ، وہ تمام انسانوں کے لئے بنایا گیا تھا۔

اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّہُدًی لِّلۡعٰلَمِیۡنَ

(آل عمران:97)

ترجمہ: یقیناً پہلا گھر جو بنی نوع انسان کے لئے بنایا گیا وہ ہے جو بکّہ میں ہے۔ وہ مبارک اور باعثِ ہدایت بنایا گیا تمام جہانوں کے لئے۔

اس بات کو واضح طور پر بیان کرنے کے بعد کہ جس طرح نبی اکرم ﷺ تمام انسانوں کے رسول اور تمام عالمین کے لئے رحمت ہیں، اسی طرح یہ گھر تمام انسانوں کے لئے بنایا گیا ہے اور تمام عالمین کے لئے مبارک اور باعثِ ہدایت ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی بیان کردیا گیا کہ انسانوں کے لئے بنائے گئے اس گھر سے انہیں روکنا باعثِ عذاب ہوسکتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَیَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَالۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ الَّذِیۡ جَعَلۡنٰہُ لِلنَّاسِ سَوَآءَۨ الۡعَاکِفُ فِیۡہِ وَالۡبَادِ ؕ وَمَنۡ یُّرِدۡ فِیۡہِ بِاِلۡحَادٍۭ بِظُلۡمٍ نُّذِقۡہُ مِنۡ عَذَابٍ اَلِیۡمٍ ﴿۲۵﴾

(الحج:26)

یقیناً وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور وہ اللہ کی راہ سے اور اس مسجدِ حرام سے روکتے ہیں جسے ہم نے سب انسانوں کے فائدہ کے لئے بنایا ہے اس طرح کہ اس میں (خدا کی خاطر) بیٹھ رہنے والے اور بادیہ نشین (سب) برابر ہیں، اور جو بھی ظلم کی راہ سے اس میں کجی پیدا کرنے کی کوشش کرے گا اسے ہم دردناک عذاب چکھائیں گے۔

وَمَا لَہُمۡ اَلَّا یُعَذِّبَہُمُ اللّٰہُ وَہُمۡ یَصُدُّوۡنَ عَنِ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ

(الانفال:35)

ترجمہ: اور آخر ان میں کیا بات ہے جو اللہ انہیں عذاب نہ دے جبکہ وہ حرمت والی مسجد سے لوگوں کو روکتے ہیں۔

علماء اور سعودی حکومت کا غیر اسلامی طرزِ عمل

ان مندرجہ بالا واضح قرآنی تصریحات کے باوجود غیر مسلموں کا نہ صرف مسجد الحرام اور مسجد نبویؐ میں بلکہ پورے مکہ اور مدینہ میں داخلہ ممنوع قرار دیا جاتا ہے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تو مسجد الحرام کو عالمین کے لئے مبارک اور باعثِ ہدایت قرار دے رہا ہے لیکن سعودی حکومت اس گھر میں

داخل ہونے اور اس سے برکت اور ہدایت حاصل کرنے کی صرف ان لوگوں کو اجازت دیتی ہے جنہیں وہ مسلمان گردانتی ہے۔ مزید حیرت کی بات یہ ہے کہ، جیسا کہ آگے وضاحت کی گئی ہے، قرآن وحدیث میں کسی بھی جگہ غیر مسلموں کو اشارتاً بھی مدینہ منورہ میں داخلہ سے منع نہیں کیا گیا ہے۔ لیکن سعودی حکومت ان کو وہاں جانے سے بھی روکتی ہے۔ اس پابندی کے حق میں یہ دلائل دیئے جاتے ہیں کہ ہر ملک میں فوجی چھاؤنیاں اور کچھ ممنوعہ علاقے ہوتے ہیں جہاں ہر شہری داخل نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح کسی بھی دوسرے ملک میں جانے کے لئے آپ کو ویزا لینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ اس ملک کا حق ہے کہ وہ آپ کو ویزا دے یا نہ دے۔ ویزا دینے سے انکار کو کسی بھی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن یہ دلائل دینے والے بھول جاتے ہیں کہ چھاؤنیاں صرف فوجیوں کے لئے ہوتی ہیں جبکہ، جیسا کہ اوپر بتایا جاچکا ہے، مسجد الحرام تمام الناس کے لئے بنایا گیا اللہ کا گھر ہے۔ مزید یہ کہ سعودی عرب کے حکمران حرمین کے مالک نہیں بلکہ متولی ہیں جنہیں ان میں داخلہ پر پابندی کا کوئی حق حاصل نہیں۔ نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہؓ پر بھی مکہ میں داخلہ پر پابندی لگائی گئی تھی جس کا شدید ردعمل پورے عرب میں ہوا کیونکہ سب جانتے تھے کہ قریش کعبہ کے مالک نہیں بلکہ متولی ہیں۔ ان کے ذمہ کعبہ کی دیکھ بھال اور حاجیوں کی خاطر مدارت کرنا ہے لیکن ان کو کعبہ میں داخلہ پر پابندی لگانے کا حق حاصل نہیں۔ آج قریش نے مسلمانوں پر پابندی لگائی ہے تو کل یہ کسی اور کو بھی روک سکتے ہیں۔ گویا کل تک جو مجاور تھے وہ آج مالک بن بیٹھے ہیں کہ جس کو چاہے کعبہ میں آنے دیں اور جسے چاہیں روک دیں۔ چنانچہ مختلف قبائل کے وفود قریش کو سمجھانے گئے لیکن ان پر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے بعد جب نبی اکرم ﷺ فتح مکہ کے لئے تشریف لائے تو وہ تمام قبائل جو جنگ احزاب میں کفار مکہ کے ساتھ مل کر مدینہ پر حملہ کے لئے جمع ہوئے تھے،، ان میں سے ایک بھی قریش کی مدد کو نہ آیا۔ کیونکہ قریش مسلمانوں کو عمرہ سے منع کرنے کے نتیجہ میں پورے عرب کی حمایت سے محروم ہوچکے تھے۔

دوسرا اہم اور یاد رکھنے کے قابل امر یہ ہے کہ دیگر ممالک کے برعکس سعودی حکومت مکہ مدینہ میں داخلہ پر پابندی مروجہ بین الاقوامی ویزا قوانین کی بنیاد پر نہیں بلکہ شرعی قانون پر رکھتی ہے اور دنیا کو یہ باور کراتی ہے کہ غیر مسلموں کے مکہ مدینہ میں داخلہ پر پابندی سعودی حکومت نے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے عائد کی ہے جو کہ سورۃ التوبۃ کی مندرجہ ذیل آیتِ کریمہ میں بیان کیا گیا ہے۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○

(التوبہ:28)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! مشرکین تو ناپاک ہیں۔ پس وہ اپنے اِس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ پھٹکیں۔ اور اگر تمہیں غربت کا خوف ہو تو اللہ تمہیں اپنے فضل کے ساتھ مالدار کردے گا اگر وہ چاہے۔ یقیناً اللہ دائمی علم رکھنے والا (اور) بہت حکمت والا ہے۔

اس آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہوئے علماء کا یہ فتویٰ ہے کہ کوئی بھی غیر مسلم مکہ اور مدینہ میں اور خاص طور پر مسجد الحرام یعنی خانہ کعبہ میں داخل نہیں ہوسکتا۔ ایسا کرتے ہوئے یہ بات مکمل طور پر فراموش کردی گئی کہ یہ استدلال قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیات سے متضاد ہے جبکہ قرآن کریم کی رو سے اس میں تضاد ناممکن ہے:

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۭ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا

(النّساء:83)

ترجمہ: پس کیا وہ قرآن پر تدبّر نہیں کرتے؟ حالانکہ اگر وہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔

سورۃ التوبہ میں چند اہم غور طلب نکات

سورۃ التوبہ کی مذکورہ بالا آیتِ کریمہ کا مطالعہ واضح کرتا ہے کہ اس میں ہرگز کسی غیر مسلم پر یہ پابندی عائد نہیں کی گئی کہ وہ مکہ مدینہ میں عموماً اور مسجد الحرام میں خصوصاً داخل نہیں ہوسکتا۔ اس میں تین اہم نکات ہیں جو غور طلب ہیں:

سب سے پہلا غور طلب نکتہ یہ ہے کہ اس میں صرف مشرکوں کا داخلہ منع کیا گیا ہے اور وہ بھی مکہ مدینہ میں نہیں بلکہ صرف مسجد الحرام میں منع کیا گیا ہے۔

دوسرا اہم غور طلب نکتہ یہ ہے کہ "بعد عامھم ھذا" کے الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ مشرکوں کا یہ داخلہ پورے سال کے لئے نہیں بلکہ محض حج کے دنوں میں منع کیا گیا تھا جب دنیا بھر سے مسلمان حج کی ادائیگی کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ یہ

اعلان سن 9ہجری میں حج کے موقع پر کیا گیا تھا جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کو نبی اکرم ﷺ نے امیر حج بنا کر بھیجا تھا اور ان کے جانے کے بعد جب سورۃ التوبۃ جسے سورۃ البرأۃ بھی کہتے ہیں، کی آیات نازل ہوئیں تو حضرت علیؓ کو مکہ بھیجا گیا تا کہ وہ اس کا اعلان فرما دیں۔ اگر یہ مناہی فوری ہوتی تو کہا جاتا کہ آج ہی سے مشرکوں کا یہاں داخلہ منع ہے۔ اس کے برعکس کہا گیا کہ اس سال کے بعد ان کا مسجد الحرام میں داخلہ منع ہے۔ یعنی اگلے سال سے جب لوگ حج کرنے آیا کریں گے تو مشرکین ان میں شامل نہیں ہو سکتے۔

تیسرا اہم اور قابلِ غور نکتہ یہ ہے کہ قدیم سے مکہ میں حج کے موقع پر مختلف میلے اور بازار بھی منعقد ہوتے تھے اور مختلف علاقوں سے جمع ہونے والے لوگ طوافِ کعبہ کے ساتھ ساتھ تجارت بھی کیا کرتے تھے، چنانچہ جب مشرکین کو حج کے موقعہ پر مسجد الحرام میں داخلہ سے منع کر دیا گیا تو قدرتی طور پر مسلمانوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ ان لوگوں کے نہ آنے کے باعث ان کی تجارتیں متاثر ہوں گی۔ یہ بھی اس بات کا ایک بیّن ثبوت ہے کہ حرم مکہ میں مشرکین کا داخلہ سال کے بارہ مہینے نہیں بلکہ محض حج کے موقعہ پر بند کیا گیا تھا۔ مسلمانوں کی اس پریشانی پر انہیں تسلّی دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس بناء پر غربت کا خوف نہ کھاؤ کہ اگر مشرکین نہیں آئیں گے تو تمہیں تجارتوں میں کمی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے تمہیں مالدار کر دے گا۔ یعنی یہی مشرکین مسلمان ہو جائیں گے اور پھر ہر علاقہ سے آئیں گے اور حج کے ساتھ ساتھ تجارتیں بھی بڑھیں گی۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد ہی عربوں کی ایک بہت بڑی تعداد مسلمان ہو گئی اور حج کے موقعہ پر پھر اُسی طرح میلے اور بازار سجنے لگے۔

حدیث سے تائید

بخاری کتاب الحج باب لایطُوفُ بالبیتِ عُریانٌ ولا یَحُجُّ مُشرِکٌ میں حضرت ابوہریرۃؓ سے ایک حدیث مروی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں:

أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ ؓ بَعَثَهُ فِي الحَجَّةِ الَّتِي أَمَّرَهُ عَلَيْهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ قَبْلَ حَجَّةِ الوَدَاعِ، فِي رَهْطٍ يُؤَذِّنُ فِي النَّاسِ: أَنْ لَا يَحُجَّ بَعْدَ العَامِ مُشْرِكٌ وَلَا يَطُوفُ بِالبَيْتِ عُرْيَانٌ

نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع سے پہلے سال حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امیر حج بنا کر بھیجا تھا۔ اس سال لوگوں میں یہ اعلان کر دیا گیا تھا کہ اس سال کے بعد نہ تو کوئی مشرک حج کرے گا اور نہ ہی کوئی عریاں ہو کر بیت اللہ کا طواف کرے گا۔

اس روایت سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مشرکین کو محض حج کرنے سے اور دورِ جاہلیت کی بیہودہ حرکات سے منع کیا گیا تھا ورنہ ان کا مسجد الحرام میں مطلق داخلہ ممنوع نہ تھا۔ بخاری کتاب التفسیر میں سورۃ التوبۃ کی تفسیر میں بھی اسی مضمون پر مشتمل دو احادیث بیان کی گئی ہیں۔ ایک اور حدیث کے مطابق کسی شخص کو بھی بیت اللہ کے طواف اور وہاں نماز پڑھنے سے منع نہیں کیا جا سکتا۔

وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ ؓ اَنَّ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ! لَا تَمْنَعُوا اَحَدًا طَافَ بِهٰذَا البَيْتِ، وَ صَلّٰى اَيَّةَ سَاعَةٍ شَاءَ مِنْ لَيْلٍ اَوْ نَهَارٍ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَاَبُوْدَاؤُدَ، وَالنِّسَآئِيُّ.

جُبَیر بن مُطعمؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’اے بنی عبد مناف! تم کسی شخص کو نہ روکو جو بیتُ اللہ کا طواف اور نماز ادا کرنا چاہے رات دن میں جس وقت بھی چاہے۔‘‘ ترمذی، ابوداؤد، نسائی نے اسے روایت کیا۔

(مشکوۃ کتاب الصلاۃ باب اوقات النہی)

مفسرین اور فقہاء کی اس بارے میں آراء

مندرجہ ذیل جلیل القدر مفسرین، علماء و فقہاء کا عقیدہ ہے کہ غیر مسلموں کا مکہ مدینہ میں جانا ممنوع نہیں ہے۔

تفسیر طبری (ابو جعفر محمد بن جریر الطبری)

فليس لأحد من المشركين أن يقرب المسجد الحرام بعد عامهم بحالٍ الا صاحب الجزية، أو عبد رجلٍ من المسلمين

مشرکین میں سے جزیہ دینے والے اور مسلمانوں کے غلام کے سوا کوئی مشرک بھی مسجد الحرام میں داخل نہیں ہو سکتا۔

تفسیر الکشّاف (جاراللہ الزمخشری)

فلا يحجوا، ولا يعتمروا، كما كانوا يفعلون في الجاهلية بعد حج عامهم هذا

پس اپنے اس سال کے بعد وہ حج نہیں کریں گے اور نہ عمرہ کریں گے جس طرح وہ جاہلیت میں کیا کرتے تھے۔

تفسیر الکبیر (امام فخر الدین الرازی)

قال الشافعي رضي الله تعالىٰ عنه: الكفار يمنعون من المسجد الحرام خاصة، و عند مالك: يمنعون من كل المساجد، و عند أبي

حنیفة رحمه الله: لا يمنعون من المسجد الحرام ولا من سائر المساجد

شافعی کہتے ہیں کہ کفار کو صرف مسجد الحرام سے منع کیا گیا ہے۔ اور مالک کے نزدیک انہیں تمام مساجد سے منع کیا گیا ہے۔ اور ابوحنیفہ کے نزدیک نہ تو انہیں مسجد الحرام سے منع کیا گیا ہے اور نہ ہی دیگر تمام مساجد سے۔

تفسیر البیضاوی (ناصر الدین البیضاوی)

و قيل المراد به النهي عن الحج والعمرة لا عن الدخول مطلقًا و اليه ذهب أبو حنيفة رحمه الله تعالىٰ

اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد صرف حج اور عمرہ سے منع کرنا ہے مطلق داخلہ سے نہیں اور ابوحنیفہؒ کا یہی مذہب ہے۔

تفسیر النّسفی (عبداللہ النسفی)

فلا يحجّوا، ولا يعتمروا، كما كانوا يفعلون في الجاهلية...و يكون المراد من نهي القربان: النهي عن الحجّ والعمرة. و هو مذهبنا. ولا يمنعون من دخول الحرم والمسجد الحرام و سائر المساجد عندنا. و عند الشافعي رحمه الله يمنعون عن المسجد الحرام خاصة. و عند مالك: يمنعون منه و من غيره

پس وہ حج نہیں کریں گے اور نہ ہی عمرہ، جس طرح وہ جاہلیت میں کیا کرتے تھے۔۔ اور قریب جانے سے منع کرنے سے مراد حج اور عمرہ سے منع کرنا ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے۔ اور ہمارے نزدیک ان کا مسجد الحرام اور دیگر تمام مساجد میں داخل ہونا منع نہیں ہے۔ اور شافعیؒ کے نزدیک صرف مسجد الحرام میں جبکہ مالک کے نزدیک اس میں بھی اور دوسری تمام مساجد میں بھی داخلہ منع ہے۔

تفسیر البحر المحیط (ابوحیّان الاندلسی)

والظاهر أن النهي مختص بالمشركين و بالمسجد الحرام، و هذا مذهب أبي حنيفة، و اباح دخول اليهود والنصارى المسجد الحرام وغيره، و دخول عبدة الاوثان في سائر المساجد، و قال الزمخشري ان معنى قوله (فلا يقربوا المسجد الحرام) فلا يحجوا ولا يعتمروا، و يدل عليه قول عليؓ حين نادى ببراءة "لا يحج بعد عامنا هذا مشرك"

اور ظاہر ہے کہ یہ مناہی صرف مشرکین اور صرف مسجد الحرام تک مختص ہے اور یہ ابوحنیفہؒ کا مذہب ہے جو یہود و نصاریٰ کا مسجد الحرام اور دیگر تمام مساجد میں اور بتوں کے پجاریوں کا تمام مساجد میں داخلہ جائز قرار دیتے ہیں۔ زمخشری کہتے ہیں کہ اس آیت کا معنی ہے کہ وہ حج اور عمرہ نہ کریں۔ اور اس پر دلیل علیؓ کا یہ قول ہے "اس سال کے بعد یہ مشرک حج نہیں کرے گا۔"

تفسیر جامع البیان (محمد بن عبدالرحمٰن الایجی)

منعوا من دخول الحرم، و قيل منعوا عن الحج و العمرة لا عن الدخول مطلقًا (بعد عامهم هذا)

وہ حرم میں داخلہ سے منع کئے گئے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ وہ حج اور عمرہ سے منع کئے گئے ہیں نہ کہ مطلق داخلہ سے۔

تفسیر الدرِّ منثور (امام جلال الدین السیوطی)

فلا يقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا الا ان يكون عبدًا او احدا من اهل الذمة

پس وہ اپنے اس سال کے بعد مسجد الحرام کے قریب نہ جائیں سوائے اس کے کہ وہ غلام ہو یا اہل ذمہ میں سے کوئی ایک۔

تفسیر ابن کثیر (حافظ عماد الدین ابن کثیر)

ولا يحج بعد العام مشرك، ولا يطوف بالبيت عريان.

اور اس سال کے بعد مشرک حج نہیں کریں گے اور نہ ہی عریاں طواف کریں گے۔

تفسیر روح المعانی (شہاب الدین محمود الالوسی)

وبالظاهر أخذ أبو حنيفة رضي الله تعالىٰ عنه اذ صرف المنع عن دخول الحرم الى المنع من الحج والعمرة، و يؤيده قوله تعالىٰ (بعد عامهم هذا) فان تقييد النهي بذلك يدل على اختصاص النهي عنه بوقت من أوقات العام أي لا يحجوا ولا يعتمروا بعد حج عامهم هذا...أن الامام الاعظم يقول بالمنع عن الحج و العمرة و يحمل النهي عليه ولا يمنعون من دخول المسجد الحرام و سائر المساجد عنده...يروى انه لما جاء النهي شق ذلك على المؤمنين و قالوا: من يأتينا بطعامنا و بالمتاع فأنزل الله سبحانه و ان خفتم عيلة فسوف يغنيكم الله من فضله) أي عطائة أو تفضيله.

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس آیت میں مشرکین کو حج اور عمرہ سے منع کیا گیا ہے اور اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس قول (ان کے اس سال کے بعد) سے ہوتی ہے۔ پس اس ممانعت کو سال بہ سال ہونے والے کام سے مقید کیا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ انہیں حج اور عمرہ سے منع کیا گیا ہے۔۔۔ امام اعظم کے

بقول انہیں حج اور عمرہ سے منع کیا گیا ہے اور مسجد الحرام اور دوسری تمام مساجد میں داخلے سے منع نہیں کیا گیا۔۔۔روایت کیا گیا ہے کہ مشرکوں پر یہ پابندی مسلمانوں پر شاق گزری اور انہوں نے کہا کہ اب ہماری خوراک اور مال و متاع کون لے کر آیا کرے گا تو اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اگر تمہیں غربت کا خوف ہے تو اللہ تعالیٰ جلد اپنے فضل سے تمہیں غنی بنا دے گا۔

تفسیر مظہری

''ائمہ احناف کا مسلک یہ ہے کہ مسجد حرام میں کفار کا داخلہ مطلقاً منع نہیں بلکہ حج اور طواف سے منع کرنا مقصود ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؓ کو حج کے موقعہ پر یہ اعلان کرنے کے لئے بھیجا تھا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے۔ پس معلوم ہوا کہ اس نہی سے مراد حج وعمرہ سے منع کرنا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مسجد حرام میں کافر کا داخل ہونا جائز ہے اور دوسری مساجد میں بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔ مفہوم میں مبالغہ پیدا کرنے کے لئے قریب جانے سے بھی منع کیا گیا ہے۔''

تفہیم القرآن (سیّد ابوالاعلیٰ مودودی)

''امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس سے مراد صرف یہ ہے کہ وہ حج اور عمرہ اور مراسم جاہلیت ادا کرنے لئے حدود حرم میں نہیں جا سکتے۔ امام شافعی کے نزدیک اس حکم کا منشاء یہ ہے کہ وہ مسجد حرام میں جا ہی نہیں سکتے۔ اور امام مالک یہ رائے رکھتے ہیں کہ صرف مسجد حرام ہی نہیں بلکہ کسی بھی مسجد میں ان کا داخل ہونا درست نہیں۔ لیکن یہ آخری رائے درست نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ نے خود مسجد نبوی میں ان لوگوں کو آنے کی اجازت دی تھی۔''

تفسیر تبیان القرآن (علامہ غلام رسول سعیدی، شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی)

''حماد بن سلمہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عثمان بن ابی العاص سے روایت کیا ہے کہ جب ثقیف کا وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا تو آپ نے ان کے لئے مسجد میں خیمہ لگوایا۔ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! یہ تو نجس لوگ ہیں! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں کی نجاست زمین پر نہیں لگتی ان کی نجاست ان میں ہی رہتی ہے۔ اور زہری نے سعید بن مسیّب سے روایت کیا ہے کہ ابوسفیان زمانہ کفر میں نبی ﷺ کی مسجد میں داخل ہوتا تھا البتہ ان کا مسجد حرام میں داخل ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''وہ (غیر ذمی مشرک) مسجد حرام کے قریب نہ ہوں۔ علامہ ابوبکر رازی کہتے ہیں کہ ثقیف کا وفد نبی ﷺ کے پاس (آٹھ ہجری میں) فتح مکہ کے بعد آیا تھا اور یہ آیت نو ہجری میں نازل ہوئی ہے جب حضرت ابوبکر صدیق امیر حج بن کر گئے تھے، نبی ﷺ نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا اور یہ خبر دی کہ کفار کی نجاست ان کو مسجد میں داخل ہونے سے منع نہیں کرتی اور ابوسفیان فتح مکہ سے پہلے صلح کی تجدید کے لئے آئے تھے وہ اس وقت مشرک تھے اور یہ آیت اس کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اس آیت کا تقاضا صرف مسجد حرام کے قریب جانے سے ممانعت ہے اور یہ آیت کفار کو باقی مساجد میں داخل ہونے سے منع نہیں کرتی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ زید بن یشیع حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کے حکم سے ندا کی کہ حرم میں کوئی مشرک داخل نہیں ہوگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ان الفاظ کے ساتھ روایت صحیح ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حرم میں کوئی مشرک حج کیلئے داخل نہیں ہوگا۔ کیونکہ حضرت علی سے احادیث میں یہ روایت ہے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا۔ اسی طرح حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اس حدیث میں حج کے لئے حرم میں دخول سے ممانعت ہے اور شریک سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اس سال کے بعد مشرکین مسجد حرام کے قریب نہ جائیں، البتہ کسی ضرورت کی وجہ سے غلام یا باندی مسجد حرام میں داخل ہو سکتی ہے۔'' اس حدیث میں آپ نے ضرورت کی وجہ سے غلام یا باندی کا مسجد حرام میں دخول جائز قرار دیا ہے اور حج کیلئے اجازت نہیں دی، اور یہ اس پر دلیل ہے کہ آزاد ذمی بھی ضرورت کی وجہ سے مسجد حرام میں داخل ہو سکتا ہے، کیونکہ اس مسئلہ میں کسی نے بھی آزاد اور غلام میں فرق نہیں کیا اور حدیث میں غلام اور باندی کا بالخصوص اس لیے ذکر کیا ہے کہ یہ عام طور پر حج کیلئے نہیں جاتے اور امام عبدالرزاق نے سورہ توبہ کی اس آیت کی تفسیر میں یہ روایت ذکر کی ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ اس آیت کی تفسیر میں کہتے تھے البتہ غلام یا کوئی ذمی شخص ہو تو وہ جا سکتا ہے۔''

ڈاکٹر وھبہ الزحیلی شامی حنفی عالم

''لأنه ليس المراد من آية (انما المشركون نجس فلا يقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا) النهى عن دخول المسجد

الحرام، و انما المراد النهی عن أن یحج المشرکون و یعتمروا کما کانوا یعملون فی الجاهلیة۔"

(الفقہ الاسلامی وادلتہ۔جلد۔6صفحہ 534۔مطبوعہ دار الفکر للطباعة والتوزیع والنشر۔بدمشق)

اس آیت سے یہ مراد نہیں ہے کہ مسجد الحرام میں داخلہ منع ہے۔بلکہ مراد یہ ہے کہ مشرکین جاہلت کے دور کی طرح حج اور عمرہ نہیں کر سکتے۔

علامہ شبلی نعمانی

''آج غیر مذہب کا کوئی شخص مکہ معظّمہ نہیں جاسکتا اور یہ ایک شرعی مسئلہ خیال کیا جاتا ہے لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں غیر مذاہب والے بے تکلف مکہ معظّمہ جاتے تھے اور جب تک چاہتے تھے مقیم رہتے تھے۔ چنانچہ قاضی ابو یوسف نے کتاب الخراج میں متعدد واقعات نقل کئے ہیں (کتاب الخراج صفحہ 97۔87)۔آج کل یورپ والے جو اسلام پر تنگ دلی اور وہم پرستی کا الزام لگاتے ہیں۔ اسلام کی تصویر خلفائے راشدین کے حالات کے آئینہ میں نظر آسکتی ہے۔''(''الفاروق''صفحہ 883)

سورۃ التوبۃ کی مذکورہ بالا آیتِ کریمہ کے مطالعہ اور مفسرین وفقہاء کے حوالہ جات سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ تمام غیر مسلموں کا مسجد الحرام میں مطلق داخلہ ممنوع نہیں ہے بلکہ صرف مشرکین کا اور وہ بھی محض ایامِ حج میں منع ہے اور انہیں جاہلیت کے دور کی حرکات کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مفسرین نے مسلمانوں کے مشرک غلام اور اہل ذمّہ کے استثنٰی کا بھی ذکر کیا ہے۔یعنی حج کے موقع پر بھی ایک مسلمان کا مشرک غلام یا باندی اور اہل ذمّہ میں شامل مشرک مسجد الحرام میں داخل ہوسکتا ہے۔اہل سنّت کے چار عظیم الشان فقہاء کرام میں سے تین ائمہ فقہ حضرت امام ابوحنیفہؒ،حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام الشافعیؒ کے اقوال بھی ان تفاسیر میں نقل کئے گئے ہیں جن میں سے حضرت امام ابوحنیفہؒ تو مکمل طور پر مذکورہ بالا تشریح کی تائید فرماتے ہیں اور مسجد الحرام کے ساتھ ساتھ دیگر تمام مساجد میں بھی مشرکین کے علاوہ یہود ونصاریٰ کے داخلہ کو بھی جائز ٹھہراتے ہیں، جبکہ حضرت امام الشافعیؒ مسجد الحرام کے علاوہ دیگر مساجد میں مشرکین کا داخلہ جائز سمجھتے ہیں۔حضرت امام مالکؒ کا مؤقف اس معاملہ میں بالکل سخت ہے اور وہ مسجد الحرام سمیت کسی بھی مسجد میں مشرکین کا داخلہ جائز نہیں ٹھہراتے۔جیسا کہ سیّد ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے لکھا ہے،حضرت امام مالکؒ کا یہ مؤقف نبی اکرم ﷺ کے عمل کے بھی خلاف ہے کیونکہ سن ۹ ہجری میں اس آیت کے نزول اور حج کے موقعہ پر اس کے اعلان کے بعد سن 01 ہجری میں نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد مدینہ آیا جسے مسجدِ نبوی میں ٹھہرایا گیا بلکہ انہوں نے وہاں اپنی عبادت بھی کی۔اگر غیر مسلموں کا کسی بھی مسجد میں داخلہ منع ہوتا تو نبی اکرم ﷺ کس طرح انہیں اپنی مسجد میں ٹھہرنے اور عبادت کرنے کی اجازت دے سکتے تھے؟

مشرکوں کو حج وعمرہ کی اجازت؟

دلچسپ بات یہ ہے کہ سعودی علماء ہندو پاک کے اہلحدیث فرقہ کی ہمنوائی میں سنّی بریلوی فرقہ پر قبر پرستی اور فوت شدہ اولیاء اللہ سے استمداد کا الزام لگاتے ہوئے اسے کھلم کھلا مشرک اور کافر قرار دے چکے ہیں اور اسی طرح یا علی مدد کہنے اور دیگر عقائد کی بناء پر شیعہ حضرات پر بھی کفر وشرک کے فتاویٰ جاری کر چکے ہیں۔لیکن اس کے باوجود سعودی حکومت کی طرف سے سنّی بریلوی اور شیعہ فرقہ پر مکہ مدینہ جانے اور حج وعمرہ کرنے پر کوئی پابندی عائد نہیں کی جاتی۔



غزل

راجا عبدالرحیم لندن

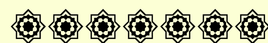
اک شفا روح و جاں ہے یہ خلافت
زندہ رہے جس میں ایماں ہے یہ خلافت
حق کے پیاسوں کو ملی ہے منزل یہاں
اتری جو ہے اک براں ہے یہ خلافت
چمن ایسا نہیں کوئی کہ ہو جسکی نظیر
پھل ہیں شیریں بستاں ہے یہ خلافت
ہے محمد کا یہ دیں ہو تقویٰ مگر
پھر ہوئی جاری جہاں ہے یہ خلافت
ہے ہمیں مسرور جاں سے بھی عزیز
سرپے اک سائباں ہے یہ خلافت
اے خدا رکھنا فضل ہم پر یہ دائم
تیری رحمت کا نشاں ہے یہ خلافت

ہندو پاک کے اہلحدیث علماء نے بھی سنّی بریلوی اور شیعہ فرقہ کے خلاف کفروشرک کے شدید فتاویٰ جاری کرنے اور مخالفانہ کتابیں لکھنے کے باوجود آج تک سعودی حکومت سے، جن کے وہ نہایت منظورِ نظر اور وظیفہ خوار ہیں، کبھی یہ مطالبہ نہیں کیا کہ قرآنِ کریم کی اس آیتِ کریمہ کی رو سے سنّی بریلوی اور شیعہ حضرات کا مکہ مدینہ میں داخلہ بند کیا جائے۔ یہ طرزِ عمل نہ صرف ہندو پاک کے اہلحدیث علماء اور سعودی علماء کے قول و فعل سعودی حکومت اور علماء کے تضاد کی نشاندہی کرتا ہے بلکہ ان کی طرف سے قرآنِ کریم کے حکم کی کھلم کھلا خلاف ورزی بھی ظاہر کرتا ہے کہ جن فرقوں کو وہ مشرک اور کافر سمجھتے ہیں انہیں مسجد الحرام میں حج اور عمرہ کے موقع پر داخل ہونے سے منع نہیں کرتے۔ یا تو سنّی بریلوی اور شیعہ فرقہ پر مکہ مدینہ داخل ہونے اور حج وعمرہ کرنے پر پابندی لگائی جائے یا ان کے خلاف کفروشرک کے فتاویٰ واپس لئے جائیں اور آئندہ ایسے فتاویٰ جاری کرنے پر پابندی لگائی جائے۔ یہ تو اہلحدیث اور سلفی یا وہابی سعودی علماء کا حال ہے۔

لیکن افسوسناک اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ غیر مقلدین اہلحدیث فرقہ کے علاوہ ہندو پاک کے دیوبندی علماء نے، جو فقہ حنفی کے پیروکار اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہونے کے دعویدار ہیں، یہ جانتے ہوئے بھی کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ مسجد الحرام سمیت تمام مساجد میں غیر مسلموں کے داخلہ کو یکسر جائز سمجھتے ہیں، نہ صرف یہ کہ غیر مسلموں پر سعودی حکومت کی اس پابندی کے متعلق مجرمانہ خاموشی اختیار کر رکھی ہے بلکہ اپنے امام کے برخلاف وہ اس پابندی کے حامی اور مؤید ہیں۔

ان تمام مذکورہ بالا وجوہات کی بناء پر ثابت ہوا کہ تمام عالمین کے لئے باعثِ برکت اور منبعِ رُشد و ہدایت مسجد الحرام اور مسجد نبوی میں داخلہ کے لئے کسی غیر مسلم پر اسلام نے ہرگز کوئی پابندی عائد نہیں کی اور یہ دونوں مقدس مقامات تمام انسانوں کے لئے کھلے ہونے چاہئیں۔

(بحوالہ الفضل آن لائن 14 اپریل 2020)



یوم خلافت

(صاحبزادی امۃ القدوس)

پوشیدہ تجھ سے کوئی ہمارا نہیں ہے راز
سینے بھرے ہیں سوز سے دل ہیں بہت گداز
رحمت کی آس میں ہوئے دستِ دعا دراز
اِک نظرِ التفات سے مولا ہمیں نواز
آئے ہیں در پہ چاک گریباں کئے ہوئے
سینوں میں ایک حشر بپا، لب سیئے ہوئے
ہر آن ہے لپیٹ میں اپنی لئے ہوئے
افکار کی تپش ہمیں احساس کا گداز
کٹ جائے گی کبھی نہ کبھی رات ہی تو ہے
اِک عارضی یہ تلخی حالات ہی تو ہے
تیرے سوا ہے کون تری ذات ہی تو ہے
مشکل کشا مجیبِ دعا ربّ کارساز
خدمت میں پیش کرتے ہیں صبرو رضا کے پھول
اہلِ وفا کی ساری خطاؤں کو جائیں بھول
جیسی بھی جس طرح کی بھی ہیں کیجئے قبول
میری دعائیں میری عبادت مری نماز
پھیلائے جھولیاں ترے در پہ ہیں آئے آج
بندے ہیں ہم تو تیرے ہی رکھ لے ہماری لاج
تیرے ہی پاس ہے مرے ہر کرب کا علاج
چارہ گری کا کوئی کرشمہ اے چارہ ساز
کیسا تفکرات کا پھیلا ہے سلسلہ
پیش آگیا ہے راہ میں اک اور مرحلہ
ربّ کریم شانِ کریمی کا واسطہ
پہلی سی ڈال پھر وہی اِک نِگہ دلنواز
جاؤں کہاں کہ میرا تو ہے ایک ہی خدا
تُو ہی طبیب و چارہ گر و مالکِ شفاء
ہونٹوں پہ میرے آج تو ہے بس یہی دعا
آقا مرے بخیر رہیں عمر ہو دراز
یہ کُھلا ہے عُقدہ
آپؐ سا ہوگا نہ پہلے کبھی سرکار ہوا





حضرت حکیم نور الدین خلیفۃ المسیح اوّل کی علم الابدان پر دسترس

کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور کے پرنسپل کرنل سدرلینڈ کا اعتراف

(ریاض احمد ملک دوالمیال۔ ناظم اعلیٰ انصار اللہ ضلع چکوال)

طبیب ہر ملک اور ہر شہر میں ہوتے ہیں۔ کسی شخص کے پاس طب کا علم ہونا یا اس کے ہاتھ سے چند افراد کا شفایاب ہونا علمی لحاظ سے کوئی کارنامہ نہیں۔ لیکن حضرت حکیم نور الدین خلیفۃ المسیح الاوّل طبیب نہیں بلکہ علم کا سمندر تھے انہوں نے اپنی زندگی اور شہرت سے ثابت کیا کہ انسان اگر محنت کرے تو ایک عام دیہی سکول کا درس کشمیر بہالوپور اور رامپور جیسی پُروقار ریاستوں میں شاہی طبیب کا درجہ پا سکتا ہے۔

حصول علم کا شوق حضرت حکیم نور الدین خلیفۃ المسیح اوّل ؓ کو ساری عمر رہا۔ ایک شخص غلام نبی کو مصر بھیجا کہ وہ طب جدید پر عربی کتابیں خرید کر لائے۔ اسی طرح ایک صاحب کو استنبول کے کتب خانوں سے طبی نوادرات کو نقل کرنے پر مامور کیا۔ آخری عمر میں گورمکھی سیکھی تا کہ گرنتھ صاحب کو اس کی اصلی حالت میں پڑھ سکیں۔

حضرت خواجہ غلام فرید سجادہ نشین چاچڑاں شریف کے مشورہ پر نواب بہاولپور نے حضرت حکیم نور الدین خلیفۃ المسیح اوّل کو اپنے علاج کے لئے مدعو کیا۔ شفایاب ہونے پر نواب کو خواہش ہوئی کہ حکیم صاحب ریاست بہاولپور میں ہی بس جائیں نواب صاحب نے چاہا کہ ان کو ہزاروں ایکڑ کی ایک جاگیر دے کر فکر معاش سے آزاد کر دیں۔

اس پر حضرت حکیم مولوی نور الدین خلیفۃ المسیح اوّل نے فرمایا اب تو آپ اپنی ضرورت کے لئے چل کر میرے پاس آتے ہیں اور جب میں ریاست کا ایک ذیلی جاگیردار ہوا تو حاضری دینا میرا فرض ہوگا۔۔۔ میں سرمائے کے بدلے وقار کا سودا کرنے سے معذور ہوں۔''

حضرت حکیم نور الدین خلیفۃ المسیح اوّل نے پچاس سال سے زائد خلقِ خدا کی مفت خدمت کی۔ ان کا مطب ایک کمرہ تھا۔ جس کے فرش پر کھجور کے پتوں کی چٹائی بچھی تھی۔ ایک طرف ان کی اپنی مسند تھی۔ جس کے لئے دری کا مصلیٰ دوہرا کر کے بچھا ہوا تھا۔ جس کے ساتھ چھوٹی میز پر قلمدان اور سفید کاغذ رہتے تھے۔ مریض باری باری آتے اپنی کیفیت سناتے اور نسخہ لے کر چلے جاتے۔ ان کے یہاں مریضوں کو دوائی کے دام لینے کا رواج نہ تھا۔ جو لوگ شفایاب ہوتے اپنی خوشی سے مصلیٰ کے نیچے رکھ جاتے۔ حکیم صاحب نے کبھی توجہ نہیں کی کہ رکھنے والے نے پیسہ رکھا ہے یا سو کا نوٹ اور نہ ہی کسی سے کبھی کچھ طلب کیا جاتا۔

شفاء الملک حکیم محسن قرشی مرحوم نے اپنی بیاض میں اپنے دور کے حاذق اطباء کے تذکرہ میں ہندوستان کے تین حکیموں کو علم اور فن کا یکساں مظہر قرار دیا ہے۔ دہلی کے حکیم عبدالمجید خان لکھنوء سے حکیم عبدالعزیز خان اور پنجاب سے حکیم مولوی نور الدین اور مزید لکھتے ہیں کہ اس زمانے میں نور الدین کے پائے کا کوئی طبیب پورے برصغیر میں موجود نہ تھا۔

حضرت حکیم نور الدین خلیفۃ المسیح الاوّل 1912ء میں جب گھوڑے سے گرے اور ایک عرصہ تک صاحب فراش رہے۔ تندرست ہونے کے بعد ذیابطیس کی بیماری نے پریشان کرنا شروع کیا تو فرمایا'' مجھے ہمیشہ تپ دق اور ذیابطیس اس کے علاج میں اپنی دسترس پر ناز تھا۔ میرے خاندان کے متعدد افراد نے میرے علاج کے باوجود دق سے وفات پائی اور میں خود ذیابطیس کی وجہ سے مسلسل اذیت کا شکار ہوں۔ یہ واقعات معالج کے غرور کو توڑنے اور اس امر کا ثبوت ہیں کہ شفا طبیب کے ہیں خدا کے ہاتھ میں ہے۔''

جب آپ کی بیماری میں اضافہ ہوا تو خان بہادر ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ اور خان بہادر ڈاکٹر سید حسین شاہ نے کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور کے پرنسپل کرنل سدرلینڈ سے استدعا کی کہ وہ ان کے ایک بزرگ کو دیکھنے کے لئے

سفر کریں۔ کرنل سدرلینڈ کو متعدد امراض کے اسباب اور علاج میں عالمی شہرت حاصل تھی اور آج بھی طب کی متعدد کتابوں میں ان کا ذکر موجود ہے۔ وہ روپے کے لالچ میں اپنا دن ضائع کرنے والے نہ تھے۔ کئی اور ڈاکٹروں نے بھی اصرار کیا تو وہ ان کی خاطر حکیم صاحب کو دیکھنے پر آمادہ ہوئے۔ دورانِ گفتگو کرنل سدرلینڈ کو معلوم ہوا کہ مریض کو علم طب میں بھی دخل ہے۔ اس وقت تک وہ یونانی طب اور اس میں خدمت کرنے والوں کو اہمیت نہ دیتا تھا۔ معائنہ کے بعد اس نے از راہِ تفنن کہا۔۔

''مولوی صاحب! میں نے سنا ہے کہ آپ حکیم ہیں''۔

مولوی صاحب بولے آپ نے غلط سنا۔ حکیم تو خدا کی ذات ہے۔ میں البتہ دکھی انسانوں کو ادویہ کے ذریعہ اطمینان دلانے کی کوشش کرتا ہوں۔''

کرنل سدرلینڈ نے تفریحاً پوچھا کہ اگر آپ جیسی علامات میں مبتلاء کوئی مریض آپ کے مطب میں آجاتا تو آپ اس کی کیا تشخیص کرتے؟ اس گفتگو سے انہوں نے محسوس کیا کہ کرنل کا خیال ہے کہ طب یونانی کے عاملین ان پڑھ ہوتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے جسم پر بیماری کے اثرات کی مل Pathology بیان کی۔ سدرلیند حیرت زدہ ہوگیا۔ گفتگو کے دوران چائے آگئی تو اس نے لانے والے ڈاکٹروں سے کہا کہ ذیابطیس کے آخری مرحلہ پر خون کی نالیاں تنگ ہوجاتی ہیں۔ دماغ کو خون نہیں جاتا۔ اس لئے مریض مخبوط الحواس ہوجاتا ہے۔ اور اکثر غنودگی میں رہتا ہے۔ میں حیران ہوں کہ اس شخص میں قوت ارادی کا ایک فولادی ذخیرہ موجود ہے۔ سارا جسم داغ داغ ہونے کے باوجود اس کے حواس بالکل صحیح ہیں اور اپنی بیماری کے بارے میں ایک جامع اور مدلل تبصرہ کررہا ہے کہ شاید میں بھی ذکر نہ کرسکتا۔ مریض بھی جانتا ہے کہ کون کون سے طریقہ علاج کی کہاں کہاں تک دسترس ہے۔ اور اس کی موجودہ حالت علاج کی دسترس سے باہر ہے۔ اسے (کرنل سدرلینڈ) کو افسوس تھا کہ اس کے اپنے تحقیقی کام کے سلسلہ میں متعدد مسائل حل طلب ہیں۔ کاش وہ ان سے پہلے ملا ہوتا۔ اس کا خیال تھا کہ ان کا علم اور سدرلینڈ کی محنت مل کر دنیائے طب میں انقلاب لاسکتے تھے۔

حضرت حکیم نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل نے کرنل سدرلینڈ کو سمجھایا کہ موت برحق ہے اس لئے جب تک وہ نہیں آتی ہم اس کے انتظار میں اپنے کام بند نہیں کرسکتے۔ اس لئے جو کچھ وہ پوچھنا چاہتے ہیں بلا تکلف پوچھیں۔ وہ کرنل سدرلینڈ جو ایک دن کے سفر پر تیار نہ تھا چار دن تک حضرت حکیم نورالدین خلیفۃ الاوّل کے ساتھ رہے۔ اس نے چھ کاپیاں اشارات (نوٹس) سے بھریں اور جب وہ روانہ ہوا تو اشکبار تھا کہ آسمانِ طب کا سورج ڈوب جانے کو ہے۔ وہ ایک ہزار روپیہ روزانہ طے کرکے آیا تھا مگر فیس لینے کی بجائے حضرت حکیم نورالدین خلیفۃ المسیح اول کی خدمت میں دس روپے ریشمی رومال میں رکھ کر بطور نذرانہ پیش کئے۔

(بیاضِ نورالدین، امۃ الطیف طاہر صفحہ 26-25)

حضرت حکیم نورالدین خلیفۃ المسیح الاول کی جسمانی وفات ان کے علم اور ان کی موت نہ تھی ان کا نام اور کارنامے ان کے نسخوں اور عظیم طبی ورثہ کی بنا پر ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

غزل

فرزانہ فرحت۔ لندن

مجھکو نہیں منظور رہائی ترے در کی
ہے موت کی مانند جدائی ترے در کی
یوں تجھ کو عطا کی گئی تکریم کی دولت
مانگیں ہیں شہنشاہ گدائی ترے در کی
انمول ہیں اس واسطے اس آنکھ کے آنسو
اشکوں کے یہ موتی ہیں کمائی ترے در کی
مدت سے یہی ایک دعا مانگ رہی ہوں
حاصل ہو کبھی مجھ کو گدائی ترے در کی
لفظوں کے نگینوں سے جڑی نعت کہوں پھر
ہر وقت کروں مدح سرائی ترے در کی
ڈھل جائے گی فرحتؔ یہ مقدر کی سیاہی
اس دل کو جو مل جائے ضیائی ترے در کی



پاکستان میں احمدی ہونا کیسا ہے۔

راشد احمد

ایک انٹرویو میں سوال ہوا کہ پاکستان میں احمدی ہونا کیسا ہے؟ اس سوال کا یک سطری جواب تو بہت آسان ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ گزرے وقتوں کے کچھ احوال بھی یاد آئے۔ اسکول کے دن تھے تو کلاس میں ایک استاد بجائے پڑھانے کے ہم احمدی طلبہ کو تبلیغ کرتے رہتے کہ تم لوگ کافر ہو جہنم میں جلو گے مسلمان ہو جاو۔ بحث چھڑ جاتی، گھر میں کتب موجود تھیں، ہم کتابیں پڑھتے اور اگلے دن کلاس میں استاد محترم سے سوال پوچھتے تو لاجواب ہو کر کہتے تم قادیانی بڑے تیز ہو، چلو کتابیں نکالو سبق پڑھتے ہیں۔ استاد کی مہربانی کہ پوری کلاس کے سامنے ہمیں کافر کافر کہہ کر کفر سہنے کی ہماری وہ تربیت کی جو آئندہ زندگی میں بہت کام آئی۔ اس کا آغاز ہم جماعت دوستوں سے ہوا جو استاد کی دیکھا دیکھی کافر کافر کہہ کر بلاتے۔ گھر کی تربیت کام آئی اور ہم نے کبھی مڑ کر کسی کو جواب تک نہیں دیا۔ توں آہو آہو آکھ!

کالج ایام کی بات ہے۔ استاد محترم مسلمانان عالم کے مسائل پہ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ ارشاد ہوا کہ ہمارے نام نہاد علما نے بھی مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچایا ہے، ان کی وجہ سے اسلام بدنام ہوا اور بے گناہ مارے گئے، اچانک انہیں احساس ہوا کہ انہوں نے ریڈ زون میں قدم رکھ دیا ہے اور کلاس میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو کل کو انہیں راہی ملک عدم کر سکتے ہیں تو انہوں نے یک دم پینترا بدلا اور وہی آزمودہ نسخہ استعمال کیا جس سے آپ سیاسی سماجی اور معاشرتی قسم کے تمام مسائل سے نبرد آزما ہو سکتے ہیں۔ گویا ہوئے کہ میں الحمدللہ ایک راسخ العقیدہ مسلمان ہوں اور قادیانیت پہ لعنت، لعنت، لعنت! میں ان کے دائیں طرف والی سیٹوں پہ بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے انہیں ٹوکا اور کہا کہ سر جی بس چوتھی دفعہ لعنت بھیجنے سے قبل اس قدر جان لیں کہ آپ کی کلاس میں ایک احمدی طالب علم بھی موجود ہے۔ استاد محترم کو جیسے سانپ سونگھ گیا ہو۔ کچھ دیر انہیں سمجھ ہی نہ آئی کہ انہوں نے کیا کیا ہے۔ پھر اگر مگر چونکہ چنانچہ کی بحر میں ایک بے وزن دو غزلہ ارشاد فرمایا۔ بہر حال استاد محترم کی مہربانی کہ ساری کلاس کو بار دگر علم ہو گیا کہ ایک کافر بھی ان کا کلاس فیلو ہے اور وہ مزید احتیاط برتنے لگے۔ وگرنہ ہم زمانے بھر کو سمجھانے کہاں جاتے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ہم کلاس میں بور لیکچر سے بیزار ہو کر سونے کی کوشش میں تھے۔ ابھی نیند اور بیداری کے درمیان کی کوئی کیفیت تھی کہ دور سے آتی آواز میں ہمیں قادیانی، کافر اور ختم نبوت جیسے الفاظ سنائی دیئے۔ نیند کی کیفیت جاتی رہی اور ہمہ تن گوش ہو کے سننے لگا۔ استاد محترم ارشاد فرما رہے تھے کہ مسلمانوں کی تاریخ بہت سنہری اور امن و آشتی سے عبارت ہے۔ آپ کو جان کر حیرت ہوگی کہ کبھی کسی مسلمان نے دوسرے مسلمان کو کافر نہیں کہا۔ پہلی دفعہ ہم مسلمانوں نے اجتماعی طور پہ قادیانیوں کو کافر قرار دیا اور انہی کی وجہ سے ہمیں نقصان بھی اٹھانے پڑے۔ یہ لوگ ختم نبوت کے منکر ہیں اور کافر ہیں۔ استاد محترم کا وعظ ختم ہوا تو میں نے ہاتھ کھڑا کیا۔ فرمانے لگے کہ جی بیٹا ضرور آپ بھی اس بحث میں حصہ لیں۔ میں نے کہا سر جی! پہلی بات یہ کہ میں احمدی ہوں جنہیں آپ قادیانی کہہ کر یاد فرماتے رہے اور میں ختم نبوت کو بھی مانتا ہوں۔ استاد محترم کے چہرے کا رنگ متغیر ہونے لگا۔ انہیں اس جوابی حملہ کی امید نہیں تھی نہ ہی وہ اس کی تیاری کر کے آئے تھے۔ میں نے کہا سر جی احمدیت تو سوا سو سال پرانی بات ہے آپ ایک دوسرے کو کافر تو قرن اول سے کہتے آرہے، نہ صرف کہتے بلکہ تہہ تیغ کرتے آرہے۔ جہاں تک ختم نبوت کی بات ہے تو آپ ہی کے بزرگان شاہ ولی اللہ اور ابن عربی صاحبان یہ فرماتے ہیں۔ عربی حوالہ جات تھے میں نے کلاس میں دہرا دیئے۔ استاد محترم کے لیے یہ صورت حال بہت عجیب ہوگئی۔ بہر حال انہوں نے از سر نو کورس کی کتاب پڑھانی شروع کر دی اور پھر کبھی اس حوالہ سے بات نہیں کی۔

ایسا نہیں کہ اس دوران ہمیں اچھے لوگ نہیں ملے۔ بہت پیارے اساتذہ

ملے اور زندگی بھر کے دوست بھی نصیب ہوئے، لیکن اکثریت بہرحال استاد محترم کے دین پہ عمل پیرا تھی۔ظلم کی انتہا تو یہ تھی کہ اس ''کافر'' کی طرف سے چائے کی آفر بھی ٹھکرا دیتے تھے۔اب ہم چائے کون سا خود بناتے تھے جو شیزان والوں کی طرح اس میں ربوہ کے قبرستان کی مٹی بھی شامل کرتے، چائے تو کینٹین پہ بنتی تھی اور ویسے بھی چائے تو ہے بھی لادین اور شدید قسم کا ملحد۔کالج کے زمانے میں اور بھی بہت سے واقعات رونما ہوئے لیکن ہم بہرحال خیر و عافیت سے یونیورسٹی پہنچ گئے۔

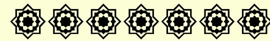
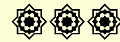
یونیورسٹی میں ایک خوشگوار حیرت ڈاکٹر سلام اور چوہدری ظفراللہ خان صاحبان کی تصویریں دیکھ کر ہوئی۔سوچا کہ یہاں اچھی گزرے گی۔داخلہ فارم حاصل کیا تو اس کی پیشانی پہ پہلا خانہ ہی مذہب کا تھا کہ آپ کا مذہب کیا ہے؟ سوچا کہ ''سرکاری کافر'' لکھ دوں پھر رہنے دیا اور جلی حروف میں احمدیت لکھ دیا تاکہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے اور داد دیجیے میری دور اندیشی کی، واقعی یہ لکھنا کام بھی آیا۔ایک عادت شروع دن سے یہ رہی کہ کبھی کسی موقع پہ اپنا احمدی ہونا چھپایا نہیں اور الحمدللہ اس سے فائدہ ہی ہوا۔کبھی نقصان نہیں ہوا۔وقتی طور پہ تکلیف تو ہوتی ہے، لیکن اللہ تعالی کا فضل ہمیشہ شامل حال رہا۔یونیورسٹی میں بھی سارے کلاس فیلوز اور اساتذہ کو اول دن سے ہی علم تھا کہ میرا عقیدہ کیا ہے۔اس کے باوجود بعض دوست اپنا دینی فریضہ سمجھ کر اساتذہ کے پاس باجماعت تشریف لے جاتے اور انہیں اطلاع کرتے کہ راشد ایک مستند کافر ہے، اس سے بچ کے رہیں! الحمدللہ اس کا بھی فائدہ ہوا کہ اگر کسی کو علم نہیں تھا تو اسے بھی پتہ لگ گیا۔اس سب کے باوجود اساتذہ کی طرف سے کبھی کسی امتیازی سلوک کا سامنا نہیں ہوا، بہت شفقت محبت اور دوستی والا معاملہ رہا اور ہے، لیکن استثنا تو ہر جگہ موجود ہوتے ہیں۔ایک استاد محترم کو جب علم ہوا کہ ایک کافر کھلم کھلا یونیورسٹی میں پھر رہا تو وہ پوچھنے لگے کہ اس کافر کو داخلہ کیسے مل گیا، اس کو داخلہ دیا کس نے؟ میں نے عرض کی کہ سر میں نے تو فارم کی پیشانی پہ خط کشیدہ الفاظ سے احمدی لکھا تھا، داخلہ یونیورسٹی کی انتظامیہ نے دیا ہے اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ داخلہ کیسے ملا تو سر میرٹ کی بنیاد پہ ملا ہے۔۔۔یونیورسٹی کی تعلیم ہنوز جاری ہے اس لیے مزید واقعات خوف فساد خلق کی وجہ سنانے سے ادارہ معذرت خواہ ہے۔

ہمارے والد محترم کو ایک دفعہ سندھ سے ربوہ تک سائیکل سفر کی توفیق ملی۔وہ بتاتے ہیں کہ نواب شاہ کے قریب ایک ٹرک ہوٹل پہ ستانے اور چائے کے لیے رکے۔چائے پینے کے بعد جب چلنے لگے تو ہوٹل مالک کو کسی طرح بھنک پڑ گئی کہ یہ تو قادیانی باجماعت یہاں پھر رہے۔اس نے نہ صرف تشدد کیا بلکہ قافلہ کے جتنے لوگوں نے کپوں میں چائے پی، اس نے ان کپوں کے پیسے بھی وصول کیئے۔ایں سعادت بزور بازو نیست

چائے سے یاد آیا کہ سوشل میڈیا کے توسط سے ایک لکھاری سے تعلق بنا جن کی تحریر کے ہم مداح تھے۔چائے پہ ملاقات طے ہوئی۔ملاقات پہ جانے سے قبل حسب روایت ہم نے انہیں آگاہ کیا کہ حضور میرا تعلق جماعت احمدیہ سے ہے اور میں احمدی ہوں۔وہ میسیج پڑھ کے کافی دیر خاموش رہے پھر گویا ہوئے کہ یار آپ نے بڑی مشکل میں ڈال دیا ہے۔بہرحال ابھی کے لیے معذرت پھر کبھی پروگرام بنائیں گے۔ان کا یہ پروگرام برسوں سے نہیں بنا اور شاید کبھی بھی نہ بنے۔ایسا بہت بار ہوا کہ دوستوں کو جیسے ہی معلوم پڑا کہ میں احمدی ہوں تو وہ یکسر تعلقات ختم کر گئے۔اسی وجہ سے اب یہ عادت ڈال لی ہے کہ دوستی سے قبل ہی احباب کو اپنا ''سرکاری کافر'' ہونا بتلا دیا جائے تاکہ بعد میں کسی کو کوئی مسئلہ نہ ہو۔فیس بک کے تعارف والے خانے میں بھی یہی درج ہے، لیکن احباب کی سادگی دیکھیئے تشریف لاتے ہیں، تحریر پڑھتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تم قادیانی ہو؟ پہلے کیوں نہیں بتایا۔اقبال کا مصرعہ یاد آتا ہے۔تیرے آزاد بندوں کی نہ یہ دنیا نہ وہ دنیا۔

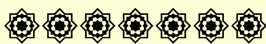
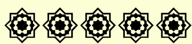
ایک دفعہ کسی معاصر ویب سائٹ پہ اسلام سے متعلق ایک بحث جاری تھی۔میں نے بھی اس میں حصہ لیا اور اپنی فہم کے مطابق کچھ باتیں تحریر کیں جو مدیر محترم کی مہربانی سے شائع بھی ہوگئیں۔مضمون کی اشاعت کے بعد ایک صاحب کھوپچے میں تشریف لائے اور فرمایا کہ آپ ایک قادیانی ہیں اور بات اسلام کی کر رہے ہیں۔اس عمل سے باز آجائیں ورنہ آپ کا انجام کچھ اچھا نہیں ہوگا۔فرمایا کہ میرے پاس بہت سے جذباتی نوجوان آئے ہیں جو آپ کو ''سبق'' سکھانے کے لیے تیار ہیں۔خدا کے ان خود ساختہ ترجمانوں کو فہم کا بہت کم حصہ ودیعت ہوا ہے اس لیے ان سے مغز ماری کا کوئی مفید نتیجہ برآمد نہ

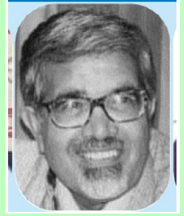
ہوسکا۔ایسے مہرباں بےشمار ہیں،بس ایک کے تذکرہ پہ ہی اکتفا کرتے ہیں۔
سو پاکستان میں احمدی ہونا ایسا ہے جیسا آپ نے پڑھ لیا،لیکن الحمدللہ کبھی مایوسی کی کیفیت طاری نہیں ہوئی۔کبھی کوئی خوف دامنگیر نہیں ہوا۔احباب بہت سمجھایا کئے کہ کوئی فیک آئی ڈی بنالیں،لیکن ہمیشہ اپنی حقیقی پہچان کے ساتھ اپنی بات کہی ہے۔جب خدائے بزرگ وبرتر کی رحمتیں ہر دم آپ کے شامل حال ہوں،اس سے دوستی ہو،آپ کی دعائیں قبول ہوتی ہوں تو پھر کس بات کا خوف اور ڈر۔ایک دفعہ ایک انٹرویو میں یہی بات ایک صحافی نے پوچھی کہ اس سلوک پہ آپ مایوس ہوتے ہیں یا ملک اور قوم کی خدمت کا جذبہ آپ کے دل میں ابھرتا ہے؟میں نے کہا آپ کی موخرالذکر بات بہت درست ہے۔مایوسی سے ہم لوگ بہت دور ہیں۔قوم کا رویہ کیسا
بھی ہو ہم ہمیشہ ملک وقوم کی خدمت پہ کمربستہ رہتے ہیں اور رہیں گے!موجودہ وبا میں بھی احمدی بڑھ چڑھ کر خدمت انسانیت میں مصروف ہیں۔رہے نام اللہ کا۔

سانگلہ ہلز پنجاب پاکستان کی محترمہ رمضان بی بی

اپنے مذہب اور ایمان پر فخر ہے
پہلی خاتون رمضان بی بی ہیں یہ
آپ نے آغاز نئے دور کا کر دیا
سب دلوں میں تحریکِ دعا بھر دیا
سانگلا میں ترقی تو اب آئے گی
دیکھنا یہ گرفتاری رنگ لائے گی
جو یہ روزے ، نماز و تلاوت کے ایّام ہیں
برکتیں ماہِ رمضان کی عام ہیں
خود کو کہتے ہوجو تم مسلمان سنو
کہہ دیجیے جھوٹ تباہی کے دِن اب گِنو
اس مبارک مہینے کی حُرمت نہ کی
دھر دیا جھوٹا الزام بی بی پہ عزّت نہ کی
جو نبیؐ کی محبت میں پٹتے لُٹتے رہے
چاہے جو کچھ ہوا ( )دل سے چلتے رہے
تم نجس اور ناپاک ہے نام لیتے یونہی
ڈھونگ اسلام دیکھاوا ظلم مل کے کرتے سبھی
زور عُشاقِ احمد یہ پہ چل نہ سکا
چھوڑو نسوانیت بات کرلو کبھی
سانگلا میں نئی صبح جب آئے گی
تم سے بے شرم مُلّا کو کھا جائے گی
لب ہلا نہ چلا مسجدیں چھان لی
ایک عورت کو جکڑے جھوٹی شان لی
آفریں بی بی رمضان دلیری تیری
ساتھ سب کی ہیں شامل دعائیں تیری
جانتے ہیں سبھی مانتے ہیں سبھی
ہم محمدؐ پہ قربان یہ ایمان ہے
تم نہ قرآن حدیثوں کو ہو جانتے
مولوی سارے جاہل ہیں انھیں مانتے
ماہِ رمضان میں رمضان بی بی کو تم
جس عبادت کو تو ہین رسالت کہا
اب چلے گی ہوا دِل سے نکلے دعا
عرش ہل جائے گا پیروں سے بھی تمھارے فرش جائے گا
جھوٹ پھلتا نہیں ظلم چلتا نہیں
میرے اللہ سے لڑ کر تو بچتا نہیں
ایک دن آئے گا غم یہ چھٹ جائے گا
دِل میں غم ہے بھرا حشر تم سب کا بُرا
مُجھ کو ہے یہ یقیں انورؔ نہ ہو غم گیں
سب دعا کر رہیں بی بی آجائے گی۔انشاء اللہ



پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام۔ پاکستانی احمدی نوبیل لاریئٹ

تحریر: پروفیسر کے کے عزیز ترجمہ: ڈاکٹر پرویز پروازی



گورنمنٹ کالج کافی ہاؤس اور دیگر جگہوں پر میرے ساتھیوں میں ایک ہی نابغہ تھا اور وہ عبدالسلام تھا۔ سلام، جھنگ کے ایک سکول ٹیچر چوہدری محمد حسین اور فیض اللہ چک نزد بٹالہ کی ہاجرہ کا بیٹا تھا۔ محمد حسین جاٹ تھے مگر ہاجرہ صاحبہ ککے زئی تھیں۔ میں جانتا ہوں کہ پرانے وقتوں سے فیض اللہ چک ککے زئیوں کا گاؤں تھا میری نانی بھی وہیں کی تھیں۔

سلام 1926ء میں پیدا ہوا اور گورنمنٹ ہائی سکول اور گورنمنٹ انٹر میڈیٹ کالج جھنگ، گورنمنٹ کالج لاہور، سینٹ جان کالج کیمبرج میں تعلیم پائی۔ ہر امتحان میں پہلی پوزیشن حاصل کرنا اس کی عادت تھی۔ 1940ء میں وہ پنجاب یونیورسٹی کے میٹرک کے امتحان میں اول آیا اور 2 سال بعد 1942ء میں ایف ایس سی کے امتحان میں بھی۔ 1942ء میں گورنمنٹ کالج میں حساب اے اور بی اور انگریزی آنرز میں داخل ہوا۔ 1944ء میں وہ گریجوایٹ ہوا تو تمام ممکنہ اعزازات اس کو حاصل تھے۔ اس نے حساب میں 300 میں سے 300 نمبر حاصل کئے تھے۔ اور انگریزی آنرز میں 150 میں سے ایک 121۔ وہ یونیورسٹی بھر میں اول تھا اور اس نے بی اے کے سارے ریکارڈ توڑ دیئے تھے۔ 1946ء میں اس نے حساب میں ایم اے کیا اور 600 میں سے 573 نمبر حاصل کئے اور اول رہا۔

ستمبر 1946ء میں وہ پنجاب دیہی ویلفیئر فنڈ کے وظیفہ پر حساب پڑھنے کے لئے سینٹ جان کالج میں انڈر گریجوایٹ کے طور پر داخل ہوا۔ ہندوستان میں اس کا ریکارڈ شاندار تھا تو کیمبرج میں اس کا ریکارڈ حیران کن رہا۔ اس نے 1947ء کے حصہ اول اور 1948ء کے حصہ دوم میں اول پوزیشن حاصل کی اور پھر حساب چھوڑ کر فزکس کی طرف متوجہ ہوا۔ کیونکہ اس معیار پر پہنچ کر فزکس کے بغیر حساب سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس نے بے مثال کام کیا۔ یعنی فزکس کے حصہ اول اور حصہ دوم دونوں کا یکجا امتحان 1949ء میں یعنی ایک سال میں دیا اور اول رہا اور اپنے اساتذہ کو حیران کر دیا۔ پی ایچ ڈی کے لئے اس کے وظیفہ میں دو سال کی توسیع کی گئی حالانکہ تین سال کی توسیع ہونا چاہئے تھی۔ وہ پاکستان آیا۔ امۃ الحفیظ سے شادی کی اور کیمبرج واپس چلا گیا تا کہ نظریاتی طبیعات میں اپنا پی ایچ ڈی کا کام جاری رکھ سکے۔ 1951ء کا سال اس کے لئے اپنی محنت کی فصل کاٹنے کا سال تھا۔ اس نے اپنا پی ایچ ڈی کا مقالہ مکمل کر لیا۔ لیکن یونیورسٹی کے قواعد کے مطابق ضروری تھا کہ ہر امیدوار کم از کم تعلیمی میعادوں تک یونیورسٹی میں حاضر ہوتا رہا ہو۔ (اور سلام کا قیام تو کہیں کم تھا) اس لئے سلام کام مکمل کر لینے کے باوجود اپنی پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل نہ کر سکا۔ سلام کو سمتھ پرائز دیا گیا اور اسے کالج کا فیلو بھی منتخب کر لیا گیا۔ ساتھ ہی ساتھ اسے پرنسٹن یونیورسٹی کے انسٹیٹیوٹ آف ایڈوانس سٹڈیز کا فیلو بنایا گیا۔

اپنی ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے انتظار میں سلام لاہور واپس آ گیا اور گورنمنٹ کالج لاہور پنجاب یونیورسٹی میں حساب کا پروفیسر اور صدر شعبہ بنا دیا گیا۔ 1952ء میں سلام واپس کیمبرج گیا اور زبانی امتحان کے بعد پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

1945ء کے فزکس میں نوبیل انعام یافتہ پروفیسر ولف گانگ کی پالی، انڈین سائنس سوسائٹی کی دعوت پر بمبئی آئے۔ انہوں نے سلام کو تار دیا کہ اگر ممکن ہو تو وہ بمبئی جا کر ان سے ملے۔ سلام جو اپنے مضمون کے کسی اہم آدمی سے ملنے کے لئے خواہش رکھتا تھا فوراً بمبئی پہنچا۔ (اس زمانے میں ابھی ویزوں کا چکر نہیں تھا) واپس آتے ہی سلام کی جواب طلبی ہو گئی کہ وہ بغیر پیشگی اجازت کے بمبئی کیوں گیا تھا۔ سلام کو بہت صدمہ ہوا۔ وہ یورپ کے ماحول میں کام کرنے کا عادی تھا۔ جہاں آنے جانے کی پوری آزادی میسر تھی۔ اسے پاکستانی نوکر شاہی کا تجربہ نہیں تھا اور یہاں کام کرتے ہوئے اسے تین مہینے ہی تو ہوئے تھے۔

پرنسپل نے ایسی مین میخ نکالی کہ سلام کو شبہ ہونے لگا کہ کہیں اسے نوکری سے برخواست ہی نہ کر دیا جائے۔ اس موقع پر ڈی پی آئی پروفیسر ایس ایم شریف آڑے آئے اور سفر کے اس عرصہ کو رخصت بلا تنخواہ شمار کر لیا گیا۔

جب سلام سینٹ جان کالج کا فیلو منتخب ہوا تھا تو اس نے یہ شرط لگائی تھی کہ اسے لاہور میں پڑھانے کی اجازت دی جائے گی اور وہ صرف لمبی تعطیلات کے زمانہ میں سینٹ جان میں آیا کرے گا۔ سینٹ جان والے اسے لینے کے اتنے مشتاق تھے کہ انہوں نے اس کی یہ شرائط مان لی تھیں۔ اس سے سلام کی گورنمنٹ کالج سے محبت کا بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ اس کی خاطر سینٹ جان کالج کی فیلوشپ کو بھی تج دینے کو تیار تھا۔ اب اس کالج میں اس کی اہانت اور ناقدری کی جا رہی تھی۔ اب اسے اپنے مستقبل کی خاطر کسی اور طرف دیکھنے پر مجبور کیا جا رہا تھا۔

قسمت کی بات دیکھئے کہ اسی سال یعنی 1953ء کے وسط میں سینٹ جان کالج میں لیکچرر شپ کی جگہ خالی ہوئی۔ نکولس کیمر کو یونیورسٹی آف ایڈنبرا نے طبعی فلسفہ کی نایٹ پروفیسر شپ کی پیشکش کی۔ وہ سینٹ جان کالج میں سلام کے استاد رہ چکے تھے۔ اور ٹرینیٹی کالج کے فیلو تھے۔ اپنی جگہ پر کرنے کے لئے وہ سلام کو بلانا چاہتے تھے۔ انہیں اس بات کا اتنا خیال تھا کہ انہوں نے پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر میاں افضل حسین کو لکھا کہ وہ سلام کو ان کی جگہ آنے پر آمادہ کریں۔ وائس چانسلر میاں افضل حسین کیمبرج سے واپس آنے کے بعد کے زمانہ یعنی 1946ء سے ہی سلام کے مداح تھے۔ میاں صاحب نے سلام کی پیدائش سے بھی کہیں پہلے کرائسٹ کالج میں طبعی سائنس میں اول پوزیشن حاصل کی تھی۔ سلام میاں صاحب کا بہت مداح تھا۔ جب اس نے ان سے رہنمائی چاہی تو انہوں نے اسے کیمبرج جانے اور لیکچرر شپ قبول کرنے کا مشورہ دیا۔ سلام کو گورنمنٹ کالج اور پاکستان سے بے پناہ تعلق تھا۔ اس لئے وہ اپنی مادر علمی سے رابطہ منقطع کرنا نہیں چاہتا تھا۔ آخر ایس ایم شریف درمیان میں آئے اور ایسا حل پیش کیا جو سلام کے لئے قابل قبول تھا۔ انہیں سینٹ جان کالج میں غیر معینہ مدت کے لئے ڈیپوٹیشن پر بھیجا گیا اور انہیں اس دوران 18 روپے ماہانہ ڈیپوٹیشن الاونس دیا گیا۔ 1954ء کی پہلی جنوری کو سلام نے اپنی لیکچرر شپ کا چارج سنبھال لیا۔ اس طرح میرا ان سے روزانہ کا رابطہ ٹوٹ گیا مگر یہ انقطاع مستقل انقطاع نہیں تھا۔ سلام سینٹ جان کالج میں تین سال ٹھہرا اور یکم جنوری 1957ء کو امپیریل کالج آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی میں پروفیسر شپ پر فائز ہوا۔ اس وقت سلام کی عمر 31 سال تھی۔ اور وہ برٹش کامن ویلتھ کا سب سے کم عمر پروفیسر تھا۔ اس پروفیسر شپ سے سلام 1993ء میں عدم صحت کی بناء پر ریٹائر ہوا۔

گورنمنٹ کالج سے جانے سے لے کر وفات تک سلام نے حیرت انگیز ترقیات حاصل کیں۔ سینٹ جان کالج میں سلام نے بین الاقوامی معیار کے رسائل میں اپنے تحقیقاتی مضامین شائع کروائے۔ 1955ء میں اقوام متحدہ کے ایٹم برائے امن جنیوا کے ادارہ کے پہلے سائنٹیفک سیکرٹری کے طور پر ان کے مضامین نے بین الاقوامی شہرت حاصل کی۔ امپیریل کالج میں ان کی تدریس اور تحقیق نے دنیا بھر کے چنیدہ سائنسدانوں کی توجہ حاصل کی۔ 1961ء سے 1974ء تک وہ صدر پاکستان کے سائنسی مشیر رہے۔ 1964ء میں انہوں نے ٹریسٹے اٹلی انٹرنیشنل سنٹر فار تھیوریٹیکل فزکس قائم کیا اور 1964ء سے 1994ء تک اس کے ڈائریکٹر اور 1994ء سے 1996ء تک اس کے صدر رہے۔ وہ 1983ء سے 1996ء تک تھرڈ ورلڈ اکیڈمی آف سائنسز کے صدر رہے۔ انہیں 1979ء میں فزکس کا نوبیل پرائز ملا۔ 1957ء میں انہیں یہ انعام ملتے ملتے رہ گیا تھا۔ نوبیل پرائز ملنے کی اطلاع پاتے ہی انڈیا کی حکومت اور سائنسی اداروں نے انہیں اپنے ملک کا دورہ کرنے کی دعوت دی۔ حکومت پاکستان کو اس بات کا خیال تک نہ تھا تا آنکہ پاکستان کے ہائی کمشنر نے انہیں انڈیا کی دعوت کا بتایا تب جا کر پاکستان کی حکومت نے انہیں اپنے ملک کا دورہ کرنے کی دعوت دی۔ سلام نے انڈیا جانے سے پہلے پاکستان آنے کا فیصلہ کیا۔

دسمبر 1979ء میں جب وہ لاہور پشاور اسلام آباد پہنچے تو ان کی پذیرائی کے لئے صدر اور گورنرز کے ملٹری سیکرٹری جیسے کم مرتبہ لوگ بھیجے گئے۔ قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد کی کانووکیشن اس لئے یونیورسٹی میں منعقد نہ کی جا سکی کہ اسلامی جمعیت نے گڑبڑ کرنے کی دھمکی دی تھی۔ اس لئے اس کانووکیشن کا مقام

نیشنل اسمبلی ہال کو بنایا گیا۔ لاہور میں ان کا لیکچر جو نیو کیمپس میں ہونا تھا اس کے لئے یونیورسٹی سینٹ ہال میں منتقل کر دیا گیا کیونکہ ایک روز پہلے چند مخالف گروہوں نے مظاہرہ کیا تھا اور سلام کو قتل کرنے کی دھمکی دی تھی۔ پنجاب یونیورسٹی نے انہیں کوئی ڈگری دینے سے انکار کر دیا تھا۔ گورنمنٹ کالج نے انہیں اپنے ہاں مدعو تک نہ کیا۔

ایک سال بعد جب سلام انڈیا گئے تو پانچ یونیورسٹیوں نے انہیں ڈگریاں دیں۔ 1952ء کو گورونانک دیو یونیورسٹی نے انہیں کانووکیشن سے خطاب کرنے کی دعوت دی جہاں سلام نے ٹھیٹھ پنجابی میں خطاب کیا۔ سلام کی درخواست پر ان کے جھنگ اور لاہور کے چار اساتذہ کو امرتسر بلایا گیا۔ وزیر اعظم اندرا گاندھی نے انہیں اپنے گھر بلایا اور ان کے لئے اپنے ہاتھ سے کافی بنائی اور سارا وقت ان کے چرنوں میں بیٹھی رہیں۔ کہا کہ وہ عظیم مہمانوں کی اس طرح پذیرائی کیا کرتی ہیں۔ بعد میں جب سلام لاطینی امریکہ کے دورہ پر گئے تو برازیل سمیت ان ملکوں کے سربراہان ان کے استقبال کے لئے آتے رہے۔

1986ء میں یونیسکو کے سربراہ کی جگہ خالی ہوئی۔ اس عہدہ کے لئے نامزدگی متعلقہ اُمیدوار کے وطن کی حکومتیں کرتی تھیں۔ پوری توقع تھی کہ سلام منتخب ہو جائیں گے مگر حکومت پاکستان نے ریٹائرڈ لیفٹیننٹ جنرل یعقوب خان کو نامزد کر دیا۔ جنہیں صرف ایک ووٹ ملا۔ برطانیہ اور اٹلی دونوں ملکوں نے سلام سے کہا کہ اگر وہ ان کی شہریت قبول کر لیں تو وہ انہیں نامزد کرنے کو تیار ہیں۔ مگر سلام کو یہ گوارا نہ ہوا۔ مجلس انتخاب کی ایک فرانسیسی رکن کو جب حکومت پاکستان کے نامزد فرد کو ووٹ دینے کو کہا گیا تو اس نے جواب دیا کہ کوئی جرنیل میری لاش پر سے گزر کر ہی یونیسکو کی سربراہی کر سکتا ہے۔

سلام 21 نومبر 1996ء کو آکسفورڈ کے مقام پر اعزازات سے لدا پھندا اس دنیا سے رخصت ہوا۔ ان کے بھائی نے جو لاہور میں مقیم تھے حکومت پاکستان سے استفسار کیا کہ کیا حکومت سلام صاحب کے جنازہ کو سرکاری پروٹوکول دے گی؟ مگر کوئی جواب نہ ملا۔ 25 نومبر 1996ء کو دن کے گیارہ بجے انہیں ربوہ میں ان کی ماں کے قدموں میں دفن کر دیا گیا۔

(ہفت روزہ لاہور 12 جولائی 2008ء)

غزل

صاحبزادی امۃ القدوس

تھی جلن بے شک مگر تکلیف دہ چھالا نہ تھا
سوز ایسا نہ تھا جب تک آبلہ پھوٹا نہ تھا
اب تو خود مجھ سے مری اپنی شناسائی نہیں
آئینے میں میں نے یہ چہرہ کبھی دیکھا نہ تھا
وقت کے ہاتھوں نے یہ کیسی لکیریں ڈال دیں
ایسے ہو جائیں گے ایسا تو کبھی سوچا نہ تھا
موسم گل میں تھا جس ٹہنی پہ پھولوں کا حصار
جب خزاں آئی تو اس پہ ایک بھی پتا نہ تھا
پیار کے اک بول نے آنکھوں میں ساون بھر دیئے
اس طرح تو ٹوٹ کے بادل کبھی برسا نہ تھا
خامشی سے وقت کے دھارے پہ خود کو ڈال دوں
سامنے میرے کوئی اس کے سوا رستہ نہ تھا
کوئی مجھ کو نہ سمجھ پایا تو کیا شکوہ مگر
آپ سے تو میرے احساسات کا پردہ نہ تھا
درمیاں میں اجنبیت کی تھی اک دیوار سی
جب تلک میں نے اسے اس نے مجھے پرکھا نہ تھا
فکر دیں گے ہے تو گاہے اہل دنیا کا خیال
کون سا دن تھا کہ میری سوچ پہ پہرہ نہ تھا
مقتدر وہ تھے مگر نطق و قلم کی حد تلک
روح پہ میری کسی ذی روح کا قبضہ نہ تھا
چاند کو تکتے ہوئے گزریں کئی راتیں مگر
میرے ذہن و فکر میں تسکین تھی سودا نہ تھا
وقت نے کیسے چٹانوں میں دراڑیں ڈال دیں
رو دیا وہ بھی کہ جو پہلے کبھی رویا نہ تھا
جانے کیوں دل سے میرے اس کی کسک جاتی نہیں
بات گو چھوٹی سی تھی اور وار بھی گہرا نہ تھا
کس کی بدنامی کے چرچے ہو رہے ہیں شہر میں
میں نے جب دیکھا تھا اس کو تب تو وہ ایسا نہ تھا
چھوٹی چھوٹی رنجشیں اپنی جگہ پر شکر ہے
نفرتوں کی آگ میں کبھی سینہ جھلسا نہ تھا



عشق رسول کا سیاسی استعمال

چوہدری نعیم احمد باجوہ



معروف کالم نگار جاوید چوہدری، سابق بیوروکریٹ الطاف گوہر صاحب کی زبانی ایک واقعہ درج کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

''شاہ سعود کو بنگال کا دورہ کرنا تھا۔ ہم اس کے استقبال کے لئے بڑی تیاریاں کرر ہے تھے۔ دورے سے چند دن قبل سیلاب آ گیا۔ بنگال کے سیلاب سے جہاں وسیع پیمانے پر تباہی آئی وہاں عوام کے موڈ بھی تبدیل ہو گئے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے محلہ سرداراں کے لوگوں نے اعلان کر دیا ہم شاہ سعود کا استقبال نہیں کریں گے۔ یہاں لاکھوں آدمی مر گئے ہیں اور حکومت نمائشوں پر لاکھوں روپے ضائع کر رہی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ صورتحال خراب ہوگئی۔ فضل حق نے مجھے بلایا اور کہا کہ اب کیا ہوگا۔ میں نے کہا ظاہر ہے دورے کا پروگرام تو تبدیل نہیں ہوسکتا۔ شاہ سعود تو کراچی پہنچ چکے ہیں۔ انہوں نے کچھ دیر سوچا اور پھر مجھے حکم دیا تم محلہ سرداراں کے لوگوں کو کل سہ پہر تین بجے میرے گھر بلالو۔ میں نے محلہ سرداراں کے لوگوں کو دعوت دی۔ اگلے روز مقررہ وقت پر شیر بنگال کے گھر لوگوں کا مجمع لگ گیا۔ ہر شخص دورے کے خلاف رائے دے رہا تھا۔ کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ شیر بنگال دھوتی بنیان میں ملبوس کھاٹ پر بیٹھے تھے۔ جب شور نا قابل برداشت ہو گیا تو وہ اٹھے اور دھاڑیں مار مار کر رونا شروع کر دیا۔ یہ دیکھتے ہی سناٹا طاری ہو گیا، ہم سب ہکا بکا رہ گئے اب وہاں صرف شیر بنگال کی چیخیں تھیں۔ آنسو اور سسکیاں تھیں۔ اور ہم لوگوں کی حیرت تھی۔ جب سارا مجمع ان کی طرف ہو گیا تو پھر شیر بنگال بولے۔ ''بدبختو آج والی کعبہ میرے گھر آرہے ہیں۔ میرے پیارے رسول کی چوکھٹ کا دربان آرہا ہے اور میری بدقسمتی دیکھو فضل حق اس کا استقبال نہیں کر سکتا۔ لوگو! بتاؤ جب کل فضل حق بارگاہ ایزدی میں حاضر ہوگا تو اپنے رب کو کیا منہ دکھائے گا۔ لوگو! ہم سب جہنمی ہیں۔'' ان کے الفاظ میں ایسا درد تھا کہ پورے مجمع نے زارو قطار رونا شروع کر دیا اور پھر انہوں نے وہ زناٹے دار تقریر کی کہ خدا کی پناہ۔ مجھے ان کے وہ الفاظ تو یاد نہیں لیکن وہ نعرے میرے حافظے کی کتاب میں آج بھی درج ہیں جو بنگالیوں نے وہاں شاہ سعود کی شان میں لگائے۔ جب لوگ مطمئن ہو کر اپنے گھروں کو چلے گئے تو شیر بنگال میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور کہا کیوں حضرت؟ اور میرے پاس اس جادوگری کی تعریف کے لئے الفاظ نہیں تھے۔'' (گئے دنوں کے سورج صفحہ 16,15)

آپ اس واقعہ کے لفظ لفظ پر غور کر لیں۔ اور پاکستان کی آج کی صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے تجزیہ کر لیں۔ آپ کو یہ واقعہ آج کا لگے گا۔ بالکل نیا بالکل تازہ۔ آپ کو محسوس ہوگا جیسے آج بھی ہمارے ساتھ یہی ہو رہا ہے۔ آج بھی ہم کسی نہ کسی فضل حق کی سسکیاں اور دھاڑیں سن رہے ہیں۔، ہم کسی نہ کسی ''عاشق رسول'' کی داڑھی آنسو سے تر ہوتی دیکھ رہے ہیں۔ پاکستان بننے سے پہلے کے واقعات کو چھوڑ بھی دیں۔ لیکن پاکستان بننے کے بعد سے اب تک اس میں کب فرق آیا۔ آٹھ دہائیاں پہلے بھی پیارے رسول ﷺ کے نام سے قوم کو بلیک میل کیا گیا تھا۔ لاکھوں لاشوں کا غم بھلا دیا گیا۔ اجڑے گھروں کی یاد محو کر دی گئی۔ مسائل پس پشت چلے گئے۔ یہی کھیل آج بھی قوم کے ساتھ جاری ہے۔ ذاتی مقاصد کے لئے عوام کو جنونیت کے نعروں میں مبتلا کر کے صاحبان اقتدار خوش و خرم ہیں۔ یہ جوش جنوں ایسا ہے جسے ٹھنڈا ہونے نہیں دیتے۔ اس جادوگری کا مظاہرہ کر کے اپنے پروردوں سے یہی پوچھتے ہیں کیوں حضرت کیسا رہا؟۔

میں حیران ہوں کہ بہت ابتدا سے مذہبی وابستگی کو سیاستدانوں نے اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنا شروع کیا۔ اور آج تک بڑی کامیابی کے ساتھ یہ حربہ استعمال کرتے چلے جا رہے ہیں۔ عوام ہر بار اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔

جب بھی کسی کی کرپشن سے نظر ہٹانی ہو۔ رائے عامہ کو تقسیم کرنا ہو۔ عوام کے مسائل سے نظر بچانی ہو۔ مذہب سے متعلقہ کوئی نہ کوئی حوالہ سر بازار آ جاتا ہے ۔اور عوام اپنی لاشیں بھول کر، اپنی جان و مال کے نقصان بھول کر زور دار نعرے لگانا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ نعرے لگتے چلے جا رہے ہیں اور بلند سے بلند تر ہوتے جاتے ہیں۔ نعرے اتنے اونچے ہیں کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔ یہ اتنے بلند ہیں کہ مرنے والوں کی چیخیں اور بچ رہنے والوں کے درد اس میں دبتے جاتے ہیں۔ دین کی سربلندی انہی فلک شگاف نعروں کی بدولت ہوگی یہ باور کرا دیا گیا ہے۔ اچھی طرح یہ سمجھا دیا گیا ہے کہ انہی نعروں کی صدا محمد عربی ﷺ کے دین کو ''بچانے'' اور ''حفاظت'' کرنے والی ہے۔ یہ نعرے ہوں گے تو دین ''محفوظ'' رہے گا۔

نفرت کا تیز و تند سیلاب قوم کو بہاتا چلا جا رہا ہے۔ بھوک اور افلاس کے سیلاب میں عوام کی لاشیں تنکوں کی مانند بہتی چلی جا رہی ہیں۔ سیلاب جتنا تیز ہوتا ہے اسی کے موافق نعروں کی صدا اونچی کر دی جاتی ہے۔ دکھ جتنا بڑا اسی کے مطابق نعرے بھی اتنے ہی بڑے۔ سیلاب کی موجیں جتنی بلند اس کے عین مطابق نعروں کی گونج بھی بلند۔ ہر دور کے نعرے منفرد۔ ہر صاحب ضرورت کا بیانیہ نیا لیکن مقصد ایک، ضرورت ایک۔ ہر ضرورت کے مناسب حال نعرے ایجاد کئے جاتے ہیں۔ اور ہر تباہی میں یہ نعرے زخموں پر ''مرہم'' بنتے ہیں

آج پھر ایک بار ارض پاک اسلام بچاؤ نعروں کی زد میں ہے۔ اقوام عالم میں سب سے زیادہ عاشق رسول ﷺ ہم اپنے آپ کو خیال کرتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ دین کی سربلندی کا عظیم الشان کام صرف اور صرف ہمارے ہی سپرد ہے۔ تازہ ضرورت کے مطابق ''ختم نبوت'' کارڈ ایک بار پھر استعمال میں ہے۔ ہم بھول جاتے ہیں کہ ختم نبوت کا عظیم الشان خطاب صرف اور صرف سیدنا و مولانا حضرت محمد عربی ﷺ کو عطا ہوا ہے۔ اور جس خدا نے آپ ﷺ کو اس غیر معمولی خطاب سے نوازا ہے کیا وہ اس تاج کی حفاظت نہیں کر سکتا۔ آپ ﷺ ہی نبیوں کے سردار ہیں اور ہمیشہ کے لئے ہیں آپ ہی خاتم النبین ہیں اور رہیں گے۔ جس خدا نے آپ ﷺ کو اس مقام پر فائز فرمایا وہ آپ کی عزت و وقار، احترام میں کوئی کمی نہیں آنے دے گا۔ ایسا کبھی ہوا نہیں اور نہ آئندہ ہوگا۔

لیکن اپنی ضروریات کے لئے عوام کو جوش دلانے کے لئے ہتھکنڈے استعمال کرنے والے سارے ''عاشقان رسول ﷺ'' ہمارے سامنے ہیں۔ ان کی زوردار چیخیں ہیں اور موٹے موٹے آنسو ہیں جن سے لمبی لمبی داڑھیاں تر ہو رہی ہیں۔ آج پھر یہ اعلان ہے کہ قیامت کے روز ہم سرکار دو عالم ﷺ کو کیا منہ دکھائیں گے۔ آج پھر زناٹے دار تقریریں ہیں کہ ہم خدا کے حضور کس منہ سے حاضر ہوں گے۔ پھر عوام کے پرجوش نعرے ہیں۔ اتنے بلند کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔

اس ''وفورِ محبت'' میں جب لوگ اپنے مسائل بھول جاتے ہیں۔ اور مطمئن ہو کر اپنے گھروں کا چلے جاتے ہیں تو پھر کوئی ''فضل حق'' مسکرا کر اپنے مصاحبوں سے پوچھتا ہے۔ کیوں حضرت؟ اور ہمارے پاس اس ''جادوگری'' کی ''تعریف'' کے لئے الفاظ نہیں ہوتے ہیں۔

میں یہ کس کے نام لکھوں، جو الم گزر رہے ہیں
مرے شہر جل رہے ہیں، مرے لوگ مر رہے ہیں
کوئی غنچہ ہو کہ گل ہو، کوئی شاخ ہو کہ شجر ہو
وہ ہوائے گلستاں ہے کہ سبھی بکھر رہے ہیں
کبھی رحمتیں تھیں نازل اسی خطہ زمیں پر
وہی خطہ زمیں ہے کہ عذاب اتر رہے ہیں
کوئی اور تو نہیں ہے پس خنجر آزمائی
ہمیں قتل ہو رہے ہیں، ہمیں قتل کر رہے ہیں!





چند اسلامی کتب کے مصنّفین کا سوانحی خاکہ

رانا عبدالرزاق خان۔لندن

1۔علامہ طبریؒ

علامہ ابوجعفر محمد بن یزید الطبری (310۔224ھ) کا آبائی وطن طبریستان تھا۔ بارہ سال کی عمر میں طلب علم کے شوق سے گھر سے نکلے اور مختلف دیار، مصر، شام، عراق میں اپنے شوق کی پیاس بجھاتے رہے اور بالآخر بغداد کے ہوکر رہ گئے۔ آپ ایک بلند پایا تاریخ دان تھے۔ محدّث، مفسر، فقیہ اور مجتہد تھے۔ آپ کی تصانیف میں جامع البیان فی تفسیر القرآن، تاریخ الامم الملوک، کتاب القرءت، کتاب الاردو التنزیل، احکام۔، احکام شرائع الاسلام اور التبصر فی اصول الدین، اہل علم وفن میں سند مانی جاتی ہیں۔

2۔حضرت امام احمد بن حنبلؒ

حضرت امام احمد بن حنبل بن ہلال بن اسد بن ادریس بن عبداللہ حیان بن عبداللہ بن انس البغدادی ابوعبداللہ 780ء میں پیدا ہوئے اور 855ء میں آپ نے وفات پائی۔ آپ کا آبائی وطن بغداد تھا۔ وہیں آپ نے ابتدائی تعلیم حاصل کی اور بزرگوں سے حدیث سنی۔ پھر کوفہ، بصرہ مکہ مدینہ، یمن، شام اور جزیرہ کا سفر اختیا کیا۔ آپ حدیث اور فقہ میں بڑا مقام رکھتے تھے اور حنبلی مسلک کے امام تھے۔ آپ کی مشہور تصانیف المسند احمد بن جنبل، کتاب الزھد، المعرفة والتعلیل والجرح ولتعدیل ہیں۔

3۔امام محمد بن علی ترمذیؒ

امام بن علی بن بشیر الحکیم ابوعبداللہ تیسری صدی ہجری کے آغاز میں پیدا ہوئے۔ اپنے آبائی وطن ترمذ کی مناسبت سے آپ کو ترمذی کہا گیا ہے۔ حدیث کے لئے آپ نے عراض خراسان کا سفر کیا۔ پھر نیشاپور گئے۔ آپ حافظ، صوفی اور محدث تھے فقہی ترتیب پر مشتمل جامع ترمذی جو صحاح ستہ میں شامل ہے، کے علاوہ آپ کی مشہور تصانیف ریاضة النفس، نوادرالاصول فی معرفة الاخبار الرسول اللہ ﷺ، علل العبودیة، کتاب ختم الاولیاء ہیں

4۔امام ابوداؤد سجستانیؒ

آپ کا نام سلیمان ہے۔ ابوداؤد آپ کی کنیت ہے اور نسب نامہ سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو بن عمران الازاری سجستانی ہے۔ آپ 202 ہجری میں پیدا ہوئے اور 16 شوال 275 ہجری کو بصرہ میں فوت ہوئے اور وہیں دفن ہوئے۔ آپ کا آبائی وطن سجستان ہے۔ حدیث کے لئے بغداد، نیشاپور اور اسفہان کا سفر اختیار کیا۔ حدیث میں مقتدیٰ مانے گئے۔ فقہ واجتہاد میں ایک امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ بعض علماء نے آپ کو فقہ واجتہاد میں امام بخاری کے بعد دوسرا درجہ دیا ہے۔ آپ کے شیوخ کی تعداد تین صد کے قریب ہے۔ آپ کی مشہور تصانیف سنن ابی داؤد جو صحاح ستہ میں بھی شامل ہے، کے علاوہ کتاب الناسخ ولمنسوخ، کتاب المسائل، مسند مالک، کتاب المصابیح والمصاحف، کتاب التفسیر زیادہ مشہور ہیں تاہم آپ کی تصانیف کی مجموعی تعداد تقریباً 22 ہے۔

۵۔امام مسلم بن الحجاجؒ

علامہ ابوالحسین بن مسلم القشیری بن دردین 206 ھجری میں پیدا ہوئے اور 24 رجب 261 ھجری کو وفات پائی۔ خراسان کا مشہور شہر نیشاپور آپ کا وطن تھا۔ ابتدائی تعلیم نیشاپور میں حاصل کی۔ تحصیل علم کے لئے حجاز، شام، مصر یمن، بغداد کا سفر اختیار کیا۔ محدثین کرام سے احادیث کو حاصل کیا۔ امام مسلم نے جمع حدیث کے ضمن میں جس صحت کا اہتمام کیا اس کے سبب امام مسلمؒ کو علم حدیث میں امام مانا جاتا ہے۔ آپ کی تصانیف صحیح مسلم شریف کے علاوہ کتاب مسند کبیر، کتاب الاسماء والکنی، کتاب العلل، کتاب اوہام المحدثین اور کتاب الطبقات وغیرہ ہیں۔

٦۔امام ابن ماجہؒ

علامہ ابوعبداللہ محمد بن یزید بن عبداللہ ابن ماجہ الربعی قزوینی 824ء میں

ایران کے صوبہ آذربائیجان کے مشہور شہر قزوین میں پیدا ہوئے اور 886ء میں آپ نے وفات پائی۔حدیث نبوی کے لئے آپ نے خراسان،عراق،حجاز مصروشام کے لئے سفر کیا۔اس کے علاوہ کوفہ ،بغداد،ہمدان اور نیشاپور وغیرہ بھی گئے۔آپ کے اساتذہ اور مشائخ کی تعداد 300 سے زائد تھی۔امام ماجہ کی امامت،جلالت شان کے آئمہ تک معترف تھے۔علاوہ ذہبی،حافظ ابن کثیر اور حافظ ابن حجرؒ نے آپ کی بہت تعریف کی ہے۔آپ نے تفسیر،حدیث اور تاریخ پر متعدد کتب تصنیف فرمائیں۔جن میں سے التفسیر،سنن ابن ماجہ اور التاریخ زیادہ مشہور تصانیف وغیرہ ہیں۔

7۔علامہ محمد بن سعد البصری ؒ

آپ کا نام محمد بن سعد بن منیع البصری الدہری المکی بابی عبد اللہ ہے۔آپ 168ہجری میں بصرہ میں پیدا ہوئے۔اور 230ہجری میں بغداد میں وفات پائی۔دینی تعلیم کی خاطر آپ نے بغداد،مدینہ المنورہ اور کوفہ کی طرف بھی سفر کئے۔اس دوران بڑے بڑے شیوخ سے علم حاصل کیا۔آپ اپنے زمانے کے حدیث کے بڑے بڑے عالموں میں سے تھے۔آپ محدث اور حافظ تھے۔آپ کی مشہور کتاب الطبقات الکبیر ہے۔

۸۔علامہ ابوالحسن علی بن عمرؒ

علامہ ابوالحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود بن نعمان بن دینار عبد اللہ 306ہجری میں پیدا ہوئے۔اور 385ہجری میں آپ نے وفات پائی ۔آپ کا آبائی وطن بغداد تھا اور محلہ قطن میں پیدا ہوئے۔زمانے کے مشاہیر محدثین سے حدیث کا علم حاصل کیا۔اس سلسلہ میں بصرہ،کوفہ،شام اور مصر پہنچے۔ادبیات،قرأت وغیرہ میں تعلیم حاصل کی۔آپ کو امیر المومنین فی الحدیث کا لقب دیا گیا۔آپ کی مشہور تصانیف کتاب المسن الدارالقطنی ،کتاب علل الحدیث،الالزامات علی الصحیحین،الاستدراکات والتتبع اور کتاب الاربعین ہیں۔

9۔امام الراغب الاصفہانیؒ

علامہ ابوالقاسم الحسین محمد بن المفضل المعروف بن امام الراغب الاصفہانی پانچویں صدی ہجری کے مشہور عالم اہل لغت ہیں۔بعض لوگ انہیں معتزلی کہتے ہیں جبکہ امام رازی نے انہیں اہل سند اور صحیح العقیدہ قرار دیا ہے۔آپ ایک مستند اہل زبان ادیب اور مفسر تھے۔آپ کی تصنیف لطیف مفردات الاٗلفاظ القرآن شہرہ آفاق ہے۔علاوہ ازیں آپ نے لغت وادب کے حوالہ سے بعض اور ثقہ کتب بھی تصنیف فرمائی ہیں۔

10.علامہ ابوالقاسم محمود بن عمرؒ

مشہور ایرانی الاصل عالم ابوالقاسم محمود بن عمر 467ہجری میں اپنے آبائی وطن خوارزم میں پیدا ہوئے۔اور 538ہجری میں وفات پاگئے۔آپ لڑکپن میں ہی طلب علم کے شوق میں گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔علم کلام میں آپ نے معتزلہ خیالات کی پیروی کی ۔اورمندرجہ ذیل ضخیم کتب تصنیف کیں۔مختصر الموافقۃ بین اہل البیت والصحابہ،خصائص العشر ۃ الکرام البررفہ۔

11۔علامہ ابوالحسن علی ابن احمد الواحدی نیشاپوریؒ

شیخ الاسلام ابوالحسن علی ابن احمد الواحدی نیشاپوری الشافعی۔آپ نے نیشاپور میں 468ہجری میں وفات پائی ۔آپ نے مدینہ اور کوفہ میں تعلیم حاصل کی ۔واحدی ثعلبی جوکہ صاحب التفسیر ہیں ان کے شاگرد ہیں۔ان سے تفسیر کا علم حاصل کیا۔آپ مفسر نحو اور لغت کے ماہر تھے ۔آپ کی مشہور تصانیف اسباب النزول ،التعبیر فی شرح اسماء اللہ تعالیٰ الحسنیٰ ،دیوان ابی الطیب المتنبی ہیں

12۔علامہ فخر الدین رازیؒ

علامہ فخر الدین الرازی ابوعبد اللہ محمد بن عمر بن حسین القرشی الطبر ستانی 543ہجری میں ایران کے مشہور شہر رے میں پیدا ہوئے۔اور 606ہجری میں عید کے دن آپ نے وفات پائی۔ابتدائی تعلیم اپنے والد ضیاء الدین ابو القاسم سے جو علم الکلام کے ماہر تھے ۔۔سے حاصل کی ۔ثمرقند،ہندوستان اور دیگر مقامات میں پناہ گزیں ہوگئے۔اسلام کے مشہور ترین علمائے دین،مفسرین قرآن میں ایک بلند پایہ مفسر،نادر الوجود عالم تھے۔عالموں کے لئے سرچشمہ تھے۔آپ کی مشہور تصانیف التفسیر الکبیر،تفسیر الفاتحہ،التفسیر الصغیر ،نھایۃ العقول،المعالم فی اصول الفقۃ الاربعین،المعالم فی اصول الدین وغیرہ ہیں۔آپ کی تصانیف کی تعداد تقریباً 66 ہے۔

13۔علامہ علی بن محمدؒ

علامہ علی بن محمد بن عبد الکریم بن عبد الواحد المعروف با بن الاثیر الجزری 1160ء میں پیدا ہوئے اور 1233ء میں آپ نے وفات پائی۔آپ کی کنیت ابوالحسن ہے ابن خلکان نے آپ کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ تحصیل علم کے لئے بغداد گئے وہاں سماعت کی پھر شام اور القدس سے ہوتے ہوئے موصل پہنچ گئے جہاں آپ نے علم حدیث میں مہارت حاصل کی۔آپ مؤرخ ،محدث حافظ اور ادیب تھے۔آپ کی مشہور تصانیف اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ، الکامل فی التاریخ، الجامع الکبیر فی علم البیان اور کتاب الجہاد شامل ہیں۔

14۔علامہ محی الدین ابن عربیؒ

حضرت محمد بن علی بن محمد بن احمد بن عبداللہ الطائی الحاتمی المعروف بہ الشیخ الا کبر ابن عربی محی الدین (1165ء)560ہجری میں بمقام اندلس پیدا ہوئے ۔اور 638ہجری/ 1240ء میں وفات پائی ۔30 سال حصول علم میں سرگرداں رہے۔ اشبیلیہ منتقل ہونے کے بعد آپ نے مصر ،حجاز ،بغداد اور بلاد روم کا سفر اختیار کیا۔لوگ آپ کو کامل ولی ،قطب زمان اور علم باطنی میں سند رکھنے والے مانتے تھے۔فتوحات مکیّہ میں مختلف مذاہب اور مسلک پر بحث کی گئی ہے۔ یہ فصوص الحکم تصوّف اور فلسفے کے مسائل اور الہامات پر ایک مستند کتاب ہے۔آپ کی ڈیڑھ سو سے زیادہ تصانیف ہیں۔

۱۵۔علامہ محمد بن یوسف الاندلسیؒ

علاوہ محمد بن یوسف بن علی بن یوسف بن حیان الغرناطی الجیانی۔الاندلسی 1256ء غرناطہ میں پیدا ہوئے۔اور 1344ء میں وفات پائی۔آپ نے قرأت،عربی،حدیث اور تفاسیر کے متعلق تعلیم اپنے زمانہ کے بلند پایہ علماء سے پائی تھی۔ان کے متعلق ذکر ملتا ہے کہ 450 شیوخ سے انہوں نے حدیث کا علم سیکھا۔آپ بلند پایہ ادیب،مفسر،محدث اور مؤرخ تھے۔علم نحو اور لغت میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا۔آپ کی مشہور تصانیف البحر المحیط فی تفسیر القرآن ، الاعلام بارکان اسلام الفوائد و تکمیل المقاصد فی النحو وغیرہ ہیں

16۔علامہ احمد بن عبد الحلیمؒ

آپ کا نام احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام بن عبداللہ بن الخضر بن محمد بن علی بن عبداللہ بن تیمیہ الحرانی ثم ،اا لدمشقی ، الحنبلی شیخ الاسلام تقی الدین ابو العباس تھا۔اور ابن تیمیہ کے لقب سے مشہور تھے۔آپ 661ہجری میں حران کے مقام پر پیدا ہوئے اپنے گھر والوں کے ساتھ دمشق کی طرف سفر کیا۔ آپ نے 728ہجری میں وفات پائی۔آپ نے دمشق اور مصر میں تعلیم حاصل کی۔قاہرہ کے قلعہ میں قید کئے گئے۔اسی طرح اسکندریہ اور دمشق میں دو دفعہ قید کئے گئے۔آپ محدث،حافظ،مفسر،فقیہ مجتہد مانے جاتے ہیں۔آپ کی چند مشہور تصانیف میں سے مجموعۃ فتاویٰ،السیاسۃ الشرعیۃ فی اصلاح الراعی والرعیہ ،بیان الجواب ،الصحیح عن بدل دین المسیح ،منہاج السنۃ النبویۃ،الرسالۃ العرشیۃ وغیرہ ہیں۔

17۔علامہ علاء الدین علی المتقی الہندیؒ

علامہ علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین الہندی 1480ء میں بمقام دکن (ہندوستان)میں پیدا ہوئے اور 1567ء میں وفات پائی۔مدینہ منورہ میں تحصیل علم کے لئے مقیم رہے۔پھر ایک طویل عرصہ مکہ مکرمہ میں قیام کیا۔ جہاں سے حدیث کی تعلیم حاصل کی۔آپ فقیہ،محدث،واعظ، پرہیز گار،متقی عالم دین مشہور تھے۔آپ کی مشہور تصانیف کنز المال،ارشاد العرفان وعبارۃ الایمان البرمان الجلی فی معرفۃ الولی،الرقالمرقوم فی غایات العلوم ہیں۔

18۔علامہ اسماعیل حقی الاستنبولیؒ

علامہ اسماعیل حقی بن مصطفی الاستنبولی،البروسوی ابوالفدا ء1063ہجری میں ایدوس میں پیدا ہوئے۔اور 1137ہجری میں وفات پائی۔شیخ فضل اللہ عثمان کی تعلیم وتربیت سے مستفیض ہونے کا موقع ملا۔انہی سے علم کے اعلیٰ مدارج اور طریقہ تصوف کی منازل طے کیں۔آپ کی مشہور تصانیف روح البیان فی التفسیر القرآن،کتاب التوحید،کتاب النجاۃ،شرح لاربعین فی الحدیث ہیں۔آپ نے ایک سو سے زائد کتابیں تصنیف کیں۔

19۔حضرت شاہ ولی اللہؒ

حضرت عظیم الدین شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ابن عبد الرحیم شاہ 1703ء میں ضلع مظفر نگر ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم گھر میں ہی حاصل کی۔ سات سال کی عمر میں قرآن حفظ کیا۔تفسیر،حدیث،فقہ اور تصوف کا علم حاصل

کیا۔آپ کا تعلق سلسلہ نقشبندیہ سے تھا۔آپ عظیم محدث، جیّد عالم، فقیہ، مجتہد اور عربی زبان کے ماہر تھے۔آپ کی مشہور تصانیف فتح القرآن، الفوز الکبیر، حجۃ البالغۃ اور تفہیمات الھیہ وغیرہ ہیں۔

20۔علامہ سید محمود آفندیؒ

آپ کا نام سید محمود آفندی، کنیت ابو انشاء لقب شہاب الدین ہے۔آپ 1217 ہجری میں بغداد کے محلہ کرخ میں پیدا ہوئے۔اپنے والد ماجد سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔اکابر علماء سے فیض حاصل کیا۔13 سال کی عمر میں تدریس و تالیف میں لگ گئے۔آپ اپنے زمانہ کے معقولات کے مستند اور جامع عالم اور عدیم المثال محدث، مفسر تھے۔آپ کی مشہور تصانیف روح المعانی فی تفسیر القرآن، شرح السلم فی المنطق وغیرہ ہیں۔

21۔نواب صدیق حسن خانؒ

آپ 1248 ہجری میں پیدا ہوئے۔آپ کا آبائی وطن بریلی یو۔پی ہند ہے۔ابتدائی تعلیم اپنے محلہ میں ہی حاصل کی۔فرخ آباد گئے۔آپ کی مساعی کی وجہ سے برصغیر میں علوم دینیہ کا احیاء ہوا اور مذہبی حلقوں میں جمود ٹوٹ کر علمی تحقیق کا شوق پیدا ہوا۔علوم کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس پر آپ کی کوئی معمولی تصنیف نہ ہو۔

22۔علامہ محمد قاسم نانوتویؒ

آپ 1248ء ہجری میں پیدا ہوئے۔اور 1297ء آپ نے وفات پائی۔آپ کا آبائی وطن نانوتہ ضلع سہارنپور پردیش بھارت تھا۔اپنے وطن کے مکتب میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔اس کے بعد مختلف بزرگوں سے عربی اور فارسی کی کتب پڑھیں۔صدق، دیانت، تقویٰ و دینداری اُمت محمدیہ سے ہمدردی، خیر خواہی اور راہِ حق میں سرفروشی وجانبازی کی روشن مثالیں قائم کیں۔آپ کی مشہور تصانیف حسا شیہ صحیح بخاری، تحذیر الناس، آب حیات، انتصار الاسلام، تصفیۃ العقائد، حجۃ الاسلام، مباحثہ شاہ جہاں وغیرہ ہیں۔آپ نے ہندوستان کے عظیم دینی مدرسہ دارالعلوم دیوبندی کی بنیاد رکھی۔

23۔علامہ عبدالحئی بن عبدالحلیمؒ

علامہ عبدالحئی بن محمد امین بن محمد اکبر بن مفتی احمد 26 ذیعقدہ 1264ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔اور 1304 ہجری میں آپ نے وفات پائی۔آپ کا آبائی وطن باندہ ہندوستان ہے۔دس برس کی عمر میں آپ نے قرآن کریم حفظ کیا۔تمام علوم وفنون اپنے والد مولوی عبدالحلیم سے سیکھے۔آپ طلیق اللسان، کریم النفس اور فصیح البیان اور متبع سنت تھے۔آپ نے صرف ونحو، علم مناظرہ، منطق، علم الکلام، طب، تاریخ، فقہ، علم الحدیث کے بارہ کئی تصانیف لکھیں۔آپ کی مشہور تصانیف الفوائد البھیۃ، اثر ابن عباس فی دافع الوساوس ظفر الایمانی الحدیۃ المختاریۃ النادیہ ہیں۔

24۔علامہ سید قطب شہیدؒ

علامہ سید قطب شہید کا اصل نام سید تھا۔جبکہ قطب آپ کا خاندانی نام ہے۔آپ کا سن پیدائش 1906ء تھا۔1966ء میں آپ کو قتل کر دیا گیا تھا۔آپ حافظ قرآن تھے ابتدائی تعلیم اپنے مقامی مدرسہ سے حاصل کی اور اعلیٰ ڈگری قاہرہ کی یونیورسٹی سے لی۔امریکہ میں بھی رہ کر تحصیل علم کیا۔آپ اخوان المسلمین کی تحریک آزادی کے علمبردار تھے۔عربی زبان کے بلند پائیہ انشاپرداز ،آپ کی کتب میں القصص الادینیۃ ،اشوک طفل ،من القریۃ اورالمدینۃ المسحورۃ، مشاھدہ القیامۃ فی القرآن العدلاۃ الاجتماعیۃ فی الاسلام فی ظلال القرآن، دراسات الاسلامیۃ مشہور ہیں۔

۲۵۔علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد الاندلسی

علامہ ابوعبد اللہ محمد بن ابی بکر بن فرح الانصاری القرطبی نے 671ہجری میں وفات پائی۔آپ کا شمار مفسرین العارفین، الوارثین اورالزاھدین فی الدنیا میں ہوتا ہے۔آپ کی مشہور تصانیف دس جلدوں پر مشتمل الجامع الاحکام القرآن، الاسنی فی شرح اسماء اللہ الحسنی، التذکار فی افضل الاذکار، التذکرہ باموراآلآخرہ ہیں۔

۲۶۔علامہ ابن قیم جوزیہؒ

علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن بکر بن ایوب سعد زرعی دمشقی المعروف ابن قیم جوزیہ بمقام دمشق 691ہجری میں پیدا ہوئے۔اور 751ہجری میں انکی وفات ہوئی۔آپ کے والد دمشق کے المدرسہ الجوزیہ کے قیم ومہتمم تھے۔اس لئے انہیں ابن قیم جوزئی کہا جانے لگا۔آپ بلند پایہ مفسر قرآن، علم نحو کے امام، فن کلام کے استاد اور اپنے وقت کے بہت بڑے مجتہد اور متکلم تھے اور اپنی

اس قابلیت کے پیش نظر ابن تیمیہ کے صحیح جانشین سمجھے جاتے تھے۔آپ کے علمی کارناموں میں اعلام الموقعین من رب العالمین کتاب بدائع الغائد، کتاب الصرات المستقیم، اجتماع الجیوش الاسلامیہ، مدارج السالکین، زادالمعاد، مفتاح دارالسعادۃ، الوابل الصیب فی الکلم الطیب سرفہرست ہیں۔ابن العماد نے اپنی کتاب شذرات الذہب میں علامہ موصوف کی 45 کتب کی فہرست دی ہے۔

27۔علامہ مسعود بن عمر بن عبداللہ التفتازانیؒ

علامہ مسعود بن عمر بن عبداللہ التفتازانی المعروف بہ سعدالدین 712ہجری بمطابق 1312ء میں پیدا ہوئے اور 791ہجری بمطابق 1389ء میں وفات پائی ۔آپ نساء کے ایک نواحی گاؤں تفتازان کے رہنے والے تھے۔آپ عربی گرائمر الصرف والنحوز نیز علم العانی البیانکے عالم بے بدل تھے۔فقہ ومنطق میں بھی یدطولیٰ رکھتے تھے۔

۲۸۔امام محمد بن عبداللہ التبریزیؒ

علامہ ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی العمری آپ کا نام تھا۔آپ کی پیدائش کا کچھ پتہ نہیں کہ کب ہوئی تھی،صرف یہ ذکر ملتا ہے کہ آپ نے 737ہجری میں مشہور عالم کتاب مشکوۃ المصابیح تالیف فرمائی۔آپ بہت بڑے عالمِ حدیث تھے اور آپ کی مشہور کتاب مشکوۃ الصابیح ہے۔علاوہ ازیں آپ نے مشہور کتاب مصابیح السنۃ کی شرح بھی لکھی۔

۲۹۔علامہ عبدالکریم بن ابراہیم القادریؒ

علامہ عبدالکریم بن ابراہیم بن عبدالکریم الجبلی القادری المعروف بہ قطب الدین 768ہجری میں پیدا ہوئے اور 811ہجری میں آپ کی وفات ہوئی۔آپ بغداد کے رہنے والے بتائے جاتے ہیں آپ طریقہ قادریہ کے پیروکار تھے۔آپ کے خیالات شیخ الکبیر علامہ محی الدین ابن عربی کی تعلیمات کے مطابق تھے۔انسان کامل فی معرفۃ الاواخر والاوائل،الاسفارعن رسالۃ الانوار النوادر العینیۃ فی بوادر الغیبیہ الکھف والرقیم، الکاشف عن اسرار بسم اللہ الرحمن الرحیم آپ کے علمی شاہکار ہیں۔

30۔امام عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطیؒ

علامہ عبدالرحمن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان بن محمد بن خضر بن ایوب من محمد بن عمام الدین المصری الشافی جلال الدین (ابوالفقل) سیوطی 1445ء میں قاہرہ میں پیدا ہوئے اور 1505ء میں فوت ہوئے۔آپ کے آباؤ اجداد مصر کے شہر سیوط میں آ کر آباد ہوئے۔اسی وجہ سے سیوطی مشہور ہوئے۔آپ کے والد فقہ کے بہت بڑے عالم اور مدرس تھے۔آپ نے بھی علوم نقلیہ وعقلیہ میں مہارت حاصل کی اور اپنے باپ کی جگہ مدرس بن گئے ۔آپ علوم شریعت قرآن تفسیر،حدیث،فقہ، ادب، لُغت اور تاریخ و تصوف میں ماہر تھے۔آپ کی مشہور تصانیف ترجمان قرآن فی التفسیر المسند القرآن،تفسیر الدّ ار امنثور،الاتقان فی علوم القرآن الجامع الصغیر فی الحدیث ہیں۔آپ کی تصانیف کی تعداد 500 سے زائد ہے۔

31۔مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ



جواب دیں

عبدالکریم قدسیؔ

بلاوجہ ہی آپ ہم کو گالیاں جناب دیں جواب دیں
جواب میں جو مسکرا کے پھر بھی ہم گلاب دیں جواب دیں
حساب ہم سے مانگتے ہوئے صدی گزر گئی کمال ہے
اب وقت آ گیا ہے آپ وقت کو حساب دیں جواب دیں
حقیقتوں کے دودھ کو حرام کر دیا مگر جناب کیوں
یہ قوم کو منافقت کی ، جھوٹ کی شراب دیں جواب دیں
ہمارے ہاتھ پاؤں باندھ کے بھی خوف کا بخار ہے ابھی
ہے آفتاب سر پر،کیوں دلیلِ آفتاب دیں جواب دیں
تعصّبات کے رٹے رٹائے قصّے ہو گئے پرانے اب
تمہیں نہ کیوں حقیقتوں کا اِک نیا نصاب دیں جواب دیں
اگر رمق حمیت اور حوصلے کی ہے تو پھر ابھی تمہیں
قلم اور کاغذات دیں، دوات دیں، کتاب دیں جواب دیں
دلیل کا دیا جلا کے بات پہلے تم کرو یا ہم کریں
چلو پھر آج کیوں نہ تم کو حقِ انتخاب دیں جواب دیں



ابوالوفاء مولانا ثناء اللہ امرتسری 1287ء میں پنجاب کے شہر امرتسر میں پیدا ہوئے۔اور 1368ء میں وفات پائی۔آپ آبائی کا وطن کشمیر تھا۔آپ کا شمار ہندوستان کے بڑے بڑے علماء اور مناظر میں ہوتا تھا۔آپ اہل حدیث سے تعلق رکھتے تھے۔آپ کی تصانیف تفسیر القرآن بکلام الرحمن تفسیر ثنائی مشہور ہیں۔آپ جماعت احمدیہ کے اشد ترین مخالفین میں سے تھے۔

32۔حضرت امام بخاریؒ

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا پورا نام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری تھا۔آپ 810ء میں بخارہ (وسط ایشیا) میں پیدا ہوئے۔آپ نے بچپن ہی سے حدیث زبانی یاد کرنی شروع کردی تھیں۔آپ نے حدیث کو اکٹھا کرنے کے لئے سفر کا آغاز صرف 16 سال کی عمر میں حج بیت اللہ سے کیا اور آپ اس غرض سے مختلف اسلامی ممالک میں گئے۔آپ نے روایات کا سخت تنقیدی نظر سے جائزہ لیکر مستند احادیث پر مشتمل ایک جامع کتاب مرتب کی جو الصحیح البخاری کے نام سے معروف ہے اور اسے علماء نے قرآن کریم کے بعد صحیح ترین کتاب قرار دیا ہے۔امام بخاری کا شمار جید علمائے حدیث میں ہوتا ہے۔ایک اختلاف کی بناء پر آپ کو جلاوطن کرکے سمرقند کے نزدیکی مقام Kartank میں رہنے پر مجبور کردیا گیا۔آپ کی وفات 870ء ہوئی۔آپ متعدد کتب کے مصنف ہیں جن میں التاریخ الکبیر جیسی ضخیم تصنیف بھی ہے۔

33۔۔علامہ ابن کثیرؒ

آپ کا نام اسمعیل ،کنیت ابولفدا اور لقب عماد الدین ابن کثیر ،جبکہ ابن کثیر آپ کا عرف ہے۔آپ 701 ہجری میں پیدا ہوئے۔اور 774 ہجری میں آپ نے وفات پائی۔آپ کا آبائی گاؤں مجدل ملک شام میں ہے۔بڑے بھائی سے فقہ اور شیخ برہان الدین اور شیخ کمال الدین سے فن حدیث کی تکمیل کی۔علم حدیث کے علاوہ فقہ ،تفسیر ،اور تاریخ میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا۔چنانچہ بڑے بڑے علما نے آپ کی خدمت میں خراج تحسین پیش کیا۔آپ کی مشہور تصانیف تفسیر القران الکریم ،البدایہ ،النہایہ ،طبقات الشافعیہ ،الاجتہاد فی طلب الجہاد ،رسالہ فی الفضائل القرآن اور کتاب المقدمات ہیں۔

(ماخوذ از کتاب قندیل صداقت مرتبہ جماعت جرمنی)



غزل

چوہدری محمد علی مضطرؔ

دیدہ نمناک کا تازہ شما رہ دیکھنا
قسمت کا سر مڑ گاں ستارہ دیکھنا

خود بخود پاوں کھنچے جاتے ہیں سولی کی طرف
اس بلندی سے ہمیں کس نے پکارا دیکھنا

عین ممکن ہے انہیں میں ہو نیا چہرہ کوئی
بار ہا دیکھے ہوئے چہرے دوبارہ دیکھنا

دن دہاڑے پی لیا دریا کا پانی ریت نے
آ ملے گا اب کنارے سے کنارہ دیکھنا

عقل اگر ٹکرا گئی نا حق دل نادان سے
تم کھڑے ہو کر کنارے پر نظارہ دیکھنا

حلقہ کوئے ملامت میں شمولیت کے بعد
کیا منافع دیکھنا اور کیا خسارہ دیکھنا

رات دن دیتے رہو دستک در فریاد پر
زہر فرقت کا نہ ہو جائے گوارا دیکھنا

منتظر مت رہنا بزم ناز میں فرمان کا
آنکھ کا ارشاد ابرو کا اشارہ دیکھنا

میں غلام ابن غلام ابن غلام
میری جانب بھی کبھی مڑ کر خدارا دیکھنا

گم نہ ہو جاوکہیں آواز کے آشوب میں
لفظ کے غم کا نہ مضطر گوشوارا دیکھنا



ایم ٹی اے۔ ٹیلی ویژن احمدیہ انٹرنیشنل



چوہدری صفدر نذیر جاوید گولیکی

تیسری بڑی اللہ تعالی کی طرف سے جو مدد حضرت مسیح موعوؑد کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچانے کے لیے مقدر تھی اس کے عظیم الشان نظارے ہم آج دیکھ رہے ہیں اور یہی ایک آج ذریعہ ہے جو لوائے احمدیت کو لہراتا ہوا دیکھا رہا ہے حسن اتفاق یا مقدر ایم ٹی اے سے مرزا طاہر احمد کا نام بھی بنتا ہے جن کی خلافت کے دور میں یہ عظیم الشان ترقیات کا دور شروع ہوا

قرآن کریم اور احادیث نبویہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت مسیح موعود اور امام مہدیؑ کی بعثت کا مقصد امت کی اصلاح اور اسلام کو تمام ادیان باطلہ پر غالب کرنا ہے۔ اس عظیم مقصد کے حصول کے لئے ضروری تھا کہ اس کے زمانہ میں رسل ورسائل اور پیغام رسانی کے ایسے وسائل میسر ہوں جن کے ذریعہ تیزی کے ساتھ ساری دنیا میں پیغام رسانی کا فریضہ سرانجام دیا جا سکے۔ چنانچہ قرآن کریم، بائبل اور احادیث نبویہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آخری زمانہ میں آنے والے امام مہدیؑ کے زمانہ میں پیغام رسانی کے جدید ذرائع میسر ہوں گے اور امام مہدیؑ کا پیغام پہنچانے کے لئے ان ذرائع سے استفادہ بھی کیا جائے گا۔

انجیل کی پیشگوئیاں

حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے اپنی بعثت ثانیہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

’’بادشاہی کی اس خوشخبری کی منادی تمام دنیا میں سنائی جائے گی تا کہ سب قوموں کے لئے گواہی ہو۔ تب انجام ہوگا‘‘۔

(متی۔ باب ۲4۔ آیت 14)

مزید لکھا ہے:۔

’’جیسے بجلی مشرق سے چمک کر مغرب تک دکھائی دیتی ہے ویسے ہی ابن آدم کی آمد ہوگی‘‘۔

(متی۔ باب ۲4۔ آیت ۲7)

پھر فرمایا:۔

’’ابن آدم کا نشان آسمان پر دکھائی دے گا اور اس وقت زمین کی سب قومیں چھاتی پیٹیں گی اور ابن آدم کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان سے آتے دیکھیں گی اور وہ نرسنگے کی بڑی آواز کے ساتھ اپنے فرشتوں کو بھیجے گا اور وہ اس کے برگزیدوں کو چاروں طرف سے آسمان سے اس کنارے سے اس کنارے تک جمع کریں گے‘‘۔

(متی۔ باب ۲4۔ آیت 30،31)

قرآنِ کریم کی پیشگوئیاں

وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ۔ يَوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ط ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ (ق:41،42)

یعنی (اے نبی) سن رکھ کہ ایک دن پکارنے والا قریب کی جگہ سے پکارے گا جس دن کہ سب لوگ ایک پورا ہو کر رہنے والے عذاب کی آواز سنیں گے یہ دن زندہ ہو کر نکلنے کا دن ہوگا۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ قمی حضرت امام جعفرؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:۔

’’ایک منادی امام قائم (امام مہدی) اور اس کے باپ علیہما السلام کے نام کی ندا دے گا اس طرز پر کہ اس کی آواز ہر آدمی پر برابر انداز میں پہنچے گی۔۔۔۔۔۔۔ الصیحۃ سے مراد یہ ہے کہ قائم کی صیحہ یعنی انذاری آواز آسمان سے آئے گی‘‘

حضرت امام جعفر صادقؒ نے فرمایا کہ یہ رجعت یعنی امام مہدی کا زمانہ ہوگا۔

(تفسیر صافی۔زیر آیت مذکورہ۔صفحہ ۵۰۶۔از ملا محسن فیض کاشانی از انتشارات کتاب فروشی محمودی)

إِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ

(الشعراء:4)

یعنی اگر ہم چاہیں تو آسمان سے ان پر ایک ایسا نشان اتار دیں کہ اس کے سامنے ان کی گردنیں جھکی کی جھکی رہ جائیں۔

اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:۔

''ایک منادی آسمان سے آواز دے گا جسے ایک نوجوان لڑکی پردے میں رہتے ہوئے بھی سنے گی اور اہل مشرق و مغرب بھی سنیں گے''۔

(بحار الانوار۔جز ۵۲۔صفحہ ۲۸۵۔از شیخ محمد باقر مجلسی دار احیاء التراث العربی۔بیروت)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ (انفال:۲۵)

اے وہ لوگوں جو ایمان لائے ہو! اللہ اور رسول کی آواز پر لبیک کہا کرو جب وہ تمہیں بلائے تا کہ وہ تمہیں زندہ کرے

احادیث نبویہ کی پیشگوئیاں

حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ:۔

''امام مہدی کے ظہور کے وقت ایک منادی آسمان سے آواز بلند کرے گا کہ اے لوگو! جابروں کا دور تم سے ختم کر دیا گیا ہے اور امت محمدیہ کا بہترین فرد تمہارا نگران ہے''۔

(بحار الانوار۔جز ۵۲۔صفحہ 304۔از شیخ محمد باقر مجلسی دار احیاء التراث العربی۔بیروت)

آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے امام مہدی کے متعلق فرمایا:۔

''پھر ایک ایسی ندا آئے گی جو دور سے اسی طرح انسان سنے گا جیسے وہ نزدیک کی آواز سنتا ہے''۔

(امام مہدی الزمان علیہ السلام از علی محمد علی دخیل۔ترجمہ سید صفدر حسین نجفی۔صفحہ ۸۶۔مصباح الھدیٰ لاہور)

حضرت عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک دن نماز فجر کے بعد بڑا بلیغ وعظ فرمایا۔اس وعظ کے نتیجہ میں دل کانپ اٹھے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔اس پر ایک شخص نے کہا: یوں لگتا ہے کہ یہ الوداعی نصیحت ہے۔ یارسول اللہ! آپ ہمیں کیا تاکیدی حکم دینا چاہتے ہیں؟ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے، سننے اور اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ تمہارا امیر کوئی حبشی غلام ہی ہو۔پس تم میں سے جو زندہ رہے گا وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا اور نئی نئی باتوں کے پیدا کرنے سے بچو کیونکہ وہ گمراہی ہیں۔پس تم میں سے جو ایسی باتوں کو پائے تو اسے چاہیے کہ وہ میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کی اتباع کرے۔اس بات کو پختگی سے پکڑ لو۔

(سنن الترمذی کتاب العلم باب ماجاء فی الاخذ بالسنۃ واجتناب البدع)

حضرت علیؓ کی پیشگوئیاں اور بزرگانِ امت کی پیشگوئیاں

عَنْ علی رضی الله عنه قَالَ إِذَا قَامَ قائم آلِ محمدٍ ﷺ جَمَعَ اللّٰهُ لَهُ اهلَ المَشرِقِ وَ المَغرِبِ۔

(ینابیع المودۃ جلد 3 صفحہ 90 از شیخ سلیمان بن ابراہیم طبع دوم مکتبہ عرفان بیروت)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب قائم آل محمد یعنی امام مہدی آئے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے اہل مشرق و مغرب کو جمع کر دے گا۔

عن علی رضی اللہ عنہ قَالَ نَادیٰ منادٍ منَ السماءِ انَ الحَقَ فی آلِ محمدٍ

(الحاوی للفتاوی جلد 2 صفحہ 140 جلال الدین سیوطی تحقیق محمد محی الدین عبد الحمید)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آسمان سے ایک منادی کی آواز آئے گی کہ حق آل محمد کے پاس ہے۔

حضرت امام محمد باقر متوفی 114 ھ کی پیشگوئیاں

ان قَائِمَنا اذَا قَامَ مَد الله لِشِيعَتِنَا فِي اسمَاعِهِم و ابصَارِهِم حتى يَكُونَ بَينَهُم وبَينُ القَائِمِ بَرِيد" يُكَلِمُهُم فَيَسمَعُونَ وَيَنظُرُونَ اِلَيه وَهُوَ فِي مَكَانِه۔

(بحار الانوار جلد 52 صفحہ 336 از شیخ محمد باقر مجلسی دار احیاء تراث العربی بیروت)

حضرت امام باقر فرماتے ہیں کہ جب ہمارے قائم مبعوث ہوں گے تو اللہ تعالی ہمارے گروہ کی شنوائی اور آنکھوں کی بینائی کو بڑھا دے گا یہاں تک کہ یوں محسوس ہوگا کہ امام قائم اور ان کے درمیان فاصلہ ایک برید یعنی ایک اسٹیشن کے برابر رہ گیا ہے۔ چنانچہ جب امام ان سے بات کریں گے تو وہ انہیں سنیں گے اور ساتھ دیکھیں گے جب کہ امام اپنی جگہ ٹھہرا رہے گا۔

پھر فرمایا:

یعنی آسمان سے ایک منادی امام مہدی کے نام پر منادی کرے گا جسے مشرق و مغرب کے سب لوگ سنیں گے ہر سونے والا اسے سن کر جاگ اٹھے گا اور کھڑے ہونے والا بیٹھ جائے گا اور بیٹھنے والا اس آواز کے جلال سے کھڑا ہو جائے گا۔ اللہ تعالی رحم کرے اس پر جو اس آواز کو درخور اعتنا سمجھے اور لبیک کہے۔ (بحار الانوار جلد 52 صفحہ 230)

حضرت امام جعفر صادقؑ متوفی 148 ھ کی پیشگوئیاں

زرارہ کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر نے فرمایا کہ ایک منادی امام قائم کے نام سے منادی کرے گا۔

میں نے پوچھا یہ منادی خاص ہوگی یا عام۔ فرمایا عام ہوگی اور ہر قوم اپنی اپنی زبان میں اسے سنے گی۔ میں نے کہا کہ جب امام مہدی کے نام کی ندا کر دی جائے گی تو اس کی مخالفت کون کرے گا؟ انہوں نے فرمایا ابلیس ان کا پیچھا کرے گا اور رات کے آخری پہر اپنی منادی کرے گا اور لوگوں کو شک میں ڈالے گا۔ (بحار الانوار جلد 52 ص 205)

پھر فرمایا

يُنَادِي مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ اَوَّلَ النَّهَارِ يَسمُعُه كُلُّ قَومٍ بِاَلسِنَتِهِم

(بحار الانوار جلد 52 صفحہ 289)

دن کے اول حصہ میں ایک منادی پکارے گا جسے ہر قوم اپنی زبان میں سنے گی۔

مزید فرماتے ہیں:

مومن جو امام قائم کے زمانہ میں مشرق میں ہوگا اپنے اس بھائی کو دیکھ لے گا جو مغرب میں ہوگا اور اسی طرح جو مغرب میں ہوگا اپنے اس بھائی کو دیکھ لے گا جو مغرب میں ہوگا۔

اس قول کی تشریح میں ناصر مکارم شیرازی لکھتے ہیں:۔

”آواز اور تصویر کو منتقل کرنے کے آلات اس قدر عام ہو جائیں گے اور آپ کے پیروکاران وسائل کو اتنی آسانی کے ساتھ حاصل کر سکیں گے کہ اس حکومت کے دور میں ڈاکخانہ کی ضرورت محسوس نہ ہوگی“۔

(انقلاب مہدی از ناصر شیرازی ترجمہ محمد عسکری۔ صفحہ 274۔ ناشر امامیہ پبلی کیشنز لاہور)

حضرت امام علی رضا متوفی 203 ھ کی پیش گوئیاں

امام رضا علی بن موسی سے پوچھا گیا کہ تم میں سے اولاد میں سے امام قائم کون ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ میرا چوتھا بیٹا۔ لونڈیوں کی سردار کا بیٹا۔ جن کے ذریعے اللہ تعالی زمین کو ہر جور سے مطہر کر دے گا اور ہر ظلم سے پاک کر دے گا۔

(فرائد السمطین جلد 2 صفحہ 337 ابراہیم بن محمد الجوینی الخراسانی تحقیق باقر المحمودی نیز بحار الانوار جلد 52 صفحہ 321)

اس پیشگوئی میں بڑی لطافت کے ساتھ اس وجود کی خبر دی گئی ہے جس نے منادی بننا تھا چوتھے بیٹے سے مراد امام مہدی کا چوتھا جانشین ہے لونڈیوں کی سردار کا بیٹا یعنی اس کی والدہ کی خواتین کے لئے غیر معمولی خدمات ہونگی۔ یہ وہی ہے جس کے لئے زمین سمیٹ دی جائے گی اور یہی وہ ہے جو آسمان سے بطور منادی کے ایک صدا دے گا جس کو اللہ تعالی تمام اہل ارض کو سنا دے گا۔

پھر فرماتے ہیں کہ

لوگوں کو آواز دی جائے گی جو قریب اور دور سے یکساں سنی جائے گی۔ (بحار الانوار جلد 52 صفحہ 322)

حضرت امام حسین علیہ السلام :۔

’’منادی آسمان سے مہدیؑ کے نام کی ندا کرے گا جو مشرق و مغرب میں سنی جائے گی ۔۔۔۔۔۔۔اس پر خدا کی رحمت ہو جو اس آواز کو سن کر لبیک کہے‘‘۔

(امام مہدی الزمان علیہ السلام از علی محمد علی دخیل۔ترجمہ سید صفدر حسین نجفی۔صفحہ ۹۲۔ مصباح الھدیٰ لاہور)

عام نداء

نواب نورالحسن خان صاحب امام مہدی کی علامات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

’’ایک عام ندا ہوگی جو ساری زمین والوں کو پہنچے گی۔ہر زبان والا اپنی اپنی زبان میں اس کو سنے گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آسمان سے ایک منادی بنام مہدی ندا کرے گا۔مشرق و مغرب والے اس کو سنیں گے کوئی سوتا نہ رہے گا مگر جاگ اٹھے گا۔کوئی کھڑا نہ ہوگا مگر بیٹھ جائے گا۔کوئی بیٹھا نہ ہوگا مگر دونوں پاؤں پر کھڑا ہو جاوے گا۔یہ ندا اس ندا کے سوا ہے جو بعد ظہور مہدی کے ہوگی۔‘‘

(اقتراب الساعہ ص ۱۶۷ از نورالحسن خان مطبع مفید عام 1301ء)

انوار نعمانیہ کے مصنف لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ شیعوں کی قوت سامعہ اور باصرہ کو اتنا تیز کردے گا کہ اگر شیعہ ایک ملک میں ہوں گے اور امام مہدی دوسرے ملک میں تو وہ امام مہدی کو دیکھ سکیں گے سن سکیں گے اور اسکے انوار مشاہدہ کرسکیں گے اور اس سے آزادی سے بات چیت کر سکیں گے۔

(انوار نعمانیہ صفحہ 160 بحوالہ تحذیر المسلمین صفحہ 70۔اللہ یار خاں چکوال مرتبہ عبدالرزاق ایم اے)

حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی

وقت بیعت آوازی از آسمان شود بایں عبارت ھذا خلیفۃ اللہ المھدی فاسمعوا لہ واطیعوا ایں آواز خاص و عام آن مکان ہمہ بشنوند۔

(قیامت نامہ صفحہ 4 شاہ رفیع الدین مطبع مجتبائی دہلی)

بیعت کے وقت آسمان سے ان الفاظ میں آواز آئے گی ۔یہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہے اس کی آواز سنو اور اس کی اطاعت کرو اور یہ آواز اس جگہ کے تمام خاص و عام سنیں گے۔

مولوی نورالحسن خان صاحب

امام مہدی کی علامات کسوف وخسوف ستارہ ذوالسنین اور دم دار ستارے کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

’’ایک عام ندا ہوگی جو ساری زمین والوں کو پہنچے گی ہر زبان والا اپنی اپنی زبان میں اس کو سنے گا..........آسمان سے ایک منادی بنام مہدی ندا کرے گا ۔مشرق و مغرب والے اس کو سنیں گے کوئی سوتا نہ رہے گا مگر جاگ اٹھے گا۔ کوئی کھڑا نہ ہوگا مگر بیٹھ جائے گا کوئی بیٹھا نہ ہوگا مگر دونوں پاؤں پر کھڑا ہو جائے گا‘‘

یہ ندا اس ندا کے سوا ہے جو بعد ظہور مہدی کے ہوگی۔

(اقتراب الساعۃ صفحہ 167 از نورالحسن خان مطبع مفید عام 1301ھ)

حضرت مسیح موعود و امام مہدیؑ فرماتے ہیں

☆الہام ۱۲ر دسمبر ۱902ء

یُنَادِیْ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَاءِ

(بدر 19ر دسمبر ۱902ء)

’’یعنی ایک منادی آسمان سے پکارے گا☆ مدبروں کی تدبیر کے بغیر تمام چیزیں اوپر سے نیچے آئیں گی گویا مسیح موعود علیہ السلام بارش کی طرح فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھ کر آسمان سے آئیگا۔انسانی تدبیروں اور دنیاوی حیلوں کے بازوؤں پر اس کا ہاتھ نہ ہوگا اور اس کی دعوت اور حجت زمین میں چاروں طرف بہت جلد پھیل جائے گی۔اس بجلی کی طرح جو ایک سمت میں ظاہر ہوکر ایک دم میں سب طرف چمک جاتی ہے۔یہی حال اس زمانہ میں واقعہ ہوگا۔ اس وقت مشرق اور مغرب شمال اور جنوب کے فرقے خدا کے حکم سے جمع ہو جائیں گے۔‘‘

(خطبہ الہامیہ۔روحانی خزائن جلد ۱۶ صفحہ ۲۸۴)

بلند سے بلند تر عظیم سے عظیم تر
قریب سے قریب تر خدائے مہربان ہے
ہے گونج شش جہات میں صدائے حق شناس کی
اب احمدی جیالوں کی زد میں آسمان ہے

ہر گھر سے رابطہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:۔

''میری بڑی آرزو ہے کہ ایسا مکان ہو کہ چاروں طرف ہمارے احباب کے گھر ہوں اور درمیان میں میرا گھر ہو اور ہر ایک گھر میں میری ایک کھڑکی ہو اور ہر ایک سے ہر ایک وقت واسطہ و رابطہ رہے۔''

(سیرت حضرت مسیح موعود از مولانا سیالکوٹی صفحہ 40،39)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ خواہش ایم ٹی اے کے ذریعہ بھی پوری ہوگئی ہے۔

سوئے حبیب

دل گرفتارِ آرزوئے حبیب

آنکھ مجبورِ جستجوئے حبیب

ہائے وہ روز و شب کہ وہ بھی تھے

آہ وہ لمحے روبروئے حبیب

اپنی جانب وہ دلفریب نظر

اور اپنی نگاہ سُوئے حبیب

امام کے ساتھ وابستگی

حضرت خلیفۃ المسیح الاول نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں:۔

''چاہیے کہ تمہاری حالت اپنے امام کے ہاتھ میں ایسی ہو جیسے میت غسال کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ تمہارے تمام ارادے اور خواہشیں مردہ ہوں اور تم اپنے آپ کو امام کے ساتھ ایسا وابستہ کرو جیسے گاڑیاں انجن کے ساتھ اور پھر ہر روز دیکھو کہ ظلمت سے نکلتے ہو یا نہیں۔ استغفار کثرت سے کرو اور دعاؤں میں لگے رہو۔ وحدت کو ہاتھ سے نہ دو۔ دوسرے کے ساتھ نیکی اور خوش معاملگی میں کوتاہی نہ کرو۔ تیرہ سو برس کے بعد یہ زمانہ ملا ہے اور آئندہ یہ زمانہ قیامت تک نہیں آ سکتا۔ پس اس نعمت کا شکر کرو کیونکہ شکر کرنے پر ازدیادِ نعمت ہوتا ہے۔ لَئِنۡ شَکَرۡتُمۡ لَاَزِیۡدَنَّکُمۡ لیکن جو شکر نہیں کرتا وہ یاد رکھے۔ اِنَّ عَذَابِیۡ لَشَدِیۡدٌ۔''

(خطبہ جمعہ 31 جنوری 1903ء از خطبات نور صفحہ 131)

حضرت مصلح موعودؓ

1936ء میں جلسہ سالانہ کے موقع پر پہلی دفعہ لاؤڈ سپیکر استعمال کیا گیا۔ سیدنا حضرت مصلح موعود نے اس ایجاد کو بھی حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا نشان قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ

''میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی حضرت مسیح موعود کی صداقت کا ایک نشان ہے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی تھی کہ مسیح موعود اشاعت کے ذریعہ دین حق کو کامیاب کرے گے اور قرآن کریم سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعود کا زمانہ اشاعت کا زمانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس نشان کی صداقت کے لئے پریس جاری کر دیئے اور پھر آواز پہنچانے کے لئے لاؤڈ سپیکر اور وائرلیس وغیرہ ایجاد کرائے اب تو اگر اللہ تعالی چاہے تو ایسا دن بھی آ سکتا ہے کہ مسجد میں وائرلیس کا سیٹ لگا ہوا ہو اور قادیان میں جمعہ کے روز جو خطبہ پڑھا جا رہا ہو وہی تمام دنیا کے لوگ سن کر بعد میں نماز پڑھ لیا کریں۔''

(الفضل قادیان مؤرخہ 29 دسمبر 1936ء)

بیت اقصیٰ میں پہلی دفعہ 7/جنوری 1938ء کو لاؤڈ سپیکر لگا حضرت مصلح موعودؓ نے اس دن خطبہ جمعہ میں فرمایا اب وہ دن دور نہیں کہ ایک شخص اپنی جگہ پر بیٹھا ہوا ساری دنیا میں درس و تدریس پر قادر ہوگا۔ ابھی ہمارے حالات ہمیں اس بات کی اجازت نہیں دیتے، ابھی ہمارے پاس کافی سرمایہ نہیں اور ابھی علمی دقتیں بھی ہمارے راستے میں حائل ہیں لیکن اگر یہ تمام دقتیں دور ہو جائیں اور جس رنگ میں اللہ تعالیٰ ہمیں ترقی دے رہا ہے اور جس سرعت سے ترقی دے رہا ہے اس کو دیکھتے ہوئے سمجھنا چاہئے کہ اللہ تعالی کے فضل سے قریب کے زمانے میں ہی یہ تمام دقتیں دور ہو جائیں گی تو بالکل یہ ممکن ہے کہ قادیان میں قرآن اور حدیث کا درس دیا جا رہا ہو اور جاوا کے لوگ اور امریکہ کے لوگ اور انگلستان کے لوگ اور فرانس کے لوگ اور جرمن کے لوگ اور آسٹریلیا کے لوگ اور ہنگری کے لوگ اور عرب کے لوگ اور مصر کے لوگ اور جرمن کے لوگ اور ایران کے لوگ اور اسی طرح تمام ممالک کے لوگ اپنی اپنی جگہ وائرلیس سیٹ لئے ہوئے وہ درس سن رہے ہوں۔ یہ نظارہ کیا ہی شاندار نظارہ ہوگا اور کتنے ہی عالیشان انقلاب کی یہ تمہید ہوگی کہ جس کا تصور کر کے بھی آج ہمارے دل مسرت و انبساط سے لبریز ہو جاتے ہیں۔''

(روزنامہ الفضل قادیان 13 جنوری 1938ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمایا

''1990ء اور 1995ء کے درمیان خدا تعالی دنیا کو ایسی روحانی تجلی

دے گا جس سے غلبہء اسلام کے آثار بالکل واضح ہو جائیں گے۔"
(خالد ستمبر 1973ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی 27 دسمبر 1983ء کو جلسہ سالانہ کے موقع پر پہلی دفعہ نظم پڑھی گئی اس میں آپ فرماتے ہیں

یہ صدائے فقیرانہ حق آشنا پھیلتی جائے گی شش جہت میں صدا
تیری آواز اے دشمن بدنوا دو قدم دور تین پل جائے گی

پیشگوئیوں کا خلاصہ اور ظہور



ان تمام پیشگوئیوں پر یکجا نظر ڈالنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ امام مہدی کی بعثت کے وقت اس کے کسی جانشین یا نمائندہ کی آواز آسمان سے مشرق اور مغرب میں پھیلے گی جس کے ذریعہ قرآن کریم اور دین اسلام کی سچائی کا اعلان کیا جائے گا اس آواز کے ساتھ منادی کی تصویر بھی ساری دنیا میں دیکھائی جائے گی اور دور و نزدیک کے لوگ یکساں طور پر اس منادی کی آواز کو اپنی اپنی زبان میں سنیں گے اور اس کی آواز پر لبیک کہیں گے ۔ یہ تمام پیشگوئیاں آج خدا تعالی کے فضل سے جماعت احمدیہ کے ٹی وی چینل ایم ٹی اے کے ذریعہ پوری ہو چکی ہیں دنیا میں آج صرف جماعت احمدیہ ہی وہ جماعت ہے جس کے بانی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کا دعوی ہے کہ وہ وہی امام مہدی اور مسیح ہیں جن کے ظہور کی پیشگوئیاں قرآن کریم اور بنی اکرم ﷺ نے فرمائی تھیں اور دنیا میں یہی ایک جماعت ہے جسے اپنے چوتھے امام حضرت مرزا طاہر احمدؒ کے بابرکت دور میں جولائی 1992ء میں جلسہ سالانہ برطانیہ براہ راست دیکھانے کی توفیق ملی اور پھر 7 جنوری 1997ء سے باقاعدہ ایم ٹی اے کے نام سے روزانہ سروس کا آغاز دیا گیا اور دو سال بعد 1996ء سے ایم ٹی اے کی چوبیس گھنٹے کی نشریات لندن سے ساری دنیا میں تقریبا ایک درجن سے زائد زبانوں میں جاری ہیں اور درجن سے زائد چینل ہیں۔

ان نشریات میں تلاوت قرآن مجید ترجمہ تفسیر احادیث نبویہ کے تراجم و تشریح حضرت امام جماعت کے خطبات جمعہ مجالس سوال و جواب سیرۃ کے پروگرام سائنسی پروگرام زبانیں سیکھانے کے پروگرام صحت سے متعلق پروگرام کھانا پکانے کے بارے میں پروگرام گیمز کے پروگرام مشاعرے تفریحی مقامات کی سیر حضور انور کے دورہ جات کی مکمل کوریج اور یہ تمام پروگرام عریانی سے پاک اسلامی تعلیمات کے عین مطابق بغیر اڈورٹائیزنگ کے اپنی مدد آپ کے تحت پیش کئے جا رہے ہیں

اتنی ہی اس چرغ کی لو تیز ہو گئی
جتنی بڑھی ہوائے مخالف میں ساز باز
اس پر ہے ختم اس سے ہی جاری ہے روشنی
اک در خدا نے بند کیا سو کئے ہیں باز
ہر جام عشق اس کے ہی لب سے ہے لب بہ لب
شائد ابھی یہ راز ہے شائد رہے نہ باز

ہم حوادث سے ارجمند ہوئے
جو بھی تیرے نیاز مند ہوئے
سرنگوں ہو کے سر بلند ہوئے
زور مارا ہزار شیطاں نے
در نہ جنت کے پھر بھی بند ہوئے
ہم مصائب سے سر خرو ٹھرے
ہم حوادث سے ارجمند ہوئے

ہم روز دنیا کو ایم ٹی اے کے ذریعہ نقطہ واحدانیت پر اکٹھا ہوتے دیکھ رہے ہیں

عالمی درس القرآن، عالمی جمعہ، عالمی جلسہ سالانہ، عالمی بیعت، عالمی سجدہ شکر، عالمی نعرے، عالمی دعائیں، عالمی مجالس عرفان، عالمی نکاح، عالمی دعائے مغفرت

سایہ سایہ ایک پرچم دل پے لہرانے کا نام
اے مسیحا تیرا آنا زندگی آنے کا نام
تجھے ٹی وی پہ دیکھا تو لگا یوں
اٹھا کر امن کا پرچم جہاں میں
تو بے خوف و خطر ہر راہ گزر سے
مثال موج بڑھتا جا رہا ہے



پاکستان میں جماعت احمدیہ پر مظالم کی داستان

زرتشت منیر صاحب۔ناروے

ہمارے جو بچے ہجرت کے بعد پاکستان سے باہر پیدا ہوئے اور جوان ہو رہے ہیں انہیں اس بات کا کما حقہ علم نہیں یا بہت کم علم ہے کہ پاکستان میں جماعت پر کیسے کیسے مظالم توڑے گئے ہیں جماعت کے دشمنوں کی طرف سے اور اسی طرح حکومتِ وقت کی طرف سے بھی۔ذیل میں اس داستان کو اختصار کے ساتھ بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے

1970 میں صدر محمد ایوب خان کا دور ختم ہوا اور زمامِ اقتدار جنرل یحیٰ خان کو منتقل ہوئی تو جنرل یحیٰی خان نے ملک بھر میں عام انتخابات کا اعلان کر دیا ان انتخابات کے لئے مغربی پاکستان میں مذہبی جماعتوں نے اتحاد کیا انکا خیال تھا کہ وہ انتخابات میں اکثریت کے ساتھ جیتیں گیں ان جماعتوں کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ وہ برسرِ اقتدار آ کر جماعت احمدیہ کو ایسا نقصان پہنچائیں کہ جماعت کی عالمی تبلیغی سرگرمیاں رک جائیں اس مخالفت میں جماعت اسلامی پیش پیش تھی۔

عام انتخابات:۔

مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ کا بہت زور تھا وہاں کے سیاسی منظر پر یہ جماعت پوری طرح حاوی تھی اس پارٹی کے لیڈر شیخ مجیب الرحمان کو اگرتلہ سازش کیس میں حکومت نے گرفتار کر لیا ہوا تھا اس گرفتاری کی وجہ سے انہیں عوام میں بے حد مقبولیّت حاصل ہو گئی چنانچہ انتخابات میں یہ پارٹی زبردست اکثریت سے کامیاب ہوئی۔

مغربی پاکستان سے دس جماعتوں نے انتخابات میں حصہ لیا صرف ایک جماعت ایسی تھی جس کے ایجنڈا میں مذہبی منافرت کا نشان نہ تھا اور وہ تھی پاکستان پیپلز پارٹی جس کے چیر مین سابق وزیر خارجہ ذوالفقار علی بھٹو تھے انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ سے تعاون کی درخواست کی کیونکہ یہ واحد پارٹی تھی جو سرِ عام جماعت احمدیہ کی مخالفت نہیں کر رہی تھی اسلیئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی اجازت سے حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب رحمہ اللہ(جو بعد میں جماعت احمدیہ کے چوتھے خلیفہ منتخب ہوئے) نے چیر مین بھٹو سے ملاقات کی اور انہیں اپنے تعاون کی پیشکش کی چنانچہ مغربی پاکستان کی 138 نشستوں میں سے 81 پر پاکستان پیپلز پارٹی نے کامیابی حاصل کی اس کامیابی میں جماعت احمدیہ کے افراد کی انتھک کوششوں کا بہت زیادہ دخل تھا احمدیوں نے اس انتخابی عمل میں اسلیئے حصّہ لیا تھا کہ وہ بھی پاکستان کے محبِ وطن شہری تھے ٹیکس بھی ادا کرتے تھے اسلیئے بحیثیت ایک شہری انہیں بھی دوسرے شہریوں کی طرح حقوق حاصل تھے چنانچہ انہوں نے الیکشن میں بھرپور حصّہ لیا چند احمدی احباب بھی صوبائی نشستوں پر کامیاب ہوئے جماعت اسلامی، جمیعت العلماء اسلام، جمیعت العلماء پاکستان اور کونسل مسلم لیگ کو بھی چند نشستیں مل گئیں۔

صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب پر حملہ:۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صاحبزادے تھے انکے بیٹے صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب حکومت پاکستان میں سیکریٹری وزارت خزانہ اور پلاننگ کمیشن کے ڈپٹی چیئر مین تھے وہ صدرِ مملکت کے اقتصادی مشیر بھی تھے مورخہ 17 ستمبر 1971 کو وہ پاکستان سیکریٹیریٹ اسلام آباد میں اپنے دفتر جانے کے لئے جونہی لفٹ میں سوار ہوئے سیڈیاے کا ایک ملازم جسکا نام اسلم قریشی تھا فوراً ہی لفٹ میں گھس گیا لفٹ کا دروازہ بند ہوتے ہی اسنے چاقو



نکال لیا اور صاحبزادہ صاحب کے پیٹ پر بھر پور وار کیا جس کے نتیجہ میں وہ شدید زخمی ہو گئے انہیں ہسپتال لے جایا گیا جبکہ اسلم قریشی کو پکڑ لیا گیا لیکن مولویوں نے حسبِ معمول بہت شور مچایا کہ یہ بہت شریف آدمی ہے اسے بری کر دیا جائے کیونکہ اسکا کوئی سابقہ کریمنل ریکارڈ نہیں ہے وغیرہ بہر حال اسے کچھ عرصہ کے بعد بری کر دیا گیا۔

عام انتخابات کے نتیجہ میں مشرقی پاکستان سے عوامی لیگ بہت کثرت سے ووٹ لے کر کامیاب ہوئی اس پارٹی کے سربراہ شیخ مجیب الرحمان تھے اس پارٹی کا نعرہ ''صوبائی خودمختاری'' تھا ملک بھر میں تین سو نشستوں پر انتخابات ہوئے عوامی لیگ نے ایک سو ساٹھ نشستوں پر کامیابی حاصل کی ان کے تمام امیدواروں کا تعلق مشرقی پاکستان سے تھا مغربی پاکستان میں ایک سو اڑتیس نشستوں میں سے ایک سو اسی پر پاکستان پیپلز پارٹی نے کامیابی حاصل کر لی تھی تمام ان علاقوں سے اس پارٹی کو نمایاں کامیابی نصیب ہوئی جہاں انہیں جماعت نے سپورٹ کیا تھا۔

بنگلہ دیش کا قیام:۔



انتخابات کے بعد انتقالِ اقتدار کی بجائے مشرقی پاکستان میں خانہ جنگی شروع ہوگئی پاکستان پیپلز پارٹی کے سربراہ ذوالفقار علی بھٹو نے مشرقی پاکستان سے جیتنے والے لیڈر مجیب الرحمان کو مخاطب کر کے نعرہ لگایا کہ اِدھر ہم، اُدھر تم مشرقی پاکستان نے آزادی کا اعلان کر کے ایک نیا ملک بنا لیا جس کا نام ''بنگلہ دیش'' رکھا گیا ہندوستان کی فوج بنگلہ دیش کی حمایت میں اس ملک میں گھس آئی اور پاکستان کی وہاں متعین فوج نے بہت بڑی تعداد میں ہندوستانی فوج کے سامنے ہتھیار ڈال دئے مغربی محاذ پر بھی ہندوستان اور پاکستانی فوج کے درمیان لڑائی شروع ہوگئی جنگ کے بعد سقوطِ ڈھاکہ کی وجوہات پر تحقیق کے لئے ایک کمشن قائم کیا گیا جسے حمود الرحمان کمیشن کہتے ہیں لیکن نہ تو اس کمشن کی سفارشات پر عملدرآمد ہوا اور نہ ہی اس کی رپورٹ کو پبلک کیا گیا۔

جماعت کے معاندین اس نازک مرحلہ پر بھی جماعت احمدیہ کے خلاف پروپیگنڈہ میں مصروف رہے انہیں اس بات کی کوئی پرواہ نہیں تھی کہ ان حرکات کی وجہ سے رہے سہے ملک کی سالمیت کو نقصان پہنچ سکتا ہے بلکہ ایک سیاسی پارٹی کے مولوی کے سربراہ نے تو یہاں تک کہا کہ ''اللہ کا شکر ہے کہ ہم پاکستان بنانے کے گناہ میں شامل نہیں تھے۔''

ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت:۔



1971 کی جنگ کے نتیجہ میں ملک دولخت ہوگیا جنرل یحیٰی خان نے استعفٰی دے دیا ذوالفقار علی بھٹو نے ملک کے صدر اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی حیثیت سے ملک کا نظم و نسق سنبھال لیا آئین کا مسودہ تیار کرنے کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس کے سربراہ محمود علی قصوری تھے کچھ عرصہ کے بعد اختلافات کی وجہ سے انہوں نے وزارت سے اور کمیٹی کی صدارت سے استعفٰی دے دیا بعد میں اس کمیٹی کی صدارت وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ نے سنبھال اس کمیٹی میں ایسے لوگ بھی شامل کئے گئے جو جماعت احمدیہ کے شدید مخالف تھے بھٹو صاحب ان دنوں مخالف مذہبی جماعتوں سے سودا بازی کر رہے تھے لمبی بحث و تمحیث کے بعد مورخہ 12 اپریل 1973 کو قومی اسمبلی نے آئین کی منظوری دے دی اس آئین میں تجویز کردہ حلف ناموں کے مطابق ایک احمدی ملک کا صدر یا وزیر اعظم نہیں بن سکتا تھا یہ پہلی مرتبہ تھا کہ وزیر اعظم اور صدر کے حلف نامے میں مذہبی عقائد کو بھی خصوصی طور پر شامل کیا گیا تھا بعد میں یہ امر واضح ہو کر سامنے آیا کہ یہ سب کچھ ایک منصوبہ اور سازش کے ذریعہ وقوع پذیر ہو رہا تھا چند دنوں کے بعد آزاد کشمیر اسمبلی میں ایک قرارداد پیش کی گئی جس میں حکومت آزاد کشمیر سے سفارش کی گئی کہ احمدیوں کو اقلیّت قرار دیا جائے مقصد یہ تھا کہ اس قرارداد کو بنیاد بنا کر پاکستان کے آئین میں بھی ایسا قانون شامل کیا جائے چنانچہ مذہبی جماعتوں نے حکومت پاکستان سے یہ مطالبہ شروع کر دیا کہ احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے انہیں ایک عالمی اسلامی تنظیم ''رابطہ عالم اسلامی'' کی بھی بھر پور

حمایت حاصل تھی۔

اسلامی سربراہ کانفرنس:۔

فروری 1974 میں پاکستان کے شہر لاہور میں مسلمان ممالک کے سربراہان کی ایک کانفرنس ہوئی ذوالفقار علی بھٹو کی خواہش تھی کہ وہ بین الاقوامی سطح پر ایک نمایاں مقام حاصل کر کے تیسری دنیا کے لیڈر بن جائیں اور اس مقصد کے لئے وہ سعودی عرب کے بادشاہ شاہ فیصل کو عالمِ اسلامی کا لیڈر اور خلیفہ بنانا چاہتے تھے



لاہور کی سربراہی کانفرنس کے موقعہ پر جماعت احمدیہ کے خلاف بھرپور مہم چلائی گئی اس موقعہ پر بھٹو نے یہ آرڈر دیا کہ بیرونی ممالک کے سربراہان کے ساتھ کسی احمدی کی ڈیوٹی نہ لگائی جائے اس کانفرنس میں ہی اس قسم کی تجویز دی گئی کہ احمدیوں کو اقلیت قرار دے کر ان پر پابندیاں عائد کر دی جائیں اس کے بعد ملک بھر میں ختم نبوت کے نام پر مطالبات اور مظاہروں میں تیزی آ گئی احمدیوں پر حملوں کے لئے نوجوانوں کو منظم کیا گیا اور احمدیوں کو ہراساں کیا گیا۔

نشتر میڈیکل کالج کے طلبہ کی ربوہ ریلوے اسٹیشن پر اشتعال انگیزی:۔

22 مئی 1974ء کے دن نشتر میڈیکل کالج کا ایک گروپ کسی ٹرپ پر جاتے ہوئے چناب ایکسپریس پر ربوہ سے گزرا ان طلبہ نے ربوہ کے پلیٹ فارم پر انتہائی غلیظ اور گندے نعرے لگائے اور ریل کی پٹڑی سے پتھر اٹھا اٹھا کر قریب ہی کھیلنے والے بچوں پر چلائے اس طرح وہاں موجود نوجوانوں کو اشتعال دلانے کی بھرپور کوشش کی لیکن کوئی تصادم نہیں ہوا جب یہ طلبہ ٹرین پر واپس لوٹتے ہوئے ربوہ سے گزرے تو ربوہ کے چند جوشیلے نوجوان ان سے الجھ گئے چند طلبہ کو معمولی چوٹیں آئیں لیکن پہلے سے طے شدہ منصوبہ کے مطابق ایک منظم طریقے سے اس واقعہ کو مبالغہ آمیز حد تک بڑھا چڑھا کر مشتہر کیا گیا ٹرین کے ملتان پہنچنے سے قبل ہی ملک بھر کی مساجد سے یہ اعلانات شروع ہو گئے کہ بعض طلبہ کی حالت نازک ہے بعض ک کی زبانیں کاٹ دی گئی ہیں بعض کی ٹانگیں کاٹ کر معذور کر دیا گیا ہے وغیرہ وغیرہ یہ سب جھوٹ تھا لیکن چونکہ مقصد اشتعال پھیلانا تھا لہذا فوری طور پر سارے ملک میں احمدیوں کے خلاف فسادات شروع ہو گئے اسی طرح ربوہ میں پولیس نے ستر سے زائد افراد کو گرفتار کر لیا اپنی کاروائی ڈالنے کے لئے پولیس نے ایسے راہ چلتے لوگوں کو بھی گرفتار کر لیا جن کا اس واقعہ سے کوئی تعلق نہیں تھا اُدھر پولیس کے سامنے احمدیوں کے گھروں، دوکانوں اور مساجد پر حملے کئے جا رہے تھے اور انہیں لوٹا جا رہا تھا لیکن پولیس خاموش تماشائی بنکر تماشہ دیکھ رہی تھی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی جماعت کو صبر اور دعا کی تلقین:۔

ان تمام مظالم کے جواب میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے جماعت کو صبر کی تلقین کی اور تاکید کی کہ گالیوں کا جواب دعاؤں سے دینا ہے

فسادات کا آغاز:۔

ابتدائی سترہ دنوں میں پاکستان کے ایک سو بیس شہروں اور قصبوں میں فسادات کا آغاز ہو چکا تھا کئی مقامات پر احمدیوں کے دو سو ستر مکانات کو نظر آتش کر دیا گیا اور انہیں لوٹ لیا گیا احمدیوں کی تین سو چالیس دوکانوں کو لوٹ لیا گیا یا آگ لگا دی گئی چھ فیکٹریوں کو تباہ و برباد کر دیا گیا پچیس مساجد کو شہید کر دیا گیا تین پر زبردستی قبضہ کر لیا گیا بیس مقامات پر جماعت کی لائبریریوں کو آگ لگا دی گئی اور قرآن کریم کے کئی نسخے شہید کر دئے گئے اکیس احمدی جامِ شہادت نوش کر گئے۔

صمدانی کمیشن کا قیام:۔

ربوہ اسٹیشن والے واقعہ کی تحقیقات کے لئے ہائیکورٹ کے ایک جج جسٹس صمدانی کو مقرر کیا گیا لیکن اس دوران ملک بھر میں احمدیوں پر مظالم کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے انہیں وحشیانہ طور پر شہید کیا جا رہا تھا ان کے مکانوں اور دوکانوں کو لوٹا اور نذرِ آتش کیا جا رہا تھا۔

احمدیوں پر مظالم:۔

گوجرانوالہ میں ظلم کی انتہا ہوئی۔حملہ آوروں نے پہلے محمد افضل صاحب اور پھر انکے بیٹے کو بڑے دردناک انداز میں شہید کیا

پہلے محمد اشرف صاحب کے پیٹ میں چھرے مارے گئے جس سے انتڑیاں باہر آگئیں اور پھر اینٹوں سے سر کوٹا گیا جب دم توڑتے ہوئے اشرف نے پانی مانگا تو کسی ظالم نے منہ میں ریت ڈال دی جب نوجوان بیٹے کو اس طرح قتل کر دیا گیا تو باپ کو کہا کہ تم اب بھی مرزائیت سے توبہ کرلو اور مرزا غلام احمد کو گالیاں دو انہوں نے جواب دیا کہ کیا تم مجھے اپنے بیٹے سے بھی کمزور ایمان کا سمجھتے ہو اس پر ان کو بھی شہید کر دیا گیا اسی دن سعید احمد خان، چوہدری منظور احمد اور انکے بیٹے کو بھی شہید کر دیا گیا انکے علاوہ قریشی احمد علی کو بھی شہید کیا گیا بیشتر جگہوں پر احمدیوں کے گھروں کا محاصرہ کرلیا گیا کھانے کی اشیاء، بچوں کے لئے دودھ اور ادویات ان تک پہنچنے سے روک دی جاتی رہیں کئ مقامات پر احمدیوں کا منہ کالا کر کے انہیں سڑکوں پر پھرایا گیا احمدی دوکانوں کے سامنے غنڈے مقرر کئے گئے جو لوگوں کو احمدیوں کی دوکانوں سے خریداری کرنے سے روکتے تخت ہزارہ میں احمدیوں کے بارہ مکانوں کو آگ لگادی گئی دیہات میں احمدیوں کی زندگی اجیرن کرنے کے لئے احمدیوں پر پابندی لگائی دیگئی کہ وہ کنویں سے پانی نہیں لے سکتے احمدیوں کو تکلیف دینے کے لئے ان کی مساجد پر غلاظت پھینکی جاتی بعض مساجد پر زبردستی قبضہ کرلیا گیا ان کی سنگدلی سے مردے بھی محفوظ نہ تھے قبر کھود کر احمدیوں کی لاشوں کی بے حرمتی کی جاتی رہی فوت ہوجانے والے احمدیوں کی تدفین روک دی جاتی ایک احمدی سیٹھی مقبول احمد صاحب کو گولی مارکر شہید کر دیا گیا لاہور کی انجینئرنگ یونیورسٹی میں احمدی طالب علموں کے کمروں کو پٹرو چھڑک کر آگ لگادی گئی یہ سب کچھ پولیس کی آنکھوں کے سامنے ہوتا رہا اور پولیس نے احمدی شہریوں کی جان و مال کی حفاظت کے لئے کچھ نہ کیا بلکہ خاموش کھڑی تماشہ دیکھتی رہی۔

قومی اسمبلی میں ربوہ اسٹیشن والے واقعہ پر توبات تک نہ کی گئی لیکن کسی نے یہ نہیں کہا کہ احمدیوں کو قتل کیا جا رہا ہے اور ان پر مظالم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں احمدیوں کو دھمکیاں دے کر مرتد کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے بلکہ یہ مطالبہ کیا جا رہا تھا کہ احمدیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا جائے

الکفر ملۃ واحدۃ:۔

قرآن کریم کی سورہ حجر کی آیت نمبر ۱۲ میں خدا تعالیٰ یہ ارشاد فرماتا ہے کہ" کوئی رسول ان کے پاس نہیں آتا مگر وہ اس سے تمسخر کیا کرتے تھے حقیقت یہ ہے کہ یہ سلسلہ صرف استہزاء تک ہی محدود نہیں رہتا بلکہ ظلم و ستم کی تمام راہیں اختیار کی جاتی ہیں ظلم کرنے والے اور مخالفت کرنے والی باطل طاقتیں اکٹھی ہوجاتی ہیں آنحضرت ﷺ نے اس شیطانی گٹھجوڑ کو الکفر ملۃ واحدۃ کے الفاظ میں بیان فرمایا ہے اسمبلی میں اپوزیشن، مذہبی پارٹیاں اور حکومت وقت کے علاوہ بعض بیرونی طاقتیں بھی جماعت کی مخالفت میں کھڑی تھیں۔



قومی اسمبلی کا فیصلہ:۔

اس وقت پاکستان کے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو تھے انہوں نے ان فسادات اور مظالم پر تو کوئی ایکشن نہ لیا البتہ مولویوں کو خوش کرنے کی غرض سے اس مسئلہ کو قومی اسمبلی کے سامنے رکھ دیا پوری قومی اسمبلی کو ایک کمیٹی کی صورت دے دی اور یہ حکم بھیج دیا گیا کہ ساری کاروائی خفیہ ہوگی دراصل وزیر اعظم بھٹو نے پہلے ہی یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ وہ احمدیہ جماعت کو غیر مسلم قرار دلا دے گا اس فیصلے کا پس منظر یہ تھا کہ مولویوں نے اسے یقین دہانی کرائی تھی کہ اگر وہ یہ فیصلہ اپنی پارٹی کی اکثریت کے بلبوتے پر کردے تو وہ اسے زندگی بھر کے لئے ملک کا سربراہ بنالیں گے۔

قومی اسمبلی کی فل ہاؤس کمیٹی کے ذمہ یہ کام کیا گیا کہ وہ یہ فیصلہ کرے کہ

۱۔اسلام میں اس شخص کی کیا حیثیت ہے جو حضرت محمد ﷺ کو آخری نبی نہ مانتا ہو۔

۲۔ممبران سے قراردادیں اور تجاویز وصول کرنا اور غور کرنا

۳۔گواہوں کا بیان، دستاویزات کا مطالعہ اور ان پر غور، پھر اس مسئلہ پر تجاویز

یہ ساری کاروائی بند کمرے (اِن کیمرہ) تھی اور انتہائی خفیہ تھی اسلئے اسے عام نہیں کیا گیا۔اسمبلی اور حکومت کی طرف سے مجبور کیا گیا تھا کہ جماعت کے وفد کے ساتھ خلیفۃ المسیح ضرور شامل ہوں چنانچہ ایک وفد حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی قیادت میں اسمبلی میں پیش ہوا وفد کے دیگر ممبران میں حضرت مرزا طاہر احمد رحمہ اللہ (جو بعد میں جماعت کے چوتھے خلیفہ منتخب ہوئے) ،حضرت شیخ محمد احمد مظہر صاحب،حضرت مولانا ابو العطاء جالندھری صاحب اور حضرت مولانا دوست محمد شاہد صاحب شامل تھے۔

اسمبلی کے مطالبہ پر جماعت نے ایک محضر نامہ تیار کیا اور بروقت تمام ممبرانِ اسمبلی کو پہنچا دیا لیکن کسی نے بھ اسے پڑھنا گوارا نہیں کیا جو ریفرینس دیا گیا تھا اس پر کسی نے بات نہیں کی بلکہ غیر متعلقہ امور پر وقت ضائع کرتے رہے غلط اور جھوٹے حوالے پیش کرتے رہے۔ بالآخر مورخہ 7 ستمبر کو پہلے سے طے شدہ منصوبہ کے مطابق وزیر قانون نے پاکستان کے آئین میں مندرجہ ذیل ترمیم کی تجویز پیش کی جسے فوری طور پر بلا توقف منظور کر لیا گیا

دفعہ 106 (۳) میں قادیانی جماعت اور لاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں) کا ذکر کیا جائے

اور دفعہ 106 میں ایک نئی شق کے ذریعے غیر مسلم کی تعریف درج کی جائے

مجموعہ تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 295 الف میں حس بذیل تشری حدرج کی جائے۔

تشریح: کوئی مسلمان جو آئین کی دفعہ 260 کی شق نمبر ۳ کی تشریحات کے مطابق حضرت محمد ﷺ کے خاتم النبین ہونے کے تصور کے خلاف عقیدہ رکھے یا عمل یا تبلیغ کرے وہ دفعہ ہذا کے تحت مستوجب سزا ہوگا۔متعلقہ قوانین مثلاً قومی رجسٹریشن ایکٹ 1973 اور انتخابی فہرستوں کے قوائد 1974 کے قانونی ضابطہ میں ترمیمات کی جائیں۔کچھ ہی دیر بعد یہ بل سینٹ میں پیش کیا گیا وہاں بھی اسے متفقہ طور پر منظور کر لیا گیا

جنرل ضیاء کا مارشل لاء:۔

بھٹو صاحب کو یہ خیال ہو گیا تھا کہ وہ احمدیوں کو آئینی اغراض کے لئے غیر مسلم قرار دے کر بہت ہر دلعزیز ہو گئے ہیں چنانچہ انہوں نے اپنے ساتھیوں کے مشورہ سے نئے عام انتخابات کا اعلان کر دیا انکا خیال تھا کہ اسکارنامے کی وجہ سے انکی پارٹی اکثریت میں جیت جائے گی چنانچہ بھٹو صاحب نے عام انتخابات کرانے کا اعلان کر دیا۔



انتخابات ہوئے۔جس میں حکومتی پارٹ نے بہت بے ایمانی اور دھاندلی کی۔ پاکستان پیپلز پارٹ نے ایک سو چھتیس جبکہ اپوزیشن کی پارٹیوں کے متحدہ محاذ نے چھتیس نشستوں پر کامیابی حاصل کی۔ دھاندلیوں پر اپوزیشن نے شور مچا دیا اور از سر نو انتخابات کا مطالبہ کر دیا۔ یاد رہے کہ اپوزیشن میں بڑھ چڑھ کر مطالبہ کرنے والے وہی مولوی تھے جنہوں نے جماعت احمدیہ والی آئینی ترمیم پر وزیر اعظم بھٹو سے کہا تھا کہ تم مجاہد ختم نبوت ہو اگر تم یہ ترمیم کر دو تو ہم اپنی داڑھیوں سے تمہارے جوتے صاف کریں گے انہوں نے انتخابات میں دھاندلی پر ملک گیر احتجاج شروع کر دیا۔ صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کا بائیکاٹ کر دیا۔بھٹو نے ان مولویوں کے زور کو توڑنے کی غرض سے مورخہ اٹھارہ اپریل 1977 کو ایک پریس کانفرنس کی اور ملک میں شریعت کے نفاذ کا اعلان کر دیا۔ قمار بازی، نائٹ کلب وغیرہ پر پابندی لگا دی جمعہ کے دن چھٹی کا اعلان کر دیا اسلامی نظریاتی کونسل کا احیاء نو کر دیا۔اٹھائیس اپریل 1977 کو بھٹو نے اسمبلی سے خطاب کیا لیکن احتجاجی مظاہرے زیاد زور پکڑ گئے۔ مئی میں اپوزیشن کے متحدہ محاذ سے مذاکرات کی کوشش کی گئی لیکن ناکامی ہوئی۔ چنانچہ چار اور پانچ جولائی کی درمیانی رات کو پاکستانی فوج کے چیف جنرل ضیاء الحق نے حکومت کا تختہ اُلٹ کر مارشل لاء نافذ کر دیا۔بھٹو کو گرفتار کر لیا گیا کچھ عرصہ کے بعد رہا کیا گیا مگر پانچ ستمبر کو ایک قتل کے الزام میں دوبارہ گرفتار کر لیا۔

نواب محمد احمد قصوری کا قتل:۔

قومی اسمبلی کے ایک ممبر احمد رضا قصوری تھے جو پاکستان پیپلز پارٹ کے ممبر رہے تھے انکے بھٹو صاحب سے اختلافات تھے قومی اسمبلی کے ایک اجلاس

میں بھٹو صاحب نے انہیں دھمکی دی تھی ۱۰ اور ۱۱ نومبر 1974 کی درمیانی رات احمد رضا قصوری اپنے والد نواب محمد احمد کے ہمراہ اپنی کار میں ایک شادی سے واپس اپنے گھر جا رہے تھے وہ کار کو ڈرائیو کر رہے تھے اور ان کے والد ساتھ والی سیٹ پر بیٹھے تھے والدہ اور بہن پچھلی سیٹ پر بیٹھی تھیں انکی گاڑی پر گولیوں کی بوچھاڑ شروع ہوگئی احمد رضا قصوری کو تو کوئی گولی نہیں لگی البتہ انکے والد گولیوں کی زد میں آ گئے وہ جانبر نہ ہوسکے احمد رضا قصوری نے ایف آئی آر میں بھٹو صاحب کا نام درج کرانے پر اصرار کیا اور کہا کہ مجھے بھٹو نے اسمبلی میں دھمکی دی تھی کہ اب میں تمہیں برداشت نہیں کرسکتا۔

ذوالفقار علی بھٹو کو پھانسی :۔

چنانچہ جنرل ضیاء الحق جو بھٹو کی وزارت عظمٰی میں اپنی وفاداری کا اظہار کیا کرتا تھا اور جسے بھٹو نے کئی سینئر جرنیلوں کو نظر انداز کرکے آرمی کا چیف بنایا تھا اسی کے حکم پر بھٹو کو دوبارہ گرفتار کرلیا گیا بھٹو نے اپنی وزارت عظمٰی کے زمانے میں اپنے مخالفوں کا صفایا کرنے کے لئے ایک مسلّح فورس تشکیل دی تھی جسے فیڈرل سیکورٹی فورس کا نام دیا گیا تھا اس فورس کے ڈائرکٹر جنرل مسعود محمود کو گرفتار کرکے تحقیقات کی گئی تو اسنے قبول کیا کہ بھٹو نے اسے آرڈر دیا تھا کہ احمد رضا قصوری کو قتل کر دیا جائے غلطی سے اس کا باپ گولیوں کا شکار ہو گیا یہ شخص وعدہ معاف گواہ بن گیا گیا

۲۴ اکتوبر 1977 کو لاہور ہائیکورٹ میں مقدمہ شروع ہوا پانچ ججز پر مشتمل بنچ نے مقدمہ کی سماعت کی ہائیکورٹ کے بنچ نے متفقہ طور پر بھٹو صاحب کو سزائے موت سنادی یہ امر قابل ذکر ہے کہ عدالت میں انہوں نے یہ کہا کہ کسی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ میرے عقیدے کا فیصلہ کرے کہ میں مسلمان ہوں یا نہیں وہ بھو گئے کہ اس قسم کا فیصلہ تو وہ احمدیوں کے بارے میں خود کر چکے ہیں ہائیکورٹ فیصلے کے خلاف انہوں نے سپریم کورٹ میں اپیل کی سپریم کورٹ نے ہائیکورٹ کے فیصلہ کو بحال رکھا اسکے بعد انکے وکلاء نے ریویو پٹیشن دائر کی وہ بھی مسترد ہوگئ یا انہیں خیال تھا کہ انکی حمایت میں قوم اُٹھ کھڑی ہوگی بڑے بڑے ممالک کے سربراہان نے اپیل کی کہ بھٹو صاحب کو چھوڑ دیا جائے لیکن کسی کی نہ سنی گئی چنانچہ اس فرعون صفت انسان ذوالفقار علی بھٹو کو تیرہ اور چودہ اپریل 1978 کی درمیانی شب پھانسی دے دی گئی۔

جنرل ضیاع الحق کا دور :۔

جنرل ضیاء الحق نے حکومت پر قبضہ کرتے ہی یہ اعلان کیا کہ وہ نوّے دنوں کے اندر اندر انتخابات کرا کے حکومت منتخب نمائیندوں کے حوالے کر دے گا اس کا یہ وعدہ کبھی پورا نہیں ہوا۔

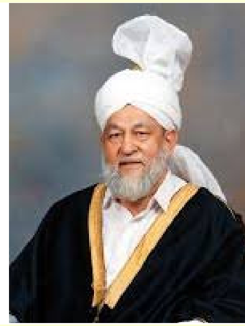
کچھ ہی عرصہ کے بعد اسنے اسلام کے نام کا غلط استعمال کرتے ہوئے ایک ریفرینڈم کرایا جس میں یہ رائے لی گئی کہ اگر لوگ اسلام کو پسند کرتے ہیں اور ضیاء کے نافذ کردہ اسلام کی کوششوں کو پسند کرتے ہیں تو اثبات میں جواب دیں اس اثبات کو وہ اپنے لئے اعتماد کا ووٹ سمجھتے ہوئے آئیندہ میعاد کے لئے صدر منتخب ہوجائے گا۔ گو اس ریفرینڈم میں بہت کم لوگوں نے حصّہ لیا لیکن بہرحال اس نے خود ہی اپنے صدارتی عہدے کی توثیق اور توسیع کرلی اسطرح اس نے ایک آمر کی حیثیت میں گیارہ سال پاکستان پر حکومت کی اس نے اپنے اقتدار کو تقویت دینے کے لئے ایک پارلیمان بھی وضع کی جسے اسلامی کرنے کے لئے ’’شورٰی‘‘ کا نام دیا بھٹو کی اسمبلی جسنے احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا تھا ان سے متعلق تحقیق کے بعد ایک وائٹ پیپر شائع کیا گیا جس میں بتایا گیا کہ اس اسمبلی کے اکثر ممبران شرابی، زانی، راشی اور بدقماش تھے۔ جنرل ضیاء اور اسکے ساتھی بھی بھٹو اور اسکے ممبران سے کسی طرح کم نہ تھے۔ تحریک پاکستان کے ایک مشہور کارکن سردار شوکت حیات خان نے اپنی کتاب میں ضیاء کے دورِ حکومت کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھا ہے :۔

ضیاء نے ہمارے لئے جو ورثہ چھوڑا ہے اس میں منوں کے حساب سے جھوٹ، دغابازی، رہائش پر بے انداز خرچ، ہر قسم کی لوٹ کھسوٹ کی آزادی، انصاف میں دخل اندازی، نااہلی کو فروغ، لالچ اور کرپشن کو ایک متعدی مرض بنانا اور مذہب میں ہشیاری کے ساتھ ہر مکتبہ فکر میں فرقہ بندی اور فرقہ پرستی کی ایسی پرورش کی کہ ایک نے دوسرے کو کافر کہنا شروع کر دیا گالی دینا اور برا بھلا کہنا ملکی ثقافت کا جزو بنا دیا۔

ضیاء الحق نے بھی بھٹو کی طرح ان مولویوں کو خوش کرنے اور ان کی تائید حاصل کرنے کے لئے (جبکہ اِن مولویوں نے قبل ازیں پاکستان کے قیام کی مخالفت کی تھی۔) جماعت احمدیہ کی مخالفت شروع کر دی حالانکہ پاکستان کی آزادی کے لئے جماعت احمدیہ نے بے حد قربانیاں دی تھیں اور اپنے خون سے اس ملک کی آبیاری کی تھی۔ بقولِ شاعر:۔

جب بھی گلستاں کو خوں کی ضرورت پڑی
سب سے پہلے ہماری ہی گردن کٹی
پھر بھی کہتے ہیں یہ اہل چمن یہ چمن ہے ہمارا تمہارا نہیں

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا وصال اور خلافتِ رابعہ کا انتخاب:۔



حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ اسلام آباد (پاکستان) میں دل کی تکلیف کی وجہ سے شدید علیل ہو گئے اور مورخہ آٹھ اور نو جون 1982 کی درمیانی شب کو اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے انا للہ و انا الیہ راجعون

10 جون 1982 کو ربوہ میں آپ کا جنازہ پڑھا گیا جس میں تقریباً ایک لاکھ افراد نے شرکت کی اسی دن مجلس انتخاب نے حضرت مرزا طاہر احمد رحم اللہ کو جماعت احمدیہ کے چوتھے خلیفہ کی حیثیت سے منتخب کر لیا۔

حضرت مرزا طاہر احمد رحمہ اللہ اپنی تبلیغی سرگرمیوں کی وجہ سے حکومت اور معاندین کی نظروں میں کھٹکتے تھے لہذا وہ یہ ہرگز پسند نہ کرتے تھے کہ آپ جماعت کے سربراہ ہوں لیکن خلیفہ تو خدا تعالیٰ بناتا ہے اسلئے دنیاوی طاقتیں اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتیں آپ کی مخالفت میں معاندین نے انتہاء کر دی 1982 کا جلسہ سالانہ بہت شاندار تھا تقریباً تین لاکھ افراد اس میں شامل تھے اس جلسہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی معرکتہ الآراء نظم پڑھی گئی جس کے اشعار نے افراد جماعت میں ایک نیا جوش اور ولولہ پیدا کر دیا۔ اس کا پہلا مشہور شعر تھا

دو گھڑی صبر سے کام لو ساتھیو آفتِ ظلمت و جور ٹل جائے گی
آہ مومن سے ٹکرا کے طوفان کا رُخ پلٹ جائے گا رُت بدل جائے گی

سعودی عرب کے بادشاہ شاہ فیصل جسے خوش کرنے کے لئے بھٹو نے جماعت کو غیر مسلم قرار دلوانے کا فیصلہ کروایا تھا خود اپنے بھتیجے کے ہاتھوں قتل ہوا سعودی عرب کے بادشاہوں کی تاریخ میں یہ پہلا اور واحد ناقابل فراموش واقعہ تھا کہ ایک بادشاہ اپنے ہی قریبی رشتہ دار کے ہاتھوں قتل ہوا۔

اسلم قریشی کا غائب ہونا:۔

ضیاء الحق نے سوچا کہ وہ اسلام کی نام نہاد خدمت میں کیوں کسی سے پیچھے رہ جائے چنانچہ اس نے ایک نہایت خطرناک خفیہ منصوبہ تیار کیا مارشل لاء ہیڈ کوارٹر میں خفی ایجنسیوں کے کارکنوں پر مشتمل ایک سیل قائم کیا جسے ''قادیانی سیل'' کا نام دیا ایک منصوبہ کے تحت قریشی اسلم جس نے صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب پر 1971 میں قاتلانہ حملہ کیا تھا اور اب مولانا بن چکا تھا اسے غائب کر دیا گیا اور شور مچا دیا کہ اس مولانا کو مرزا طاہر احمد نے اغوا کروا کے قتل کروا دیا ہے بڑے بڑے مولویوں نے قسمیں کھا کر اعلان کیا کہ قاتل مرزا طاہر احمد صاحب ہی ہیں ایک مولوی نے تو یہاں تک کہا کہ اگر مرزا طاہر احمد قاتل ثابت نہ ہوں تو مجھے چوک میں سرِ عام پھانسی دے دی جائے سارے ملک میں احمدیوں پر حکومتی سطح پر اس الزام میں سختیاں کی گئیں سیالکوٹ میں پولیس نوجوان خدام پر تشدد کرتے ہوئے کسی فرضی قبر پر لے جات اور کہتے کہ تم اقرار کر لو کہ تم نے مرزا طاہر احمد کے حکم پر اسلم قریشی کو قتل کر کے یہاں دفن کیا ہے منصوبہ یہ تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کو گرفتار کر کے اسلم قریشی کے قتل کی فردِ جرم عائد کر دی جائے اور سزا دے دی جائے اور پھر ربوہ کو فوج کے گھیرے میں لے کر خلافت احمدیہ کا انتخاب نہ ہونے دیا جائے اس طرح جماعت کو بے دستو پا کر دیا جائے۔

1983 میں لندن ہونے والی مولویوں کی ایک کانفرنس میں جنرل ضیاء نے یہ پیغام دیا کہ وہ احمدیت کے کینسر کو جڑ سے اکھیڑ پھینکے گا۔

1983 میں ہی اپوزیشن پارٹیوں (ایم آر ڈی) کی تحریک کو فوج کی مدد سے کچل دیا گیا

انٹی احمدیہ آرڈیننس 1984 کا نفاذ:۔

حضرت مرزا طاہر احمد رحمہ اللہ کے خلیفہ منتخب ہوتے ہی تبلیغی سرگرمیوں میں بہت تیزی آ گئی تھی اور لوگ کثرت سے احمدیت کی طرف مائل ہونا شروع ہو گئے تھے اس ساری صورت حال سے پاکستان کے مولوی بوکھلا گئے اور انہوں نے ضیاء الحق پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا اور اسکے ساتھ ملکر جماعت پر ایک کاری ضرب لگانے کا فیصلہ کیا چنانچہ جنرل ضیاء الحق نے مورخہ 25 اپریل کو ایک بدنام زمانہ آرڈیننس نافذ کیا جس کے مطابق کوئی احمدی کسی بھی رنگ میں اپنے آپ کو مسلمان ظاہر نہیں کر سکتا تھا۔ اسلامی اصطلاحات استعمال نہیں کر سکتا تھا ۔ مسجد کو مسجد نہیں کہ سکتا تھا اذان دینے کی اجازت نہیں تھی۔ امیرالمومنین اور صحابہ وغیرہ کے الفاظ استعمال نہیں کر سکتے تھے کلمہ طیبہ لکھنے، پڑھنے اور اسکا بیج لگانے پر سینکڑوں احمدیوں کو جیلوں میں ڈالا گیا طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں احمدیہ مساجد سے کلمہ کو کھرچ کھرچ کر توڑا گیا مساجد کے محراب اور مینار شہید کر دیے گئے حضرت امام مہدی علیہ السلام کے خلاف بدزبانی اور انتہائی بیہودہ گوئی اور افترا پردازی کی گئی۔

اس آرڈیننس کے ہوتے ہوئے خلیفہ وقت جماعت کی تربیت و اصلاح کے لئے کوئی اقدام نہ کر سکتا تھا نہ نماز پڑھا سکتا اور نہ ہی خطبہ دے سکتا تھا چنانچہ شوریٰ کے مشورہ اور بعض الٰہی اشارات کی بنیاد پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے لندن کی طرف ہجرت کی یہاں سے ساری دنیا کی جماعتوں سے براہ راست رابطہ کی صورت پیدا ہوئی احمدیوں کی تربیت اور اصلاح کے لئے خلیفہ وقت کے خطبات آڈیو کیسٹوں کے ذریعہ دنیا بھر میں بسنے والے احمدیوں تک پہنچنے لگے یہاں بھی پاکستان کے بدطینت حکمرانوں نے پیچھا نہیں چھوڑا اور یہ کوشش کی کہ اسلم قریشی کے کیس کی بناء پر واپس ڈیپورٹ کروایا جا سکے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ اس مذموم حرکت میں بھی دشمن ناکام و نامراد رہا۔ دنیا بھر میں احمدیوں پر اللہ تعالیٰ کے بے حد فضل نازل ہوئے لاکھوں کے حساب سے بیعت کر کے لوگ احمدیہ جماعت میں داخل ہوئے لندن کے قریب ہی اللہ تعالیٰ نے ایک بہت بڑا قطعہ زمین جماعت کو عطا کیا یہاں مرکز کی بنیاد رکھی گئی اور اس جگہ کا نام ''اسلام آباد'' رکھا گیا آج یہاں ایک نہایت خوبصورت بستی آباد ہے خلیفہ وقت بھی یہاں رہائش پذیر ہیں اور یہ جگہ ساری دنیا میں ایک مقدس اور محفوظ ترین مقام ہے۔

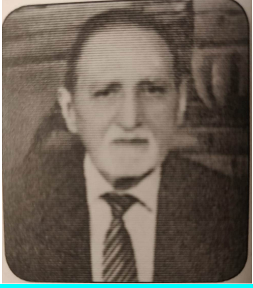
جنرل ضیاء الحق کا عبرتناک انجام اور اسلم قریشی کی برآمدگی:۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے معاندین کی مسلسل کذب بیانی اور جھوٹے پروپیگنڈہ کے پیش نظر 1988 میں مباہلہ کا چیلنج دیا۔ مباہلہ کے چیلنج کے چند دن بعد ہی اسلم قریشی جو صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب پر قاتلانہ حملے کا مجرم تھا اور حضرت امام جماعت احمدیہ پر اسکے قتل کا الزام تھا خود ہی زندہ نمودار ہو گیا اسنے ایک ٹیوی انٹرویو میں بتایا کہ وہ اپنی مرضی سے ایران چلا گیا تھا تحقیق کے مطابق اسے جان بوجھ کر غائب کیا گیا تھا تا کہ اسکے قتل کا الزام حضرت امام جماعت احمدیہ پر عائد کیا جا سکے بہرحال اسکے غائب ہونے کی وجہ سے احمدیوں کی جائدادوں کو نظر آتش کیا گیا اور ان پر مظالم کے پہاڑ توڑے گئے۔ ان پر اس نے معذرت کا اظہار کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے پاکستان کے ڈکٹیٹر جنرل ضیاء الحق کو متنبہ کیا کہ وہ احمدیوں پر ظلم سے باز آ جائے ورنہ وہ بھی دوسرے معاندین کی طرح خدا تعالیٰ کی گرفت میں آ جائے گا چنانچہ مباہلہ کے چیلنج کے صرف دو ماہ کے اندر اندر 17 اگست 1988 کو جنرل ضیاع الحق عبرت کا نشان بن گیا اسکا محفوظ ترین طیّارہ فضا میں ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور وہ اپنے ساتھیوں سمیت آگ میں جل کر خاکستر ہو گیا اس طرح خدا کے خلیفہ کی یہ بات بڑی شان سے پوری ہوئی۔ آپ نے 1984 کے ایک خطبہ میں فرمایا تھا:۔

''جماعت احمدیہ کا ایک مولیٰ ہے، زمین و آسمان کا خدا ہمارا مولیٰ ہے، لیکن میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تمہارا کوئی مولیٰ نہیں، خدا کی قسم جب ہمارا مولیٰ ہماری مدد کو آئے گا تو کوئی تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ خدا کی تقدیر جب تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کرے گی تو تمہارے نام و نشان مٹا دئے جائیں گے۔ ہمیشہ دنیا تمہیں ذلت اور رسوائی کے ساتھ یاد کرے گی۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 24 دسمبر 1984)

آج بھی پاکستان کی تاریخ میں اس شخص کا نام ذلت اور رسوائی کے ساتھ لکھا جاتا ہے فاعتبروا یااولو الابصار



چند فکر انگیز اقتباسات اور نذرانہ عقیدت

پروفیسر راجا نصر اللہ خان

نشاۃ ثانیہ کی صدی

کہنہ مشق صحافی غلام اکبر اپنے کالم ''شناخت'' میں تحریر کرتے ہیں۔

بہر حال کہنا میں یہ چاہتا ہوں کہ ہمارے لئے اپنے یعنی پیروکارانِ اسلام کے زوال کی حقیقت سے آنکھیں چرانا ممکن نہیں۔ یہ حقیقت کتنی ہی تلخ اور زہریلی کیوں نہ ہو۔ ہم اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ انیسویں صدی دنیا بھر میں ہماری مکمل رسوائی اور تذلیل کی صدی تھی۔ اس صدی میں ترکی بھی مکمل طور پر مردِ بیمار بن چکا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بیسویں صدی کے آغاز میں جب جرمنی کے ایک مشہور سکالر جوزف کیل نے اپنی تصنیف Arab Civilization میں یہ پیشگوئی کی کہ قوتِ ہلال کا گڑھا مردہ اپنی قبر سے اٹھنے والا ہے تو اس دور کے دیگر محققین اور تجزیہ کاروں نے اس کا مذاق اڑایا۔

میں پورے وثوق کے ساتھ یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ مسلمانوں کی نشاۃِ ثانیہ کی تحریک اسی صدی میں شروع ہوگی۔ جوزف کیل نے لکھا تھا۔ اور اسی صدی میں زور پکڑے گی۔ میری پیش گوئی ہے کہ اس تحریک کا آغاز افریقہ میں آباد عرب دنیا سے ہوگا۔ ماضی میں عربوں نے جو عروج پایا اسے میں Arab Civilization عرب تہذیب وتمدن کا عروج سمجھتا ہوں لیکن اب جو عروج دنیائے ہلال میں آئے گا وہ حقیقی معنوں میں اسلامی تہذیب وتمدن کا عروج ہوگا

(مطبوعہ نوائے وقت مورخہ 4 فروری 2012ء)

کعبہ بدل لیا

نوائے وقت کے کالم نویس فضل حسین راہی اپنے مضمون کالم شفق کے مضمون ''بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر'' میں لکھتے ہیں۔

ہم خدا سے شکوہ کناں تو رہتے ہیں لیکن اپنی اداؤں اور اطوار پر غور کرتے ہیں، نہ اپنے اعمال افعال اور کردار کا جائزہ لیتے ہیں۔ یہ کبھی نہیں سوچتے کہ ہم غیروں کے رحم وکرم پر کیوں ہیں؟ ان کے غیظ وغضب کا نشانہ کیوں بن رہے ہیں، اس قدر لاچار، بیکار بے بس، بے کس، مجبور ومقہور و بدنام بے نام کیوں ہیں، وجہ بڑی سادہ سی ہے، ہمارے آباء جب سر پر کفن باندھ کر دنیا میں اسم محمد ﷺ سے اُجالا کرنے نکلتے تو پہاڑ ان کے راستے کی دیوار بنتے، نہ سمندر و دریا رکاوٹ، وہ طوفان کی مانند بڑھتے چلے جاتے......

آج ہماری دنیا میں ذلت ورسوائی، پستی وبے توقیری کی ایک ہی وجہ ہے کہ ہم نے اسوۂ رسول ﷺ سے منہ موڑ کر ان سے رشتہ جوڑ لیا جن کے بارے میں قرآن اور صاحب قرآن کا ارشاد ہے ''یہ تمہارے دوست نہیں ہو سکتے۔'' جب ہم نے اپنا کعبہ ہی بدل لیا تو صاحب کعبہ سے شکوہ وشکایت کیوں؟ ہم شمشیر وسناں سے تائب، طاؤس ورباب کے قائل ہو کر رہ گئے تن آسانی کے لئے اپنا ضمیر بیچا، پھر اپنے حال پر نظر دوڑاتے ہیں تو دل کے کسی نہاں خانے میں پڑی چنگاری، تابناک ماضی کی یاد دلاتی ہے تو دل سے نکلے ہوئے الفاظ آنسوؤں کی صورت میں بہنے لگتے ہیں۔

(مضمون مطبوعہ نوائے وقت مورخہ 5 فروری 2012ء)

پتھروں کی بارش ہوتی

مضمون نگار امتیاز احمد تارڑ اپنے مضمون ''12 ربیع الاول اور غزوہ ہند'' میں تحریر کرتے ہیں۔

12 ربیع الاوّل کی پُرنور رات کو اپنی رحمتوں کی لامتناہی وسعتوں کے ساتھ اپنے پیارے محبوب کو دنیا میں بھیجا پھر انسانی تہذیب کے قرینے تبدیل ہو گئے گھپ اندھیروں کے بطن سے روشنی نے اڑان بھری اور آناً فاناً پورے عالم میں نور جگمگانے لگا شکستہ حال اور لاچار لوگوں کو سہارا ملا، یتیموں کا اکیلا پن ختم ہوا، وہ پیارا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس کی برکتیں لامتناہی، جس کے ذکر کی

رفعتیں بے کنار ہیں لاکھوں درود وسلام اس صاحب لولاک پر جس کا اُمتی ہونا ہمارے لئے خوش قسمتی کی نشانی ہے۔ یہی میرا توشہ آخرت ہے یہی میرے پاس جنت کی کلید ہے 12 ربیع الاوّل کا دن اپنے اندر محبت شفقت رحم دلی اور اخوّت کا ایسا جذبہ لے کر آتا ہے کہ بغض عداوت شکوک وشبہات اور واہموں کے سارے بادل آنکھ جھپکتے ہی چھٹ جاتے ہیں رسول اللہؐ کے اسوۂ حسنہ اور آپؐ کی تعلیمات پر عمل کرنے سے جھونپڑیوں میں رہنے والوں نے نصف دنیا پر حکومت کی......

چودہ سو سال قبل رسول اللہؐ کی آمد پر جو فتنے دفن ہو گئے تھے آج انہوں نے پھر سے سر اٹھا لیا ہے یہود ونصاریٰ وہنود چیلوں کی طرح مسلم امہ کے جسموں کو نوچ رہے ہیں لیکن ان بھیڑیوں سے بچانے والا کوئی نہیں......

حضورؐ! اگر اللہ تعالیٰ کو آپ کی ذات اقدس کا لحاظ نہ ہوتا تو ہم پہ پتھروں کی بارش ہوتی۔ ہم پہ آسمان سے آگ کا مینہ برستا بپھری ہوئی آندھیاں ہمیں پٹخا پٹخا کر مارتیں۔ ہولناک زلزلے ہمارے پاپی وجودوں کو تہہ زمین میں لے جاتے۔ سیلاب ہمیں کوڑے کرکٹ کی طرح بہا لے جاتے اور ہماری پھولی ہوئی بدبودار لاشیں عبرت کی داستان بن جاتیں۔ ہماری شکلیں مسخ کر دی جاتیں ہم پر قوم عاد وثمود کی تاریخ دہرائی جاتی۔

(نوائے وقت مورخہ 5 فروری 2012ء)

اسلامی ریاست کا منشور

پروفیسر محمد یعقوب ساحق اپنے کالم ''بہار ہو کہ خزاں......'' میں تحریر کرتے ہیں۔

10 ھ میں رسول خدا نے آخری حج ادا کیا۔ اِس موقع پر آپ نے جو خطبہ ارشاد فرمایا اِس میں اسلام کی دعوت کا خلاصہ بیان فرما دیا۔ یہ خطبہ اسلامی ریاست کا منشور ہے جو اپنی دُنیا تک اُمت مُسلمہ کی رہنمائی کرتا رہے گا۔ آپ نے عہدِ جاہلیت کے سودی لین دین کو کالعدم قرار دیا اور اِس کا آغاز گھر سے کیا۔ اِس خطاب کا ایک جملہ یہ تھا کہ میں تم میں ایک چیز چھوڑے جا رہا ہوں۔ اگر تم نے اُسے مضبوطی سے پکڑ لیا تو گمراہ نہ ہو گے، وہ کتاب اللہ ہے۔ محسنِ انسانیت، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوتی زندگی کو اس مختصر مضمون میں تفصیلی قلمبند کرنا ناممکن ہے۔ مختصر الفاظ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اِس دعوت کی حقیقی قوت تلوار نہ تھی بلکہ وہ اخلاقی قوت تھی جس سے دِل مسخر ہوتے ہیں......پھر جب اُمت مسلمہ نبیٔ برحق کی تعلیمات سے کٹ کر فرقوں میں بٹ گئی اور عُلوم وفنون پر تحقیق سے اپنا رشتہ کاٹ دیا۔ قرآن وسنت پر غور وفکر کرنا اور اُن پر عمل کرنا چھوڑ دیا تو اسلام کے دشمنوں کو کبھی رنگ ونسل اور لسانی تعصّبات کے نام پر اور کبھی علاقائیت کے عنوان سے مِلّی وحدت کے حصار پر شب خون مارنے کا موقع مل گیا اور یوں وہ اختلافات کی شکار ہو کر رفتہ رفتہ اغیار کی غلام بن گئی۔ آج 12 ربیع الاول میں آنے والی ہستی کی یاد میں مسلمان جلوس نکالتے ہیں۔ بڑے بڑے اجتماعات اور سیرت النبیؐ کی محافل میں فانوس روشن کرتے اور گھروں کو قمقموں سے سجاتے ہیں۔ اسوۂ حسنہ کو حرز جاں نہیں بناتے۔ ہمارا حکمران طبقہ مِلّی مفادات کے بجائے امریکی مفادات کا محافظ بن چکا ہے۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے دل سے ایک ہوک سی اُٹھتی ہے کہ......

وہ جو سربلند تھے ہر جگہ ہوئے سرنگوں وہ جگہ جگہ
جہاں روشنی تھی چمن چمن وہاں چار دانگ ہیں ظلمتیں

(نوائے وقت مورخہ 5 فروری 2012ء اداریہ صفحہ)

حضرت محمد مصطفیؐ کی خدمتِ اقدس میں غیر مسلم شعراء کا نذرانۂ عقیدت

ہری چند اختر

کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا
کس نے ذروں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا
آدمیت کا غرض ساماں مہیا کر دیا
اک عربؐ نے آدمی کا بول بالا کر دیا

دلورام کوثری

مجھے نعت نے شادمانی میں رکھا
کہ مصروف شیریں زبانی میں رکھا
میں لکھتا رہا نعت اور حق نے شب بھر
قمر کو مری پاسبانی میں رکھا

درگا سہائے سرور جہاں آبادی

نہیں خورشید کو ملتا ترے سائے کا پتہ
کہ بنا نور ازل سے ہے سراپا تیرا
اللہ اللہ ترے چاند سے مکھڑے کی ضیاء
کون ہے ماہ عرب، کون ہے محبوب خدا

برجموھن وتاتریہ

ہو شوق نہ کیوں نعت رسول دو سرا کا
مضموں ہو عیاں دل میں جو لولاک لما کا
پہنچایا ہے کس اوج سعادت پہ جہاں کو
پھر رتبہ ہو کم عرش سے کیوں غار حرا کا

جگن ناتھ آزاد

سلام اس پر جلائی شمع عرفاں جس نے سینوں میں
کیا حق کے لئے بے تاب سجدوں کو جبینوں میں
سلام اس ذات اقدس پر حیات جاودانی کا
سلام آزاد کا، آزاد کی رنگیں بیانی کا

بال مکند عرش ملسیانی

طوفان زندگی کا سہارا تمھی تو ہو
دریائے معرفت کا کنارا تمھی تو ہو
ہاں ہاں تمھی تو ہو دل کے دلنواز
دلدار و دل نشین و دُلارا تمھی تو ہو

شیش چند طالب دہلوی

حلقہ ہے مہ نو کا گریبان محمدؐ
ہے مطلع انوار کہ دامان محمدؐ
یہ ذات مقدس تو ہر انساں کی ہے محبوب
مسلم ہی نہیں بستہ دامان محمدؐ

بخشی شوری لال اختر

دیکھی ہے کہیں صورت زیبائے محمدؐ
پھرتا ہے نظر میں قد رعنائے محمدؐ
کیوں نام محمدؐ نہ ہو ہر وقت زباں پر
ہے سر میں سمایا ہوا سودائے محمدؐ

گرسرن لال ادیب لکھنوی

وہ صداقت کا علم بردار وحدت کا خطیب
ظہار وباطن کے سب انوار تھے جس کے قریب!
انبیا پر برتری کا تھا شرف جس کو نصیب
وہ خدا پاک و برتر نے کہا جس کو حبیب

مہاراجہ سرکشن پرشاد شاد

محمدؐ پہ دل اپنا شیدا ہوا ہے
ستارہ نصیبے کا چمکا ہوا ہے
موحد ہوں عارف ہوں صوفی ہوں پکا
مرے حال پر فضل مولا ہوا ہے

رام پرتاب اکمل

کیا شان ہے جناب رسالت مآبؐ کی
نظریں جھکی ہوئی ہیں مہ و آفتاب کی
مذہب کی زندگی کے عمل سے ملا دیا
ممنون التفات ہے، امت جناب کی

چاند بہاری لال صبا ماتھر جے پوری

خدا کا وہ نہیں ہوتا خدا اس کا نہیں ہوتا
جسے آنا نہیں ہوتا تمہارا یا رسول اللہؐ
زمین پر آن لگے خورشید محشر میں تو ان کو کیا
ہے جن پر سایہ دامن تمہارا یا رسول اللہؐ

رانا بھگوان داس بھگوان

توئی جان دو عالم، نور یزداں یا رسول اللہؐ
توئی سر وجود بزم امکاں یا رسول اللہؐ
توئی خاتم، توئی سید، توئی سرور توئی آقا
توئی سلطان عالم شاہ شاہاں یا رسول اللہؐ

(نوائے وقت 3 فروری 2012ء ملی ایڈیشن)

میثاق مدینہ پہلا تحریری آئین

معروف مضمون نگار محمد یلیین وٹو اپنے مضمون ''صرف منانا نہیں بلکہ اپنانا بھی ہے۔'' کے کالم 2 اور نمبر 3 میں لکھتے ہیں:۔

میثاق مدینہ کی صورت میں دنیا کا پہلا تحریری آئین بنا کر نبی نے مسلم اور

غیر مسلم دونوں کو امان دی اور آج یہ عالم ہے کہ ہم اتنے تنگ نظر اور کم ظرف ہو گئے ہیں کہ ہمارے ہاتھ اور زبان سے اپنے مسلمان بھائی کی عزت و جان محفوظ نہیں۔ نبی اکرمؐ کا اسوہ دیکھئے کہ نجران کے عیسائیوں کا وفد آیا نبی نے انہیں مسجد نبوی میں ٹھہرایا۔ ان کی عبادت کا وقت ہوا تو مسجد نبوی میں عبادت کی اجازت مرحمت فرمائی۔ آپ کی رواداری اور برداشت کا نمونہ دیکھئے کہ غنیم میں ایک غیر مسلم لڑکی لائی گئی کہ جس کے سر پر چادر نہ تھی۔ نبی نے اپنی چادر اوڑھا دی صحابہؓ حیران ہوئے تو نبی نے فرمایا وہ غیر مسلم سہی مگر بیٹی ہے۔ اور ہمارا عمل دیکھئے کہ چادر چار دیواری کا تقدس موجود نہیں۔

نبی اکرم کی عالی ظرفی دیکھئے کہ فتح مکہ کے بعد جب بدلہ لے سکتے تھے اپنے چچا حمزہ کے قاتل کو نہ صرف معاف کیا بلکہ طائف کا نگران بنا کر بھیجا۔ وجہ یہ نہیں کہ اسے دیکھ کر شہید چچا یاد آئیں گے بلکہ وجہ یہ کہ اسے سامنا کرتے ہوئے شرمندگی نہ ہو۔ ذرا بتایئے کہ اس قدر عظیم المرتبت، روادار، کشادہ دل، اعلیٰ ظرف، بہادر، غیرت منداور امن پسند رہبر سے ہمیں نظریں ملانے کی سکت ہے! ان کا اُمتی ہونے کا حق جتانے سے پہلے ہمیں اُمتی ہونے کا فرض سمجھنا ہو گا۔ چھوٹے پن، تنگ نظری، سخت دلی، بغض، کینہ کم علمی، کوتاہ اندیشی اور بد دیانتی کو خیر باد کہنا ہوگا تب نہ صرف ہم یوم عید میلاد منائیں گے بلکہ اپنائیں گے بھی۔

بزرگ شاعر پروفیسر عنایت علی خان کی نعت کے شعر میں ہمیں اور آپ کو سوچنے اور عمل کرنے پر مجبور کرتے ہیں......

کسی غمگسار کی محنتوں کا یہ خوب میں نے صلہ دیا
جسے میرے غم نے گھلا دیا اسے میں نے دل سے بُھلا دیا
میں تیرے مزار کی جالیوں کی ہی مدحتوں میں مگن رہا
تیرے دشمنوں نے ترے چمن میں خزاں کا جال بچھا دیا
تیرے ثور و بدر کے باب سے میں ورق الٹ کر گزر گیا
مجھے صرف تیری روایتوں کی حکایتوں نے مزا دیا
تیرے حسن خلق کی اک رمق میری زندگی میں نہ مل سکی
میں اسی میں خوش ہوں کہ شہر کے در و بام کو تو سجا دیا
تیرا نقشِ پا تھا تو رہ نما تو غبار راہ تھی کہکشاں
اسے کھو دیا تو زمانے بھر نے ہمیں نظر سے گرا دیا

(مطبوعہ نوائے وقت مورخہ 7 فروری 2012ء)

جذبات مسرت

عبدالسلام اسلام



ہم جن کو ڈھونڈتے رہے قلبِ حزیں کے ساتھ
جلوہ نما ہوئے ہیں وہ طرزِ حسیں کے ساتھ

کچھ دیر تک رہا تھا جو بادل کی اوٹ میں
نکلا ہے ماہتاب پھر تاب جبیں کے ساتھ

رعنائیاں ہیں ان کی پھر بامِ عروج پر
تکنے لگے ہیں پھر ہمیں چشم حسیں کے ساتھ

ظاہر کے ہے وجود سے بزم جہاں سجی
زینت انگشتری کی ہے جیسے نگیں کے ساتھ

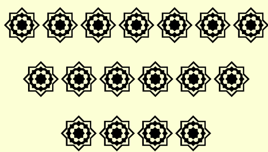
اُڑتی ہے ان کی آہ سے ہر آن ظلمتیں
ہے جن کے دل کا رابطہ عرش بریں کے ساتھ

کر پیش ان کے سامنے نذرانہ اشک کا !
جا ان کی بارگاہ میں درثمیں کے ساتھ

ہتھیار پھینک دے پرے اللہ پہ رکھ نظر
تسخیر کر جہاں فقط کار جبیں کے ساتھ!

کھل جائیں تیری آنکھ پر اسرار آسماں
چھو جائے گر جبیں تری خاک زمیں کے ساتھ

بیمار تھا مسیحا تو تڑپے تھے ہم ضرور
شافی کو دیکھتے رہے نور یقیں کے ساتھ





تعارف کتاب۔ احمدیت کا پیغام
حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ (ادارہ)



آنحضرت ﷺ کے سچے عاشق اور ادنیٰ غلام حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر اس دور کے نبی ہونے کا اعلان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہی کی راہنمائی اور تائید و نصرت سے آپؑ نے اسلام کی سربلندی اور عالمگیر غلبہ کے لیے جماعت احمدیہ کی بنیاد ڈالی جو حقیقی اسلام کی علمبردار تھی۔ اس جماعت نے اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کو دنیا میں پھیلا دیا۔ قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کے ایسے دلائل دیے کہ غیروں کے منہ بند ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ جماعت احمدیہ کو اسی لیے قائم فرمایا کہ یہ جماعت ایسی ہو جیسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار فرمائی تھی تا کہ اس آخری زمانہ میں یہ جماعت اسلام، قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی اور عظمت پر بطور گواہ ٹھہرے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: خدا تعالیٰ نے اس سلسلہ کو اس لیے قائم کیا ہے تا وہ اسلام کی سچائی پر زندہ گواہ ہو (ملفوظات جلد دوم صفحہ 27)

جماعت احمدیہ کے مخالفین عام مسلمانوں کو دیگر جھوٹی باتوں اور بے بنیاد الزامات کے علاوہ یہ کہہ کر بھی جماعت کے خلاف ورغلاتے اور اس کو ماننے کی بجائے غلط سمت کی طرف لے جانے کی کوشش کرتے ہیں کہ احمدیت اسلام سے الگ کوئی نیا دین ہے اور نعوذ باللہ حضرت مسیح موعودؑ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے مقابل نئی نبوت بنا لی ہے اور ختم نبوت کا انکار کیا ہے۔ سو یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی ختم نبوت کے سب سے بڑے داعی اور اس کے ماننے والے تھے اور کوئی بھی ختم نبوت کے اصل معنوں کو مد نظر رکھتے ہوئے آپؑ کی طرح اتنی گہرائی سے اسے نہیں مان سکتا۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: ہمیں اللہ تعالیٰ نے وہ نبی دیا، جو خاتم المومنین، خاتم العارفین اور خاتم النبیین ہے اور اسی طرح پر وہ کتاب اس پر نازل کی جو جامع الکتب اور خاتم الکتب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو خاتم النبیین ہیں اور آپ ﷺ پر نبوت ختم ہو گئی۔ تو یہ نبوت اس طرح پر ختم نہیں ہوئی جیسے کوئی گلا گھونٹ کر ختم کر دے۔ ایسا ختم قابل فخر نہیں ہوتا، بلکہ رسول اللہ ﷺ پر نبوت ختم ہونے سے یہ مراد ہے کہ طبعی طور پر آپ ﷺ پر کمالات نبوت ختم ہو گئے۔ یعنی وہ تمام کمالاتِ متفرقہ جو آدمؑ سے لے کر مسیح ابن مریم تک نبیوں کو دیے گئے تھے۔ کسی کو کوئی اور کسی کو کوئی۔ وہ سب کے سب آنحضرت ﷺ میں جمع کر دیے گئے اور اس طرح پر طبعاً آپ ﷺ خاتم النبیین ٹھہرے اور ایسا ہی وہ جمیع تعلیمات، وصایا اور معارف جو مختلف کتابوں میں چلے آئے ہیں، وہ قرآن شریف پر آ کر ختم ہو گئے اور قرآن شریف خاتم الکتب ٹھہرا۔

اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین نہیں مانتے۔ یہ ہم پر افترائے عظیم ہے۔ ہم جس قوتِ یقین، معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضر ﷺ کو خاتم الانبیاء مانتے ہیں اور یقین کرتے ہیں، اس کا لاکھواں حصہ بھی دوسرے لوگ نہیں مانتے اور ان کا ایسا ظرف ہی نہیں ہے۔ وہ اس حقیقت اور راز کو جو خاتم الانبیاء کی ختم نبوت میں ہے، سمجھتے ہی نہیں ہیں۔ انہوں نے صرف باپ دادا سے ایک لفظ سنا ہوا ہے، مگر اُس کی حقیقت سے بے خبر ہیں اور نہیں جانتے کہ ختم نبوت کیا ہوتا ہے اور اس پر ایمان لانے کا مفہوم کیا ہے؟ مگر ہم بصیرت تام سے (جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے) آنحضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ:227۔228)

قیام پاکستان کے بعد حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے جہاں جماعت احمدیہ کے نئے مرکز ربوہ کی بنیاد ڈالی وہاں جماعت کی تعلیم وتربیت کی طرف بھی توجہ فرمائی۔ جب مخالفین جماعت نے یہ پروپیگنڈا کیا کہ احمدی ختم نبوت کے منکر ہیں، ان کا کلمہ اور ہے، یہ جہاد کے منکر ہیں، حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ ان میں سے کوئی بات بھی صحیح نہ تھی محض جھوٹ کا پلندہ اور بے بنیاد الزامات تھے۔ اس موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے مخالفین کے ان بے بنیاد الزامات اور غلط فہمیوں کا جواب دینے کے لیے ایک مضمون بعنوان احمدیت کا پیغام تحریر فرمایا جس میں آپ نے نہایت مدلل رنگ میں اور مختصر انداز میں ان بے سروپا باتوں کا جواب عطا فرمایا تھا۔ حضرت مصلح موعود کا یہ خاص مضمون مورخہ 31۔ اکتوبر 1948ء کو جماعت احمدیہ سیالکوٹ کے جلسہ سالانہ میں حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب نے پڑھ کر سنایا۔ یہ مضمون ٹریکٹ کی صورت میں صیغہ نشر واشاعت ربوہ نے شائع کیا نیز روزنامہ الفضل جو ان دنوں لاہور سے شائع ہوتا تھا، کی مورخہ 6 نومبر 1948ء کی اشاعت کے صفحہ 2 تا 9 اور بقیہ ایک کالم صفحہ 12 پر شائع ہوا ۔مضمون کے آخر پر حضور نے اپنا نام مرزا محمود احمد امام جماعت احمدیہ رقم فرمایا اور 48.10.27 کی تاریخ لکھی۔اس کے بعد اس عظیم مضمون کے 14 ایڈیشنز کتابی صورت میں قادیان سے شائع ہوئے۔ 15واں ایڈیشن نظارت نشر واشاعت صدر انجمن احمدیہ قادیان نے نومبر 2014ء کو شائع کیا ۔ اس دوران جب حضرت مصلح موعود کے علمی کارناموں یعنی مضامین ، تحریرات ،تصانیف اور تقاریر کو فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ کے زیر اہتمام انوارالعلوم کے نام سے جمع کیا گیا تو اس کتاب یعنی احمدیت کا پیغام کو انوارالعلوم جلد 20 میں پانچویں نمبر پر سجایا گیا۔ حضرت مصلح موعود جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے علوم ظاہری وباطنی سے پر کیا گیا تھا آپ کے دیگر علمی اور تحقیقی کارناموں کے ساتھ یہ کتاب بھی ایک نایاب اور نادر تحفہ ہے جس میں اس سوال کہ جماعت احمدیہ کیا ہے اس کو کس غرض سے قائم کیا گیا ہے کا مدلل اور بہترین انداز میں جواب عنایت فرمایا گیا ہے۔ یہ کتاب سچے دین کی کھوج میں رہنے والے نیک فطرت، زیر تبلیغ افراد، نومبائعین اور آج کے دور کی نئی احمدی نسل کے لیے بہت اہم اور مفید ہے۔ جماعت احمدیہ کے عقائد، تعلیمات اور مقاصد پر مشتمل یہ مفید کتاب ہر احمدی کو زیر مطالعہ رکھنی چاہیے۔ خاص طور پر نوجوانوں اور داعیان الی اللہ کو تو ضرور اس کے علمی نکات کو بغور پڑھنا چاہیے بلکہ نوٹس بھی لینے چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے کما حقہ فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے کتاب کے آغاز میں اُن لوگوں کو جو عدم علم اور ناواقفیت کی وجہ سے بہت سی سنی سنائی باتوں پر یقین کر لیتے ہیں۔ ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ میں پہلے انہی لوگوں کی واقفیت کے لیے کچھ باتیں کہنی چاہتا ہوں جو عدم علم اور ناواقفیت کی وجہ سے احمدیت کے متعلق مختلف قسم کی غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں۔(صفحہ 3) اس کے بعد حضور نے دلائل سے ثابت فرمایا کہ احمدیت کوئی نیا مذہب نہیں ہے۔

آگے چل کر حضرت مصلح موعود نے احمدیوں کے متعلق ان تمام شکوک کا ازالہ فرمایا ہے جو ناواقف گروہ اپنے خیال میں بنائے بیٹھے ہیں۔ ختم نبوت کے متعلق احمدیوں کا عقیدہ بیان کرنے کے بعد حضور نے قرآن کریم کے ہر لفظ پر ایمان رکھنے کے حوالے سے اپنا عقیدہ تفصیل سے ارشاد فرمایا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے قرآن شریف کو کامل شریعت قرار دیا ہے، فرماتے ہیں: میرا دل ہرگز نہیں مان سکتا کہ قرآن شریف کے بعد اب کوئی اور شریعت آسکتی ہے، کیونکہ وہ کامل شریعت اور خاتم الکتب ہے۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 490)

جنت، جہنم، نجات کس کو ملے گی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش کس کے حصے میں آئے گی اس حوالے سے احمدیوں کے بارے میں جو غلط فہمیاں پھیلائی گئی ہیں۔ اس دقیق مسئلہ کو حل کرتے ہوئے حضور نے نہایت اختصار کے ساتھ اور آسان طریقے سے جماعت کا موقف یوں بیان فرمایا ہے: ہمارا ہرگز یہ عقیدہ نہیں کہ احمدیوں کے سوا باقی تمام لوگ جہنمی ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی احمدی ہو اور وہ جہنمی ہو جائے جس طرح یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی احمدی نہ ہو اور وہ جنت میں چلا جائے کیونکہ جنت صرف منہ کے اقرار کا

نتیجہ نہیں۔ جنت بہت سی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے نتیجہ میں ملتی ہے۔ اسی طرح دوزخ صرف منہ کے انکار کا نتیجہ نہیں بلکہ دوزخ کا شکار بننے کے لیے بہت سی شرطیں ہیں۔ کوئی انسان دوزخ میں نہیں جا سکتا جب تک اس پر حجت تمام نہ ہو۔.....نجات کے متعلق ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ہر وہ شخص جو صداقت کے سمجھنے سے گریز کرتا ہے اور یہ کوشش کرتا ہے کہ صداقت اس کے کان میں نہ پڑے تا کہ اسے ماننی نہ پڑے یا جس پر حجت تمام ہو جائے مگر پھر بھی ایمان نہ لائے خدا تعالیٰ کے نزدیک قابل مواخذہ ہے لیکن ایسے شخص کو بھی اگر خدا تعالیٰ چاہے تو معاف کر سکتا ہے اس کی رحمت کی تقسیم ہمارے ہاتھ میں نہیں۔ ایک غلام اپنے آقا کو سخاوت سے باز نہیں رکھ سکتا۔ خدا تعالیٰ ہمارا آقا ہے اور ہمارا بادشاہ ہے اور ہمارا خالق ہے اور ہمارا مالک ہے۔ اگر اس کی حکمت اور اس کا علم اور اس کی رحمت کسی ایسے شخص کو بھی بخشنا چاہے جس کی عام حالات کے مطابق بخشش ناممکن نظر آتی ہو تو ہم کون ہیں جو اس کے ہاتھ کو روکیں اور ہم کون ہیں جو اس کو بخشش سے باز رکھیں۔

بعض لوگ اس وہم میں مبتلا ہیں کہ احمدی حدیثوں کو نہیں مانتے، یہ بات غلط ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس حوالے سے بھی تفصیلی عقیدہ بیان فرمایا ہے۔ (صفحہ 16)

تقدیر پر ایمان کے بارے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس کتاب میں فرماتے ہیں: احمدی لوگ تقدیر کے ہرگز منکر نہیں۔ ہم لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ خدا تعالیٰ کی تقدیر اس دنیا میں جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گی اور اس کی تقدیر کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ (صفحہ 18)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اس سوال کا جواب بھی عنایت فرمایا ہے کہ نئی جماعت بنانے کی کیا وجہ ہے؟

حضرت مصلح موعودؓ نے بہت مقفع مسجع اور مبسوط انداز میں دلائل کے ساتھ اس سوال کا تفصیلی جواب بھی دیا ہے کہ احمدیوں کو دوسری جماعتوں سے علیحدہ رکھنے کی کیا وجہ ہے یہ جواب اس کتاب کے صفحہ 31 تا 45 پر پھیلا ہوا ہے۔ اس سوال کے سیر حاصل جواب کے بعد فرماتے ہیں: حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیشہ ہی دنیا کے سامنے یہ بات پیش کی کہ میں اپنے ساتھ ہزاروں دلائل رکھتا ہوں لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر تمہاری ان دلائل سے تسلی نہیں ہوتی تو نہ میری سنو اور نہ میرے مخالفوں کی سنو، خدا تعالیٰ کے پاس جاؤ اور اس سے پوچھو کہ آیا میں سچا ہوں یا جھوٹا ہوں۔ اگر خدا تعالیٰ کہہ دے کہ میں جھوٹا ہوں تو بے شک جھوٹا ہوں لیکن اگر خدا تعالیٰ یہ کہے کہ میں سچا ہوں تو پھر تمہیں میری سچائی کے قبول کرنے سے کیا انکار ہے؟

اے عزیزو! یہ کتنا سیدھا اور راستبازی کا طریقِ فیصلہ تھا۔ ہزاروں نے اس سے فائدہ اٹھایا اور تمام وہ لوگ جو اس طریقِ فیصلہ کو اب بھی قبول کریں، اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اس طریقِ فیصلہ میں درحقیقت یہی حکمت کارفرما تھی کہ آپ سمجھتے تھے کہ دین دنیا پر مقدم ہے۔ (صفحہ 45)

کتاب کے آخری حصہ میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ رقمطراز ہیں: خلاصہ کلام یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا طریق اپنی جماعت کے لیے بھی کھولا اور اپنے منکروں کے سامنے بھی اس طریق کو پیش کیا۔ ہمارا خدا ایک زندہ خدا ہے، وہ اب بھی کارخانہ عالم چلا رہا ہے، دنیا کا بھی اور دین کا بھی۔ ایک مومن کے لیے ضروری ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ اس سے تعلق پیدا کرے اور اس کے قریب ہوتا چلا جائے اور وہ شخص جس پر ہدایت ظاہر نہیں ہوئی اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ خدا تعالیٰ سے ہی روشنی چاہے اور اس کی مدد سے حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کرے، پس اصل کام اور اصل پیغام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہی تھا کہ وہ دنیا کی اصلاح کریں اور بنی نوع انسان کو پھر خدا تعالیٰ کی طرف لے جائیں اور جو لوگ خدا تعالیٰ کے ملنے سے مایوس ہیں ان کے دلوں میں خدا تعالیٰ کی ملاقات کا یقین پیدا کریں اور اس قسم کی زندگی سے لوگوں کو روشناس کریں جو موسیؑ اور عیسیٰ علیہما السلام اور دوسرے انبیاء کے زمانہ میں لوگوں کو نصیب تھی۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے آخر پر بہت محبت بھرے انداز میں احمدیت میں آنے کی دعوت دی ہے، فرماتے ہیں: آپ آئیں اور اس بوجھ کو ہمارے ساتھ مل کر اٹھائیں جس بوجھ کا اٹھانا اسلام کی ترقی کے لیے ضروری ہے۔ (صفحہ 49)

اللہ تعالیٰ ہمیں احمدیت کا یہ پیغام زیادہ سے زیادہ پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ۞۞۞۞۞۞۞



پاکستان: عطاءاللہ شاہ بخاری سے ڈاکٹر عارف علوی تک



طارق احمد مرزا

جب محترم عارف علوی صاحب، صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان نے چند ہفتے قبل حامد میر نامی صحافی کو ایک انٹرویو کے دوران توانائی کے شعبے کی انکوائری رپورٹ سے متعلق فرمایا کہ" قوم کے ساتھ ریپ نہیں بلکہ گینگ ریپ ہوا ہے" تو سوشل میڈیا میں ایک شور برپا ہو گیا کہ صدر مملکت کو ایوان صدر میں بیٹھ کر اس قسم کی لچر، بیہودہ، بازاری وغیرہ قسم کی زبان استعمال نہیں کرنا چاہیئے تھی۔

یہ شور مچانے والے بھول گئے تھے کہ عارف علوی صاحب امریکہ یا فرانس کے صدر نہیں بلکہ ان پاکستانیوں کے ہی صدر ہیں۔ جی ہاں ان کے ہی جنہوں نے انہیں صدر مملکت اور ان کی جماعت کے ایک اور ممبر کو وزیر اعظم کے عہدہ تک پہنچایا ہوا ہے۔

تنقید کرنے والوں میں زیادہ تر وہ لوگ شامل تھے جن کے اعصاب پر ہمہ وقت عورت اور جنسی تعلقات، جنسی ریپ، گینگ ریپ وغیرہ سوار رہتا ہے۔ خود اپنی روزمرہ گفتگو میں وہ سو سو بار دوسروں کو بلکہ پالتو جانوروں حتیٰ کہ دھکا سٹارٹ موٹر کاروں، شور مچاتی واشنگ مشینوں اور زنگ آلود اوزاروں تک کو ماں بہن بیٹی کی گندی گالیاں بکتے رہتے ہیں، لیکن جب صدر مملکت کی زبان سے ریپ کا لفظ سن لیا تو انہیں فٹ سے تقدیس ناموس نسواں، تہذیب و آداب اور پتہ نہیں کیا کیا یاد آ گیا۔

احقر کی رائے میں صدر مملکت محترم عارف علوی صاحب کو ان کے اس حقیقت پر مبنی بیان پر تنقید کا نشانہ بنانا ہرگز درست نہیں۔ قوم کے ساتھ اگر" یہ" نہیں ہوا تو بتائیے کیا ہوا ہے؟۔ قوم کو اپنی بہن بنا کر اس کے لیئے جہیز کا سامان جمع کرنے کا تکلف تو بہرحال اب تک کسی نے نہیں کیا، نہ ہی نکاح مسنونہ پڑھوا کر گھر کی عزت بنا کر رکھا ہے۔

ہاں، ہوا ہے تو یہ ضرور ہوا ہے کہ ہماری جڑواں بہن اس گھر سے بھاگ کر اور اپنا نام تبدیل کر کے بنگلہ دیش رکھ کر اقوام عالم کے دارالامان میں عزت کی زنگی گزارنا شروع کر چکی ہے، جبکہ ہمارے ساتھ وہ عمل جاری وساری ہے جس کی نشاندہی صدر محترم نے کی ہے۔

دراصل لوگوں کو علم ہی نہیں تھا کہ "می ٹو" کی ہیش ٹیگ مہم میں ہماری اپنی مادرِ وطن بھی شامل تھی اور ہے۔ چونکہ اس کے ہاتھ پاؤں ابھی تک بندھے ہوئے ہیں، مونہہ میں رومال بھی ٹھنسا ہوا ہے اور اس کا کوئی ٹوئٹر اکاؤنٹ بھی نہیں اس لئے آپ کو اس بیچاری کے ساتھ ہونے والی واردات (جو جاری وساری ہے) کا کوئی احساس بھی نہیں ہو سکا اور نہ ہونا ہے۔

بھلا ہو محترم ڈاکٹر عارف علوی صاحب کا جنہوں نے ایوان صدر کے اندر جا کر اس بے بس اور لاچار مادر وطن کی طرف سے اس ہیش ٹیگ کا بٹن دبانے کا فریضہ سرانجام دے دیا ہے۔

جن لوگوں کو ابھی بھی بات سمجھ نہیں آسکی ان کی خدمت میں عرض ہے کہ اگر آپ کے مقبول ترین اور جیّد عالم ہماری مادر وطن پاکستان کو" بازاری عورت" قرار دے سکتے ہیں تو اس بازاری عورت کا ریپ بلکہ گینگ ریپ نہیں ہو سکتا؟ ۔اس پر برا منانے کی بجائے اس بیچاری عورت کی مدد کریں، نہ کہ صدر مملکت کی مذمت میں ٹائم لگا کر خود کو اور دوسروں کو دھوکہ دیں کہ منہہ زبانی صدر پاکستان پر تنقید کر کے ہم نے حقوق نسواں سے متعلق اپنا کوئی نام نہاد فرض پورا کر لیا۔

واضح کر دوں کہ خاکم بدھن راقم اپنی مادرِ وطن کو کوئی نام ہرگز نہیں دے رہا (نہ میرے نزدیک کوئی عورت "بازاری" ہوتی ہے)۔ یہ نام تو اس قوم کے حضرت" امیر شریعت" سید عطاء اللہ شاہ بخاری صاحبنے اس کو دیا تھا، یہ کہہ کر کہ

": پاکستان ایک بازاری عورت ہے جس کو احرار نے مجبوراً قبول کیا ہے

(منیر انکوائری رپورٹ۔شائع کردہ نیا زمانہ پبلیکیشنز ص398)"۔

اس بیان کے خلاف آج تک کوئی بھی بپھرا ہوا متشدد محب وطن احتجاجی ہجوم یا بات کو اصطلاحاً حقوق نسواں کی طرف پھیرنے والا شمع بردار جلوس پاکستان کی سڑکوں پہ نہیں نکلا، گویا حضرت امیر شریعت کا یہ بیان اس قوم نے اسی طرح ''قبول'' کرلیا ہوا ہے جس طرح حضرت نے پاکستان کو قبول کرلیا تھا۔

بلکہ پاکستان کی تو منتخب مقننہ کے اجلاس میں اسی مبینہ ''بازاری عورت'' کے ''مجبور'' احراری شوہر حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا نام بڑے فخر سے گلا پھاڑ پھاڑ کرلیا جاتا ہے اور اس پر پوری مقننہ کی طرف سے داد و توصیف کے ڈونگرے برسائے جاتے ہیں۔

قارئین کرام ایسی کئی مثالیں موجود ہیں کہ بعض شرفاء اور خدا ترس افراد ''اُس بازار'' سے تعلق رکھنے والی عورتوں کو باعزت زندگی عطا کرنے اور ان کی تحریم و تقدیس، جس کی وہ حقدار تھیں، لوٹانے کے لئے باقاعدہ بیاہ کر اپنا بنانے اور اسے ایک گھر دینے کا ذریعہ یا باعث بنے۔لیکن حضرت امیر شریعت والی ''بازاری عورت'' کا المیہ یہ رہا ہے کہ اس کا واسطہ ایسے افراد سے ہے جو حضرت مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے الفاظ میں مندرجہ ذیل ہیں: فرمایا:'' پاکستان لاکھوں، کروڑوں ڈاکوؤں، لٹیروں، قاتلوں، زانیوں اور سخت کمینہ صفت ظالموں سے بھرا ہوا ہے۔''(ترجمان القرآن جلد 31 ص 59)

تو خود ہی اندازہ کرلیں کہ ان ''لاکھوں کروڑوں زانیوں'' نے مل ملا کر اس مبینہ ''بازاری عورت'' کا گینگ ریپ ہی تو کرنا ہے، اسے والدہ ماجدہ تو نہیں بنانا، تو صدر مملکت کے بیان پر غصہ کیسا۔

سوشل میڈیا پہ کچھ افراد نے صدر مملکت کا دفاع کرتے ہوئے درست کہا ہے کہ دراصل جس معاشرہ میں کوئی فعل یا عمل کثرت سے ہو رہا ہو تو ایسا عمل ایک روزمرہ کا محاورہ یا اصطلاح بن جاتا ہے۔اسے کسی مخصوص مظلوم طبقہ کی ہتک نہ سمجھا جائے۔

مزید سنیئے: ''مزاج شناسِ رسول'' حضرت مولانا مودودی صاحب بعد از تحقیقِ عمیق اس قوم اور معاشرہ کی مزید کیا تفصیلات جاری فرماتے ہیں:

''بازاروں میں جائیے مسلمان رنڈیاں آپکو کوٹھوں پر بیٹھی ہوئی نظر آئیں گی اور مسلمان زانی آپکو گشت لگاتے ہوئے ملیں گے۔جیل خانوں کا معائنہ کیجئیے، مسلمان چوروں، مسلمان ڈاکوؤں اور مسلمان بد معاشوں سے آپکا تعارف ہوگا۔دفتروں اور عدالتوں کا چکر لگایئے رشوت خوری، جھوٹی شہادت، جعلسازی، فریبکاری، ظلم اور ہر قسم کے اخلاقی جرائم کیساتھ آپ لفظ ''مسلمان'' جُڑا ہوا پائیں گے۔سوسائٹی میں پھریئے کہیں آپکی ملاقات مسلمان شرابیوں سے ہوگی، کہیں آپکو مسلمان قمار باز ملیں گے، کہیں مسلمان سازندوں، اور مسلمان گویّوں اور مسلمان بھانڈوں سے آپ دوچار ہونگے۔''

(مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصّہ سوم صفحہ 28،29)

تو خود ہی دیکھ لیں کہ یہ معاشرہ کس قسم کا ہے اور اس کا عام ماحول کس قسم کا ہے، اس کی روزمرہ کی اقدار اور معمولات کیا ہیں۔

پتہ نہیں اس معاشرے کو اکڑ خانی کا اتنا شوق کیوں ہے؟۔قائد اعظم نے کیا انہی "مسلمانوں" کو ایک الگ ملک بنوا کر دینا تھا؟۔

اصطلاحی، اخلاقی اور تاریخی حقائق پر تو سیر حاصل بحث ہو چکی اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا توانائی سیکٹر اور اسی طرح گنے، چینی، گندم، آٹا وغیرہ سیکٹرز کی ٹڈی دل رپورٹیں سرعام آنے کے بعد یہ ہیرا پھیریاں۔چوریاں، سینہ زوریاں، ذخیرہ اندوزیاں وغیرہ یعنی قوم کا گینگ ریپ رک جائے گا؟۔بالکل نہیں۔

مادر وطن کے معرض وجود میں آنے سے چند روز قبل گیارہ اگست 1947 کو ہمارے فادر آف نیشن نے ذخیرہ اندوزوں، بلیک مارکیٹ والوں، رشوت خوروں اور چوروں کو قبل از وقت متنبہ کرتے ہوئے بہنگِ دہل اعلان فرمایا تھا کہ ''نہیں چھوڑونگا!۔'' خود تو وہ دنیا ہی چھوڑ گئے لیکن آج تہتر برس بعد بھی ان کا خودساختہ سیاسی بیٹا عمران خان بھی اپنے ہر پیشرو کی طرح یہی نعرہ لگا رہا ہے کہ "نہیں چھوڑونگا!

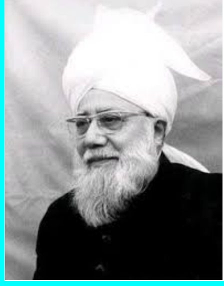
مجھے گوگل کرتے ہوئے قیام پاکستان کے دو سال بعد سنہ 1949 کی پنجاب حکومت کے محکمہ فوڈ سپلائیز کا جاری کردہ ایک اشتہار بھی ملا ہے جو لاہور کے کسی اخبار میں شائع ہوا تھا۔اس میں بھی یہی نعرہ لکھا ہوا ہے کہ ''خبردار! چور بازار والو!، ذخیرہ اندوزو! اور بد دیانت ملازمو!''۔غالباً آگے یہ لکھنا بھول گئے تھے کہ ''دیکھنا، کہیں پکڑے نہ جاؤ!۔''

قصہ مختصر یہ کہ تہتر سالہ مبینہ بازاری عورت کا مبینہ گینگ ریپ جاری وساری ہے اور رہے گا۔ پتہ نہیں اس کے نصیبوں میں بھی کوئی دارالامان لکھا گیا ہے یا نہیں؟۔☆☆☆



حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ

خلافت سے قبل اور بعد چند ایمان افروز واقعات



(خواجہ محمد افضل بٹ۔ امریکہ)

زندگی سے زندگی کا اک سفر ہے یاد ہے
مسکراہٹ پھول خوشبو کا ثمر ہے یاد ہے

مجھے کراچی سے بہت اچھی جاب کی آفر ہوئی اور میں نے والدہ صاحبہ سے کراچی جانے کی اجازت چاہی تو آپ نے کہا کہ اپنے ماموں سے بات کریں جس طرح وہ کہیں اسطرح کر لیں۔ میں نے ماموں جان سے اپنا ارادہ ظاہر کیا اور سفارشی خط دینے کا کہا تو ماموں جان حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب رضی اللہ عنہ" خالد احمدیت" نے سفارشی خط دینے سے انکار کرتے ہوئے ہدایت فرمائی کہ" کہیں باہر نہیں جانا سلسلہ کی خدمت کریں"۔ گویا میری زندگی کے راہنما حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب رضی اللہ عنہ ہیں آپ کی توجہ کی وجہ سے سلسلہ کی خدمت کی توفیق ملی اور پھر کبھی باہر جانے کا سوچا نہیں۔ صدر انجمن میں امتحان پاس کر کے جاب حاصل کی۔ الحمد اللہ

خاکسار کی ابتدائی تقرری مجلس کار پرداز میں 13 جون 1963ء کو ہوئی ابھی چند ماہ ہی کام کرتے ہوئے گزر رہے تھے کہ مکرم غلام محمد صاحب اختر ناظر دیوان کی چٹھی مکرم سیکرٹری صاحب کار پرداز کو موصول ہوئی کہ

''مکرم خواجہ محمد افضل بٹ صاحب کو فلاں دن دفتر صدر صدر انجمن احمدیہ میں انٹرویو کیلئے بھجوا دیں۔''

اس آرڈر سے واضح نہیں ہو رہا تھا کہ کس غرض کیلئے انٹرویو کیلئے بلایا ہے۔ چنانچہ خاکسار مکرم ناظر صاحب دیوان کی خدمت میں حاضر ہوا اور دفتر صدر صدر انجمن احمدیہ بھجوانے کی وجہ پوچھی تو محترم ناظر صاحب دیوان نے فرمایا کہ ایک آسامی پر کرنے کیلئے خوشخط ہینڈ رائٹنگ اور خدمت سلسلہ کا جذبہ رکھنے والے کارکنان کا انٹرویو حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر صدر انجمن احمدیہ کریں گے۔ اس غرض کیلئے صدر انجمن احمدیہ سے چند کارکنان کو بھجوانے کی ہدایت ہے۔

خاکسار حسب ہدایت وقت مقررہ پر دفتر صدر پہنچ گیا۔ خاکسار جس وقت دفتر صدر پہنچا تو پہلے سے 5۔6 کارکن انٹرویو کیلئے موجود تھے۔ انٹرویو شروع ہوا تو مجھے تیسرے نمبر پر بلایا گیا۔

حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ جلالی شان کے ساتھ کرسی پر تشریف فرما تھے اور مجھے کرسی پر بیٹھنے کا ارشاد ہوا۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے میرا نام دریافت فرمایا اور ساتھ ہی کاغذ اور پنسل دے دی اور فرمایا کہ میں اردو اور انگلش میں لکھوں کہ ''میں لاہور جا رہا ہوں۔''

حسب ارشاد خاکسار نے لکھ کر کاغذ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اور مجھے سلیکٹ کر لیا گیا۔ باقی کارکنوں کو بغیر انٹرویو واپس اپنے اپنے آفس بھیج دیا گیا اس طرح خاکسار کا تبادلہ دفتر صدر کر دیا گیا۔

جب باقاعدہ دفتر صدر جائن کر لیا تو حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے پاس بلایا اور چند نصائح فرمائیں اور ارشاد فرمایا کہ رائٹنگ پیڈ لیکر آؤں حسب ہدایت رائٹنگ پیڈ لیکر آپکی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے پہلا سبق جو دیا وہ استفادہ عام کے لئے پیش ہے۔

آپ نے فرمایا کہ چٹھی لکھتے وقت سب سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھیں پھر آپ نے اپنی رنگشت شہادت کاغذ پر رکھتے ہوئے فرمایا کہ یہاں پر مکرم محترم لکھ کر نام لکھیں اس سے نچلی والی لائن میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ لکھیں۔ پھر اس سے نچلی والی لائن میں تحریر لکھنی شروع کریں تو ابتداء تھوڑی جگہ چھوڑ کر شروع کریں اور لائن سیدھی رکھیں۔ البتہ لائن کا آخری حصہ تھوڑا سا اوپر کو چلا جائے نیچے کو نہیں جانا چاہئے۔

نمونہ تحریر ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرم و محترم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

امید ہے کہ آپ بفضل تعالی خیریت سے ہونگے۔

میں کوشش کرتا ہوں کہ جب کبھی کسی کو خط/چٹھی لکھوں تو اس ہدایت پر عمل کروں۔آپ رحمہ اللہ تعالی جب کوئی تحریر لکھواتے تو آپ رحمہ اللہ تعالی میری تحریر پر نظر شفقت رکھتے اور شاباش دیتے گو میرے حوصلہ کو بلند رکھتے۔یقینا عظیم شخصیت کا سمجھانے کا انداز میرے لئے حوصلہ کا باعث تھا۔اس طرح میری تحریر میں دن بدن نکھار پیدا ہوتا گیا۔

حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالی کو احمدی احباب دعا کیلئے خطوط لکھتے تھے اسی طرح بعض اپنی خواب تحریر کر کے تعبیر کے بارے پوچھتے تھے آپ بعض مرتبہ خط پر ہی جواب لکھ دیتے تھے اور بعض مرتبہ جوابی خطوط تحریر کرنے کیلئے مجھے کہتے۔

ایک بچی کی خواب کی تعبیر

ایک بچی جو غالبا لاہور سے تھی،اس نے اپنی خواب تحریر کر کے اسکی تعبیر پوچھی تھی۔حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالی نے اس بچی کو جو خواب کی تعبیر لکھی وہ میرے لئے ازدیاد ایمان کا باعث تھی آپ سب سے شیئر کرنا چاہتا ہوں۔بچی نے اپنے خط میں لکھا کہ

”میں نے خواب دیکھی کہ میں حاملہ ہوگئی ہوں اور بہت ہی پریشان اور گھبراہٹ میں ہوں اور اللہ تعالی کو کہتی ہوں کہ یا اللہ میں شادی شدہ ہوں نہ مجھے کسی نے چھوا ہے اور نہ میری کسی غیر مرد سے دوستی ہے۔

اسی پریشانی میں میری آنکھ کھل گئی اور گھبراہٹ پریشانی میں نیند بھی نہیں آرہی تھی بلکہ کئی روز تک سوجھی نہ سکی اور نہ ہی اپنے والدین سے ذکر کرسکی اور سوچ رہتی تھی کہ کن سے اس بارہ ذکر کروں اچانک میری توجہ آپ کی طرف گئی۔خدارا مجھے اسکی تعبیر لکھیں۔میں بہت پریشان ہوں۔

حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالی صدر صدر انجمن نے مجھے جو اس خواب کی تعبیر لکھوائی وہ کچھ اس طرح تھی۔

”خواب بہت مبارک ہے۔آپ کے قریبی رشتہ دار کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا۔“

سبحان اللہ،سبحان اللہ مجھے یاد پڑتا ہے کہ اس بچی کا دوماہ کے بعد خط آیا تھا کہ تعبیر کے مطابق ہمارے قریبی رشتہ دار کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے اس بچی نے بڑی خوشی کا اظہار کیا تھا اور بچی نے اس خواب کے بارے میں اپنے خاندان اور والدین کو بتلایا تھا سب بہت خوش تھے۔

اللہ تعالی کے فضل سے خاکسار کے سپرد جو کام کیا گیا اس کو شوق اور لگن کے ساتھ بطریق احسن ادا کرتا رہا۔

حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالی میرے ساتھ بہت شفقت اور پیار فرماتے تھے بعض اہم کام کرنے کا ارشاد کرتے اور میرے کام سے بہت مطمئن ہوتے تھے اور اعتماد کرتے اور آپ رحمہ اللہ تعالی نے کئی موقعوں پر برملا اظہار بھی فرمایا۔الحمد اللہ

اللہ تعالی کے فضل سے دفتری امور بہترین طریقے سے سرانجام پارہے تھے اس کے ساتھ ساتھ تنظیمی طور پر بھی خدمت کی توفیق مل رہی تھی۔

دوران ملازمت صدر صدر انجمن،احمد نگر نزد ربوہ رہائش پذیر تھا اور کام پر احمد نگر سے سائیکل پر آیا کرتا تھا۔ان دنوں خاکسار کو بطور ناظم اطفال تحصیل خدمت کی توفیق مل رہی تھی۔اللہ تعالی کے فضل سے خصوصا مجلس اطفال الاحمدیہ احمد نگر،عموما تحصیل کے حلقہ جات کے اطفال بہت عمدہ کارکردگی دکھلا رہے تھے۔مرکز بھی ہمارے کام کو سراہتا تھا۔مجلس اطفال الاحمدیہ احمد نگر کے سیکرٹریان اپنے اپنے شعبہ کے کام کو دن رات ایک کر کے مثالی بنانے میں مصروف عمل تھے۔والدین کا تعاون بھی مثالی تھا۔

خاکسار اس کا تفصیلیذ کر نہیں کرنا چاہتا کیونکہ مکرم اعجاز احمد ملک صاحب کے مضمون بعنوان”میں جب طفل تھا“میں ذکر ہو چکا ہے۔یہ مضمون”ماہنامہ بادشال کینیڈا جون 2019ء جلد:1 شمارہ:6“میں شائع ہو چکا ہے۔

مجلس اطفال الاحمدیہ احمد نگر کی خواہش تھی کہ تین روزہ اجتماع اطفال الاحمدیہ بطرز مرکزی اجتماع منعقد کیا جائے۔چنانچہ اس اجتماع کے انعقاد کی منظوری حضرت صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ سے حاصل کی گئی اور اس اجتماع کے افتتاح کی بھی درخواست کی گئی جو بخوشی قبول کر لی گئی۔اختتامی خطاب کیلئے حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ کو ملنے رہائش گاہ کوٹھی تعلیم الاسلام کالج پہنچا اور آپ سے اختتامی

خطاب وتقسیم انعامات کی درخواست کی تو آپ رحمہ اللہ تعالی نے مصروفیات کے باعث معذرت کا اظہار کیا۔اس پر خاکسار نے عرض کیا کہ مجلس اطفال الاحمدیہ احمد نگر و دیگر حلقہ جات کے اطفال اور احباب جماعت احمد نگر کی دلی تمنا ہے کہ آپ ہمارے اجتماع میں شمولیت فرما کر رونق بخشیں۔اگر آپ نے ہماری درخواست قبول نہ فرمائی تو اطفال الاحمدیہ اور جماعت احمدیہ احمد نگر کے احباب بہت مایوس ہونگے۔یقینا آپ کے اس ادنی کارکن کے دل کو بھی ٹھیس پہنچے گی۔خاکسار کے اس بیانیہ کے بعد آپ رحمہ اللہ تعالی نے از راہ شفقت خاکسار کی درخواست کو قبول کیا اور اجتماع کی اختتامی خطاب اور تقسیم انعامات کی رضامندی فرمادی۔ اور تین روزہ اجتماع اطفال الاحمدیہ احمد نگر کا انعقاد پوری شان وشوکت سے شروع ہوگیا۔

افتتاح

اجتماع اطفال الاحمدیہ کا افتتاح حضرت صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے کیا۔پروگرام کے مطابق تینوں دن جماعت احمدیہ کے علماء کرام کی تقاریر کامیابی کے ساتھ ہوتی رہیں۔تیسرے روز کا آغاز بھی حسب سابق نماز تہجد،نماز فجر کے ساتھ ہوا اس روز بعد دوپہر حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا اختتامی خطاب تھا۔

وفد کی ربوہ روانگی

حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالی کو ربوہ سے لانے کیلئے وفد کی ربوہ روانگی ہوئی۔اس وفد میں مکرم مولوی محمد اسلم بٹ صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ،مکرم ناصر احمد صاحب ظفر اور خاکسار خواجہ محمد افضل بٹ ناظم اطفال الاحمدیہ شامل تھے۔حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالی اور آپکے ہمراہ حضرت مولانا احمد خان نسیم صاحب المعروف دیہاتی مبلغ،ناظر اصلاح وارشاد مقامی،مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ احمد نگر پہنچے۔

حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالی کا عظیم الشان استقبال

جب آپ احمد نگر لاری اڈا پہنچے تو آپ کا سینکڑوں لوگوں نے پر جوش خیر مقدمی نعروں سے والہانہ استقبال کیا۔جماعت احمدیہ کے بزرگان،خدام الاحمدیہ، اطفال الاحمدیہ،کالج کے سٹوڈنٹ جنہوں نے کالج گاؤن پہن رکھے تھے، غیر از جماعت معززین نے حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالی کے گلے میں ہار ڈالے۔احمد نگر نعرہ تکبیر،اللہ اکبر کے نعروں سے گونج رہا تھا۔

احمد نگر کی گلیوں میں جھنڈیوں سے سجاوٹ

لاری اڈا احمد نگر سے مسجد احمدیہ تک گلیوں کو جھنڈیوں سے سجایا گیا۔حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالی جس جگہ سے گزرتے مکانوں کی چھتوں سے لجنہ اور بچیاں گل پاشی کرتیں۔لوگوں کا بہت بڑا ہجوم جوش وجذبہ،نظم وضبط سے نعرہ تکبیر۔اللہ اکبر کے فلک شگاف نعرے لگاتے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔جب مسجد احمدیہ تک پہنچا تو آپ رحمہ اللہ تعالی کا مبارک چہرہ گلاب کے پھولوں میں چھپ چکا تھا۔جو بہت حسین لگ رہا تھا۔

مسجد احمدیہ کی سجاوٹ

مسجد احمدیہ احمد نگر کو بجلی کے قمقموں،جھنڈیوں اور بینرز سے سجایا گیا تھا۔مسجد کے اطراف میں مکانوں کے مکین احباب نے اپنے اپنے مکانوں کو سجایا ہوا تھا۔

تیاری اجتماع گاہ

خطاب کا انتظام مسجد احمدیہ کے احاطہ میں کیا گیا تھا اس غرض کیلئے سٹیج تیار کیا گیا تھا جس کو خوبصورتی سے سجایا گیا۔لجنہ اماء اللہ،ناصرات الاحمدیہ کے لئے باقاعدہ پردہ کا انتظام کیا گیا تھا۔

اجتماع میں شامل ہونے والی مجالس

جن مجالس کے اطفال الاحمدیہ اجتماع میں شامل ہوئے وہ درج ذیل تھے۔احمد نگر،چنیوٹ،ڈاور،کوٹ قاضی،ٹھٹھہ چندوانکے علاوہ ربوہ اور دیگر دیہات کے اطفال،خدام بھی آئے تھے۔

حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالی کرسی صدارت پر رونق افروز

حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالی کرسی صدارت پر رونق افروز ہوتے ہی اطفال الاحمدیہ،احباب جماعت جذباتی اور عقیدت مند نعرے لگاتے رہے اور کافی دیر تک نعرہ تکبیر،اللہ اکبر کے نعرے لگتے رہے۔آپ کے ساتھ سٹیج پر حضرت مولانا احمد خان نسیم صاحب،مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب،مکرم میاں ظہور حسین صاحب کوٹ قاضی،مکرم محمد صاحب ٹھٹھہ چندو موجود تھے۔حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالی کی پشت پر مکرم محمد اسلم بٹ صاحب قائد مجلس احمد نگر،خاکسار محمد افضل بٹ ناظم اطفال الاحمدیہ احمد نگر دیگر احباب حفاظتی نقطہ نگاہ

سے حفظ ما تقدم موجود تھے۔

حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالی کا خطاب

آپ کا خطاب مختصر مگر مدلل تھا۔آپ نے اطفال کو نصائح فرمائیں کہ نمازوں کو التزام سے باجماعت ادا کرنے کی عادت بنالیں۔آپ نے پنجوقتہ نماز باجماعت ادا کرنے کی حکمت اور افادیت بیان فرمائی۔نماز با ترجمہ یاد کریں تا کہ آپ کو علم ہو کہ اللہ سے کیا مانگ رہے ہیں۔خدمت سلسلہ کو مقدم رکھیں۔

اجتماع کے انتظامات پر خوشنودی کا اظہار

آپ رحمہ اللہ تعالی نے اطفال الاحمدیہ کے اجتماع کے جملہ انتظامات،نظم وضبط،جوش وجذبہ کو بہت سراہا اور تعریف فرمائی۔آپ نے شاندار انتظامات پر انتظامیہ کی حوصلہ افزائی کی۔اسکے بعد آپ کرسی صدارت پر تشریف فرما ہوئے اور قائد مجلس خدام الاحمدیہ احمد نگر کو اپنے خیالات کا اظہار کیلئے پکارا۔

سپاسنامہ

مکرم قائد صاحب مجلس نے اپنے سپاسنامہ میں آپ رحمہ اللہ تعالی کے احمد نگر تشریف لانے پر اطفال الاحمدیہ احمد نگر،جماعت احمدیہ احمد نگر کی طرف سے شکریہ ادا کیا۔نیز کہا کہ جماعت احمدیہ احمد نگر کے مرد وزن اور بچے آپ رحمہ اللہ تعالی کی آمد سے بہت خوشی محسوس کرتے ہیں اور حوصلہ افزائی کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔آخر پر حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالی سے دعا کروانے اور اجلاس کے اختتام پذیری کی درخواست کی گئی۔

مجلس اطفال الاحمدیہ احمد نگر کیلئے انعام کا اعلان

آپ رحمہ اللہ تعالی دعا کروانے سے قبل مائیک کے سامنے تشریف فرما ہوئے اور اطفال الاحمدیہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ”میں انتظام اور نظم وضبط اور جذبہ ایمان کو دیکھ کر بہت متاثر ہوا ہوں۔میری طبیعت نے مجبور کر دیا کہ اعلان کروں کہ اگر مجلس اطفال الاحمدیہ احمد نگر اسی جذبہ کے تحت کام کرتی رہی تو مجلس انصار اللہ مرکزیہ کی طرف سے پچیس روپے سالانہ گرانٹ بطور انعام مجلس کو ملتی رہے گی۔“

نیز آپ نے مزید فرمایا کہ" پاکستان کی دیہاتی مجالس میں سے مجلس اطفال الاحمدیہ احمد نگر کو انصار اللہ مرکزیہ کی طرف سے پہلی مرتبہ مجلس اطفال الاحمدیہ کو سالانہ گرانٹ بطور اعزازی انعام دی جارہی ہے۔“

نوٹ:اللہ تعالی کے فضل سے 1965 سے یہ گرانٹ سالانہ جو بڑھ کر 300 روپے ہوگئی تھی ہر سال باقاعدگی سے مجلس اطفال الاحمدیہ احمد نگر کو ملتی رہی ہے۔اب میرے علم کے مطابق یہ گرانٹ مقامی عہدیداران حاصل نہیں کر رہے۔

تین روزہ اجتماع کا اختتام

حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالی صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ نے دعا کروائی اور تین روزہ اجتماع نہایت کامیابی وکامرانی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔

عصرانہ

حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالی اور آپ کے ہم سفر مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب ناظر دیوان،حضرت مولانا احمد خان نسیم صاحب ناظر اصلاح وارشاد مقامی المعروف دیہاتی مبلغ کی خدمت میں عصرانہ پیش کیا گیا جس میں جماعت احمدیہ کے بزرگان،عہدیداران،اجتماع کے دوران ڈیوٹی پر مامور کارکنان ،غیراز جماعت معززین جن کی تعداد 50 کے لگ بھگ تھی اس تقریب میں شمولیت فرمائی۔پروگرام کے اختتام پر سب شمولین نے حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالی سے مصافحہ کا شرف حاصل کیا۔

ربوہ واپسی

حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالی باقی معزز مہمان کرام کو ایک مقررہ انتظامیہ کے ممبران ربوہ چھوڑنے کیلئے روانہ ہوئے۔ان کے علاوہ جماعت احمدیہ احمد نگر کی ایک بہت بڑی تعداد تھی جو ساتھ روانہ ہوئی جو اپنی کاروں اور موٹر سائیکلوں پر تھی۔

الحمدللہ یہ تاریخی اجتماع اطفال الاحمدیہ احمد نگر عظیم الشان برکات کے ساتھ اختتام کو پہنچا جس کو رہتی دنیا تک اچھے الفاظ میں یاد رکھا جائیگا۔انشاءاللہ

اطفال الاحمدیہ احمد نگر کیلئے ”علم انعامی“ کا اعزاز

اللہ تعالی نے ہماری مساعی میں برکت ڈالی اور سال 1964۔1965 میں مجلس اطفال الاحمدیہ احمد نگر بہترین کارکردگی کے اعتبار سے دیہاتی مجالس میں پاکستان میں بہترین مجلس قرار پائی اور" علم انعامی" کا اعزاز پایا۔اسی طرح مجلس خدام الاحمدیہ احمد نگر دیہاتی مجالس میں بہترین کارکردگی کی بناء پر پاکستان میں دوم قرار پائی۔

1964ـ1965 میں "علم انعامی" حاصل کرنے والی مجالس کو 1965 میں منعقد ہونے والے سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے موقع پر عطاء فرمانا تھا مگر 1965 کی جنگ کی وجہ سے سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ مرکزیہ منعقد نہیں ہوسکا تھا۔ چنانچہ اس سال "علم انعامی" جلسہ سالانہ منعقدہ 20 دسمبر 1965 کے اجلاس دوم کے آغاز میں جلسہ کے بابرکت ایام میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دست مبارک سے قائد مجلس احمد نگر مکرم مولوی محمد اسلم بٹ صاحب کو مرحمت فرمایا۔ اس موقع پر خاکسار خواجہ محمد افضل بٹ ناظم اطفال الاحمدیہ احمد نگر تحصیل چنیوٹ اور مکرم شریف احمد صاحب قادیانی مربی اطفال، عہدیداران مجلس اطفال الاحمدیہ موجود تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ اور مکرم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے ساتھ مصافحہ کا شرف حاصل ہوا اور فوٹو بھی ہوئے تھے۔

اب میں اصل حوالہ تاریخ احمدیت جو اس بات پر مہر ہے پیش کرتا ہوں میں خود بھی اس پورے واقعہ کا عینی شاہد ہوں۔

"علم انعامی کا اعزاز"

1965 میں علم انعامی حاصل کرنے کا اعزاز گزشتہ سال کی طرح مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ کو حاصل ہوا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ 20 دسمبر کے اجلاس دوم کے آغاز میں چوہدری عبدالعزیز ڈوگر صاحب مہتمم مقامی مجلس خدام الاحمدیہ کو اپنے دست مبارک سے عطا فرمایا اور بارک اللہ لکم کی دعا سے بھی نوازا۔ اطفال کا علم انعامی ہرسال خدام الاحمدیہ کے مرکزی اجتماع کے موقع پر دیا جاتا تھا مگر اس سال ہنگامی حالات کی وجہ سے اجتماع منعقد نہ ہوسکا۔ اس لئے حضور نے اس موقع پر علم انعامی اول رہنے والی مجلس یعنی احمد نگر کے قائد محمد اسلم صاحب کو مرحمت فرمایا۔

(تاریخ احمدیت جلد 23 صفحہ 353ـ354 سال 1965ء)

حوالہ الفضل 26 دسمبر 1965 علم انعامی دست مبارک حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ ''علم انعامی کی مستحق مجلس''، مورخہ 20 دسمبر 1965 کو ظہر اور عصر کی باجماعت نمازوں کے جو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جمع کر کے پڑھائیں۔ حضور ایدہ اللہ کے کرسی صدارت پر رونق افروز ہونے کے بعد محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے اس امر کا اعلان فرمایا کہ امسال پاکستان کی شہری مجالس خدام الاحمدیہ میں سے کارکردگی کے لحاظ سے مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ اول۔ قرار پائی دیہاتی مجالس میں سے مجلس خدام الاحمدیہ احمد نگر دوم رہی۔ اسی طرح مجالس اطفال الاحمدیہ میں سے مجلس احمد نگر اول قرار پائی۔

اعلان فرمانے کے بعد آپ نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی خدمت اقدس میں درخواست کی کہ حضور اپنے دست مبارک سے مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ کو خلافت جوبلی علم انعامی عطا فرمائیں۔ چنانچہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہ شفقت آپ کی یہ درخواست قبول کرتے ہوئے مکرم چوہدری عبدالعزیز صاحب مہتمم مقامی مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کو مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ کی قیادت کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ بارک اللہ لکم کی دعا دیتے ہوئے اپنے دست مبارک سے علم انعامی عطا فرمایا۔

علم انعامی اطفال الاحمدیہ احمد نگر

اطفال کا علم انعامی ہرسال خدام الاحمدیہ کے مرکزی اجتماع کے موقع پر دیا جاتا ہے چونکہ امسال ہنگامی حالات کی وجہ سے اجتماع منعقد نہ ہوسکا اس لئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ کے مبارک موقع پر یہ علم اول رہنے والی مجلس یعنی مجلس احمد نگر کے قائد مکرم محمد اسلم صاحب کو اپنے دست مبارک سے عطا فرمایا اللہ تعالیٰ اس مجلس کو بھی یہ غیر معمولی اعزاز مبارک کرے اور اسے اپنا یہ خصوصی امتیاز آئندہ بھی برقرار رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(الفضل 26 دسمبر 1965 جلد نمبر 54 شمارہ 296 صفحہ 8)

چند یادیں

خلفاء کا وجود بہت ہی مبارک ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور بندوں کے درمیان ایک واسطہ کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ خلفاء کے ساتھ محبت و وفاء کے ساتھ جوڑے رہنا ایمان وایقان میں اضافہ کا باعث ہوتا ہے۔

اس عاجز کی خوش نصیبی ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے زیر سایہ کام کرنے کی توفیق ملی۔ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل واحسان ہے کہ پیارے حضور بہت پیار و محبت سے پیش آتے۔ الحمدللہ

ہمارے ایک احمد نگر کے احمدی بھائی جنہوں نے میرے خلاف بے

بنیادالزامات لگا کر اداراجات میں چٹھی لکھ دی اصل میں انہیں میری خدمت سلسلہ ہضم نہ ہوئی۔خاکسار اس واقع کی تفصیل اور تشہیر نہیں چاہتا اتنا عرض کرونگا کہ مجھے بہت پریشان کیا گیا اور میں نے ارادہ کیا کہ دفتر سے رخصت لے کر کراچی چلا جاوں۔چنانچہ میں دوماہ کی رخصت کی درخواست حضرت صدر صاحب صدر انجمن احمدیہ کو برائے منظوری دی۔آپ رحمہ اللہ تعالی نے مجھے بلایا اور فرمایا ''اتنی لمبی رخصت لے کر کیا کرنا ہے۔''

میں نے عرض کیا کہ تبدیلی آب وہوا کیلئے کراچی جانا چاہتا ہوں اور کچھ کام ہیں۔اس پر آپ رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ" میرا پروگرام کراچی جانے کا ہے میرے ساتھ چلیں۔''

چونکہ میں ذہنی دباو میں تھا اور میرے اصرار کرنے پر آپ نے ازراہ شفقت میری مشروط رخصت منظور فرمائی۔فرمایا کہ ''میرے کراچی جانے کے بعد رخصت سے استفادہ کرلیں۔''

میں نے معلوم کیا تو پتا چلا کہ انصاراللہ مرکزیہ کے تحت 26 اگست 1965 سے دو ہفتہ کیلئے کراچی اور اندرون سندھ کا دورہ ہے۔آپ رحمہ اللہ تعالی اس وقت صدر مجلس انصاراللہ مرکزیہ تھے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا ناصراحمد صاحب رحمہ اللہ تعالی اور آپ کے ہمراہ دیگر افراد ربوہ سے بذریعہ چناب ایکسپریس کراچی روانہ ہوئے تھے۔احباب جماعت آپ کو الوداع کہنے ریلوے اسٹیشن پر آئے ہوئے تھے اور لوگوں کا جم غفیر تھا، پلیٹ فارم پر تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔چناب ایکسپریس کافی دیر تک ربوہ پلیٹ فارم پر رکی رہی۔لوگ آپ رحمہ اللہ تعالی سے مصافحہ کر رہے تھے اور آپ کے نورانی چہرہ پر تبسم قابل دید تھی اور بہت ہی حسین لگ رہے تھے ریلوے اسٹیشن ربوہ کی فضائیں اللہ اکبر،نعرہ تکبیر کی فلک شگاف نعروں سے گونج رہا تھا۔آپ رحمہ اللہ تعالی کے ارشاد کی تعمیل کے بعد خاکسار اسٹیشن کے برآمدہ کے ایک پلسر کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا تھا اور محظوظ ہو رہا تھا۔پیارے حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالی کی نظر شفقت اپنے اس ادنی خادم پر پڑی، میں نے دیکھا کہ آپ رحمہ اللہ تعالی ہجوم سے گزرتے ہوئے اس عاجز کے پاس تشریف لے آئے اور مجھ سے فرمایا کہ

آپ نے کیس بارے مجھے کیوں نہیں بتلایا، وہ ۔۔۔۔میرے پاس آپ کے کیس کی فائل لے کر آئے تھے میں نے انہیں کہہ دیا تھا کہ میں اسے یعنی مجھے اچھی طرح جانتا ہوں یہ فائل لے جائیں اور ایسی الماری میں بند کریں کہ دوبارہ باہر نہ نکلے۔نیز مجھ سے فرمایا کہ اگر آپ نے اس وجہ سے چھٹی لی ہے تو کینسل کردیں۔

پیارے میاں صاحب رحمہ اللہ تعالی کا یہ ارشاد سن کر میری جان میں جان آ گئی، یہ میری زندگی کے حسین لمحات تھے جو زندگی بھر نہیں بھول سکتا۔ابھی اس کے تسلسل میں مزید اختصار سے ذکر کرونگا۔

حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالی کے کراچی تشریف لے جانے کے چند دن بعد خاکسار بھی کراچی پہنچ گیا اور احمدیہ ہال صدر کراچی میں آپ رحمہ اللہ تعالی سے ملاقات ہوئی تو آپ نے مجھے جماعتی کام کرنے کی ہدایت فرمائی حسب ہدایت کام کرتا رہا اور آپ مع دیگر افراد مورخہ 5 ستمبر 1965 شام کو تقریبا 7 بجے بذریعہ چناب ایکسپریس کراچی سے کامیاب دورہ کراچی، اندرون سندھ کے بعد واپس ربوہ تشریف لے جانے کی عرض سے روانہ ہو گئے۔

آپ رحمہ اللہ تعالی کی واپسی کے بعد خاکسار کی مکرم چوہدری احمد مختار صاحب امیر جماعت احمدیہ کراچی، مکرم مولانا عبدالمالک خان صاحب انچارج مربی سلسلہ کراچی اور مکرم چوہدری عبدالمجید صاحب جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ کراچی سے ملاقات ہوئی۔مکرم امیر صاحب کراچی نے کہا کہ جب تک آپ کراچی میں ٹھہرے ہوئے ہیں جماعتی خدمات کیلئے وقت نکالیں۔آپ کی شفقت کی وجہ سے خاکسار کو کرچی میں بھی خدمت کا موقع ملا۔الحمداللہ

مکرم چوہدری عبدالمجید صاحب جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ کراچی مجھ سے رابطہ میں رہتے تھے اور بہت شفقت کا سلوک کرتے۔ایک دن آپ نے مجھ سے پوچھا کہ کراچی آنے کا کوئی مقصد بھی تھا؟ میں نے کہا جی ملازمت کے حصول کیلئے آیا ہوں۔چنانچہ آپ نے کہا کہ ہمارے محکمہ کو سٹینو ٹائپسٹ کی ضرورت ہے کیا آپ جانتے ہیں۔میں نے کہا جی جانتا ہوں۔آپ نے مجھے ٹیسٹ دینے کا کہا تو میں نے ٹیسٹ دے دیا اور ٹیسٹ میں دوسری پوزیشن حاصل کی۔اس شعبہ کے جو انچارج تھے انہوں نے کہا کہ مجھے رکھ لیں گے اور انہوں نے مکرم چوہدری صاحب کو بھی فون کر دیا تھا۔مکرم چوہدری صاحب نے مجھے مبارکباد دی مگر یہ خوشی وقتی تھی اس پوسٹ کیلئے کسی بڑے فوجی افسر کی سفارش آ گئی اور مجھے

ملازمت نہیں ملی۔مکرم چوہدری صاحب نے انچارج صاحب کوفون کر کے بہت ناراضگی کا اظہار کیااور مجھے تسلی دی کہ میری ملازمت کیلئے نظر رکھیں گے۔

6ستمبر 1965 کو پاکستان اورانڈیا کے درمیان جنگ شروع ہوگئی مگر روزمرہ کے کام معمول کے مطابق جاری تھے میں بھی خدمت سلسلہ کی توفیق پارہا تھااور ملازمت کے سلسلہ میں جہاں کہیں پتہ چلتا انٹرویواور ٹیسٹ بھی دیتا رہا۔مگر پاکستان کے ماحول میں سفارش کے بغیر کامیابی ممکن نہیں۔

ایک روز میں نے اخبار میں پڑھا کہ فوج میں ہر محکمہ میں ضرورت ہے لوگ ملک کی خدمت کیلئے آئیں چنانچہ میں بھی بھرتی آفس پہنچ گیا لمبی لائن لگی ہوئی تھی میں بھی لائن میں لگ گیا۔دوروز تک مختلف ٹیسٹ ہوئے مثلاً میڈیکل، فزیکل،تعلیمی،ذہنی،معلوماتی ٹیسٹ وغیرہ ان سب میں اللہ کے فضل سے کامیاب ہوکرانٹرویو بورڈ کے پاس گیا۔انٹرویوبھی پاس کرلیا مگر میری خواہش کے مطابق شعبہ نہیں مل رہا تھا۔میں نے بورڈ کے سامنے انکارکردیا لیکن انہوں نے مجھے کامیابی کا سرٹیفکیٹ دے دیااورایک ہفتہ کے اندرسنٹر میں پہنچ کر رپورٹ کرنے کا کہا گیا مگر میں نہیں گیا۔

خاکسار جس وقت فارغ ہوتا تھا جماعت احمدیہ کراچی سنٹر پہنچ کرخدمت بجالاتا رہا۔ایک روز مجھے مکرم امیرصاحب کراچی کی ہدایت موصول ہوئی کہ حضرت صدرصاحب صدرانجمن احمدیہ کی ٹیلیگرام ملی ہے کہ آپ کوفوری واپس ربوہ بھیجا جائے۔ابھی میری رخصت ایک ماہ باقی تھی۔میرا ابھی واپسی کا ارادہ نہیں تھا چنانچہ جاب کی تلاش کیلئے کوشش جاری رکھی مگر کامیابی کے آثار بہت کم تھے کیونکہ میرے پاس سفارش نہیں تھی۔ایک روزمحکمہ واپڈا میں چند پوسٹوں کیلئے بھرتی کا اعلان پڑھا۔مقررہ روزانٹرویو کیلئے چلا گیا کافی امیدوار تھے انٹرویو کیلئے میری باری بھی آ گئی محکمہ کے افسر نے مجھ سے جو پوچھا ان کوتسلی بخش جواب دیئے گئے اورانہوں نے اظہار بھی فرمایا کہ میں نے تسلی بخش جواب دیئے ہیں۔ میں بڑا خوش تھا مگر شائد مجھ سے یہ غلطی سرزد ہوگئی کہ میں نے اس افسر کے پشت الماری میں ایک رسالہ ’’ماہنامہ انصاراللہ‘‘ پڑاہوا دیکھااور میں نے ان سے اظہار کیا کہ یہ تو احمدیوں کا رسالہ ہے۔توانہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا آپ احمدی ہیں؟میں نے جی جواب دیا توانہوں نے کہا کہ میں بھی احمدی ہوں۔یہاں احمدیوں کی بہت مخالفت ہے۔لہذا میں آپ کو یہاں رکھنا مناسب نہیں سمجھتا۔لہذا معذرت ہے۔

حضرت صدرصاحب صدرانجمن احمدیہ کی طرف سے دوسری بار ٹیلیگرام آ گئی کہ جلدواپس آ جاؤں چنانچہ میں نے اپنی واپسی کا ارادہ کرلیا۔

چند دن بعد اخبار میں پڑھا کہ ایک فیکٹری میں اکاونٹنٹ سپروائزر کی ضرورت ہے میں نے یہاں انٹرویو دیا اور کامیابی مل گئی۔اس انٹرویو میں تین ممبر تھے ان میں سے ایک نے زیادہ تر سوالات کئے ان کا دل پسند اورانصاف پر مبنی بیان کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

انہوں نے جب یہ پوچھا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں؟میں نے انہیں کہا کہ ربوہ پنجاب سے آیا ہوں۔انہوں نے کہا کہ گویا آپ بھی احمدی ہیں؟میں نے انہیں جواب میں کہا کہ جی میں احمدی ہوں۔انہوں نے کہا کہ ہماری فیکٹری میں اسسٹنٹ مینیجر حمیداحمد صاحب احمدی ہیں اور بہت اچھا کام کررہے ہیں اگر آپ بھی انہیں کی طرح کام کریں گے تو آپ کو رکھنے کیلئے تیار ہیں۔میں نے جواب عرض کیا کہ انشاءاللہ

مجھے فیکٹری کی گاڑی پر فیکٹری بھجوادیا گیا۔جاب لیٹر میں نے مکرم حمید احمد صاحب کودے دیا۔اورمیں نے ملازمت شروع کردی۔

خاکسار حسب معمول مورخہ 8نومبر 1965 صبح کام پر فیکٹری پہنچا اوراپنے کام میں مصروف تھا کہ مکرم بھائی جان صاحب یعنی حمیداحمد صاحب میرے آفس میں تشریف لائے اور مجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا آپ نے ریڈیو پاکستان سے خبرسن لی ہے؟میں نے کہا میرے پاس کوئی ریڈیو نہیں اورمیں نے کوئی خبر نہیں سنی۔چنانچہ میں نے پوچھا کہ کیا ہوا ہے؟محترم بھائی صاحب نے کہا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رحمہ اللہ تعالیٰ وفات پا گئے ہیں۔انا للہ وانا الیہ راجعون

محترم بھائی صاحب نے کہا کہ میں ربوہ جارہا ہوں آپ کا کیا پروگرام ہے ؟جماعت احمدیہ کراچی سے بہت بڑی تعداد میں لوگ ربوہ جارہے ہیں۔آپ کوبھی جانا چاہئے۔میرا بھی جانے کا دل تھا مگر ملازمت پر لگے ہوئے ڈیڑھ ماہ ہی ہوا تھا اس وجہ سے رخصت نہ ملنے کا اندیشہ تھا۔میں نے درخواست دی لیکن نامنظور ہوگئی چونکہ مکرم حمیداحمد صاحب اسسٹنٹ مینیجر تھے انہوں نے میری گارنٹی دی کہ یہ بندہ واپس کام پر آ جائے گا اس گارنٹی پر مجھے 15روز کی رخصت مل گئی۔

8نومبر 1965 دفتری اوقات کے بعد ربوہ جانے کیلئے تیاری شروع

کردی۔کراچی سے چناب ایکسپریس شام سات بجے کے قریب چلتی تھی چناب ایکسپریس کی روانگی کا بہت تھوڑا وقت رہ گیا تھا دفتر سے ہی ریلوے اسٹیشن چلا گیا۔ریلوے پلیٹ فارم پر پہنچا تو گاڑی نے چلنے کی کوک ماری میں گاڑی کی طرف بھاگا۔رش بہت تھا لوگ دروازے میں لٹکے ہوئے تھے دروازے سے اندر جانا ناممکن تھا۔گاڑی آہستہ آہستہ چل رہی تھی میں بھی ساتھ ساتھ چل رہا تھا اور بے بس تھا۔ڈبے کے اندر سے کسی احمدی بھائی نے آواز دی کہ جلدی کرو کھڑکی کے رستہ سے اندر آجاو۔دو،تین لڑکوں نے مجھے کھڑکی کے رستہ سے اندر کھینچ لیا۔اب گاڑی پوری سپیڈ سے رواں دواں تھی۔ڈبہ احمدی بھائیوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔چناب ایکسپریس مقررہ وقت سے پہلے ربوہ پہنچ گئی۔ربوہ ریلوے اسٹیشن پر ہماری انتظامیہ نے پانی وغیرہ کا انتظام کیا ہوا تھا اور اعلان ہو رہا تھا کہ بعد نماز عصر حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بہشتی مقبرہ میں نماز جنازہ پڑھائیں گے۔ربوہ اور پاکستان سے ہزاروں مشتاقان دید کی آمد کا تانتا بندھا ہوا تھا جو جنازہ میں شامل ہونا چاہتے تھے اسی وجہ سے جنازہ تاخیر سے پڑھا گیا۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ 7۔8 نومبر 1965 کی درمیانی شب 2 بج کر 20 منٹ پر اس جہان فانی سے رحلت فرما کر اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔انا اللہ وان الیہ راجعون

خلافت ثالثہ کے قیام کے اگلے روز 9 نومبر 1965 کو حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے بہشتی مقبرہ ربوہ کے وسیع احاطہ میں نماز جنازہ پڑھائی۔آپ کی تدفین چار دیواری قطعہ خاص میں ہوئی اور اجتماعی دعا کروائی۔کثیر تعداد میں احمدی احباب کو اپنے پیارے امام کے جنازہ اور تدفین میں شامل ہونے کا موقع ملا۔

اگلے روز حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کیلئے قصر خلافت پہنچا۔پیارے حضور سے معانقہ ہوا اور حضور نے کرسی پر بیٹھنے کا ارشاد فرمایا۔پیارے حضور نے خیریت دریافت فرمائی اور مجھ سے ازراہ شفقت جو سوال جواب ہوئے وہ درج ذیل تھے۔

حضور: کیا آپ واپس آ گئے ہیں؟ ج:حضور واپس جانا ہے۔

حضور: کیوں واپس جانا ہے؟

ج:حضور میں نے ملازمت اختیار کر لی ہے اور رخصت پر ہوں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی وفات پر کراچی کے احباب جماعت کے ساتھ آیا ہوں۔

حضور:اگر میں کہوں کے واپس نہیں جانا۔۔۔ ج:حضور میری واپسی کی ضمانت فیکٹری کے اسسٹنٹ مینجر حمید احمد صاحب نے دی ہے۔حضور واپس نہ گیا تو ان کیلئے مشکلات ہو سکتی ہیں۔

حضور:کل یعنی اگلے روز حمید احمد صاحب کو ساتھ لیکر آئیں۔ج:جی حضور مصافحہ کیا اور باہر آ گیا۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی تعمیل میں مجھے اب مکرم حمید احمد صاحب کو تلاش کرنا تھی انہوں نے مجھ سے ذکر کیا تھا کہ وہ دارالبرکات میں ٹھہریں گے اسکے علاوہ کچھ نہیں بتلایا تھا۔اب میں نے سوچا کہ کیسے تلاش کیا جائے فوری دماغ میں یہ بات آئی کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ نمازی ہیں مجھے عصر کی نماز دارالبرکات میں پڑھنی چاہئے۔ظہر کی نماز بیت المبارک میں ادا کر کے دوست احباب کو ملتے ملاتے دارالبرکات کی مسجد میں پہنچ گیا اور تھوڑی دیر کے بعد بھائی جان صاحب بھی مسجد میں تشریف لے آئے۔بعد نماز ملاقات ہوئی۔حضور سے ملاقات کا ذکر کیا اور میں نے انہوں حضور انور ایدہ تعالیٰ کا ارشاد پہنچایا تو انہوں نے کہا کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی تعمیل کریں میرے ساتھ جو ہوگا دیکھی جائے گی میرے اصرار کے باوجود میرے ساتھ حضور سے ملاقات کیلئے تیار نہ ہوئے۔

اگلے روز حضور ایدہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کیلئے حاضر ہو گیا۔حضور سے مصافحہ کا شرف حاصل ہوا پیارے آقا کے ارشاد پر کرسی پر بیٹھ گیا۔حضور نے فرمایا کہ اکیلے آ گئے۔میں نے جی میں جواب دیا۔حضور نے مجھ سے کوئی سوال کئے بغیر ارشاد فرمایا کہ ''کل سے ڈیوٹی پر حاضر ہو جائیں''

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد سر تسلیم خم کرتے ہوئے خاکسار نے کچھ عرض کی اجازت چاہی تو پیارے حضور نے ازراہ شفقت اجازت فرمائی۔

میں نے عرض کیا کہ حضور میں اپنے کراچی آفس سے ہی سیدھا ادھر آ گیا ہوں اور میرا سارا سامان کرائے کے مکان میں پڑا ہوا ہے اور تنخواہ بھی وصول کرنی ہے۔یہ سب کام کر آوں۔پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ نے اجازت

نہیں فرمائی بلکہ فرمایا کہ میرا جتنا نقصان ہوا ہے وہ مجھ سے لے لیں۔
پیارے حضور کا اپنے ادنیٰ کارکن سے کس قدر پیار تھا اس کے بعد میری کیا مجال کہ کوئی بات کرنے کی جرات کرتا۔ پیارے حضور کی شفقت اور پیار ہی تھا کہ دوبارہ ڈیوٹی جائن کر لی اور اگلے روز ہی قصر خلافت میں کام کرنے کی ہدایت ہوئی۔
مکرم شیخ محبوب عالم خالد صاحب نائب صدر صدر انجمن احمدیہ تھے آپ کو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد موصول ہوا کہ
''دفتر صدر کے کارکن روزانہ گیارہ بجے تک قصر خلافت میں حضور کی ہدایت کے مطابق کام کریں گے۔''
ہم سب صبح دفتر کھلتے ہی محترم شیخ محبوب عالم خالد صاحب کے ہمراہ قصر خلافت چلے جاتے تھے۔
قصر خلافت میں ہمارا آفس حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے آفس سے ملحق تھا حضور ہمارے آفس میں تشریف فرماتے تھے اور ڈاک ملاحظہ فرماتے تھے اور جو ڈاک تیار ہو جاتی تھی حضور دستخط فرماتے تھے اور پوسٹ کرنے کیلئے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو بھجوا دی جاتی تھی۔
پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ دس بجے کے قریب اپنے دست مبارک سے چائے کی ٹرے ہمیں پکڑاتے تھے اور گیارہ بجے کے بعد دفتر صدر میں آجاتے تھے اور چھٹی ہونے تک دفتر صدر کے جملہ کام سرانجام دیتے تھے۔ خلافت کے ابتدائی ایام میں بہت کام تھا یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے خلافت پر متمکن ہونے پر احباب جماعت احمدیہ کے دنیا کے کناروں سے آمدہ مبارکباد کے خطوط اور جماعتی قراردادیں اسی طرح حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کی وفات پر احباب جماعت کے تعزیتی خطوط اور قراردادیں روزانہ ہزاروں کی تعداد میں خطوط آتے تھے۔ سب سے پہلے ہم سب مختلف قسم کے خطوط الگ الگ کرتے تھے اور اس کے بعد جواب لکھتے تھے چند ماہ تک یوں ہی کام ہوتا رہا۔
ایک روز حضور انور نے مکرم شیخ محبوب عالم خالد صاحب کو ارشاد فرمایا کہ ''دفتر صدر کے کارکنان کا مستقل تبادلہ پرائیویٹ سیکرٹری دفتر میں کر دیا جائے اور فی الوقت محمد افضل بٹ، محمد اصغر قمر کا تبادلہ کر دیں۔ اس پر محترم خالد صاحب نے عرض کی کہ حضور ان دونوں کے سپرد بہت اہم کام ہیں حضور ان میں سے کسی ایک کو کر لیں ان کی جگہ متبادل کارکن کو ٹرینڈ کرنے کے بعد ان کا تبادلہ پرائیوٹ آفس میں کر دیا جائیگا۔
حضور نے فرمایا کہ ''آپ فوری کوئی دو کارکنوں کا تبادلہ کر دیں اور باقی دو کارکنان کو بھی جلد بھجوا دیں۔ ان دو کارکنوں کا تبادلہ میری اجازت کے بغیر کسی دوسرے شعبہ میں نہ کیا جائے گا۔''
حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی تعمیل میں مکرم سید محمد عثمان شاہ صاحب اور مکرم محمد اصغر قمر صاحب کا تبادلہ کر دیا گیا۔ چند روز بعد ہی مکرم محمد سلیم احمد صاحب کا تبادلہ بھی دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کر دیا گیا۔ میری جگہ پر متبادل کارکن کو ٹریننگ دی جارہی تھی کہ حضرت صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب چیف میڈیکل آفیسر فضل عمر ہسپتال نے مجھے ہسپتال میں لینے کی خاطر حضرت مولوی محمد دین صاحب بی اے صحابی صدر صدر انجمن احمدیہ سے ملاقات کی حضرت صدر صاحب نے کہا کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے تبادلہ ہوسکتا ہے چنانچہ حضرت چیف میڈیکل آفیسر صاحب نے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے میرا تبادلہ فضل عمر ہسپتال میں ہو گیا۔
ہم جس کمرہ خلافت میں کام کرتے تھے اس کمرہ کے شمالی جانب ایک پلنگ بچھا ہوا تھا۔ میں نے کئی بار محترم شیخ محبوب عالم خالد صاحب کو دیکھا کہ وہ اس پلنگ پر چند منٹ لیٹتے اور دائیں بائیں کروٹیں لیتے تھے ایک روز میں نے محترم خالد صاحب سے پوچھ ہی لیا کہ کیا اس پلنگ کی کوئی خاص خصوصیت ہے۔ اس پر آپ نے بتایا کہ یہ پلنگ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے زیر استعمال رہا ہے۔
پھر خاکسار بھی برکت حاصل کرنے کی غرض سے اس پلنگ پر لیٹا اور کئی بار برکت حاصل کرنے کا موقع ملا۔ الحمدللہ

خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی شفقتیں

جب ہم قصر خلافت میں کام کرتے تھے خاکسار ان دنوں احمد نگر سے سائیکل پر آیا کرتا تھا۔ سردیوں کے دن تھے ایک روز شدید سردی تھی اور دھند پڑی ہوئی تھی میں سردی سے ٹھٹھر رہا تھا مجھ سے کاغذ بھی نہیں

پکڑا جا رہا تھا اس وقت حضور ایدہ اللہ تعالیٰ ملحقہ کمرہ میں تشریف فرما تھے۔ میں نے بہت دھیمی آواز میں محترم خالد صاحب سے عرض کیا کہ مجھے شدید سردی لگ رہی ہے مجھے نیچے جانے کی اجازت دی جائے چند منٹ دھوپ سینک آوں محترم خالد صاحب نے چند منٹ ٹھہر جانے کا کہا۔

غالباً حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے میری آواز سن لی تھی اور چند لمحے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ لکڑی اٹھائے ہمارے کمرہ میں تشریف فرما ہوئے اس کمرہ میں آگ جلانے والی چمنی تھی حضور نے وہاں لکڑی رکھی اور آگ لگائی۔ چند لمحے بعد اس سے نکلنے والی تیز آگ نے کمرہ گرم کر دیا اور بہت زبردست خوشبو بھی آئی۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کچھ دیر ہمارے کمرہ میں تشریف فرما رہے اور مجھے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ ''سردی کم ہوئی'' میں نے عرض کیا جی پیارے حضور اور میں نے حضور سے پوچھا کہ حضور خوشبو بہت اچھی آ رہی ہے یہ کونسی لکڑی ہے۔ حضور نے اس لکڑی کا نام اور تفصیل بھی بتائی مگر اب مجھے یاد نہیں رہا۔ اور اپنی مخصوص جگہ پر تشریف فرما ہوئے ہم کارکنان اپنے کام میں مصروف تھے۔ حضور انور نے مجھے بلایا اور سو سو کے دس نوٹ گن کر دیئے اور ارشاد فرمایا کہ پرائیویٹ سیکرٹری صاحب سے ایک ہزار کا نوٹ لے آئیں۔

میں نے پیسے پکڑے اور چل پڑا تو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مجھے واپس بلایا اور مجھ سے پیسے پکڑ لئے اور فرمایا کہ گنتی کئے بغیر چل پڑے ہیں کبھی ایسی غلطی نہیں کرنی جب آپ کسی سے رقم وصول کریں تو گنتی کر لیا کریں یا کسی کو رقم دیں تو انہیں کہیں کہ گنتی کر لیں۔

چنانچہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دوبارہ رقم پکڑائی اور میں نے گنتی کی تو 9 نوٹ تھے، دوبارہ گنتی کی تو 9 ہی نوٹ تھے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ میری طرف نظر شفقت فرما رہے تھے۔ میرے چہرہ کا رنگ فک ہو گیا تھا اور مجھے جرات نہیں ہو رہی تھی کہ میں یہ کہوں کی حضور ایک نوٹ کم ہے۔ جب میں دوسری مرتبہ گنتی کر رہا تھا تو پیارے آقا نے مجھ سے رقم پکڑ لی اور خود گنتی شروع کر دی اور فرمایا کہ ''پورے دس 10 نوٹ ہیں، اطمینان سے گنتی کریں۔''

اب میں نے گنتی کی تو پورے 10 نوٹ تھے میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے چہرہ پر نظر ڈالی تو حضور کے چہرہ پر بہت دیدہ زیب مسکراہٹ تھی اور فرمایا کہ جائیں ایک ہزار کا نوٹ لے آئیں۔

پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ کا اپنے کارکنان کے ساتھ کتنا پیار کا تعلق تھا اور سمجھانے کا کتنا پیارا انداز جو زندگی بھر یاد رہے۔

بھانجے کی پیدائش پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی شفقت کا انداز

سن 1969 کی بات ہے کہ خاکسار کی ہمشیرہ کے ہاں بیٹے کی پیدائش ہوئی۔ خاکسار کی خواہش تھی کہ ہمارے آقا جب ہمارے کمرہ میں ڈاک ملاحظہ فرمانے تشریف لائیں گے تو اس وقت نام رکھوالونگا۔ مگر محترم شیخ محبوب عالم خالد صاحب نے فرمایا کہ نام رکھوانے کیلئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کو چٹھی لکھ کر ڈاک میں رکھ دیں۔ میں نے محترم خالد صاحب سے عرض کیا کہ میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ سے زبانی بات کر کے نام رکھوالونگا مگر محترم خالد صاحب کا یہی اصرار تھا کہ چٹھی لکھ کر ڈاک میں پیش کی جائے چنانچہ میں نے چٹھی لکھ کر ڈاک میں رکھ دی۔ ہم سب کارکنان کام میں مصروف تھے کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ تشریف فرما ہوئے اور جو ڈاک تیار کر کے دستخطوں کیلئے رکھی ہوئی تھی حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے دستخط فرمانے شروع کر دیئے۔ جب سب خطوط پر دستخط فرما چکے تو حضور ہمارے کمرہ سے برآمدہ کی طرف تشریف لے گئے۔ چنانچہ میں بھی حضور کے پیچھے چلا آیا اور حضور نے برآمدہ میں ٹہلنا شروع کر دیا اور میں نے پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ حضور میری ہمشیرہ کے ہاں بیٹے کی پیدائش ہوئی ہے۔ حضور پیارا سا نام تجویز فرما دیں۔

پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ نے واقعی بہت پیارا نام تجویز فرمایا۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مبارک ہو پیارا سا نام فرید احمد رکھ لیں۔ نیز پیارے آقا نے تبسم فرماتے ہوئے فرمایا کہ اس سے زیادہ پیارا نام تو اور نہیں ہو سکتا۔

آپ اندازہ کریں پیارے خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا اپنے کارکنان سے کس قدر شفقت اور پیار کا سلوک تھا۔ میری تو خوشی کی کوئی انتہا نہیں تھی۔ میں تو بیان نہیں کر سکتا۔

☆☆☆☆☆☆

☆☆☆



سنہری یادیں
ذکرِ خیر چوہدری محمد ابراہیم صاحب (ممبر مجلس انصاراللہ۔ یوکے)
بشیر احمد صاحب

جو لوگ اپنے مولیٰ کے عشق میں کھو جاتے ہیں وہ بے شمار خوبیوں کے مالک ہوتے ہیں وہ بسبب اپنی عاجزی کے اُن خوبیوں کے ظاہر ہونے سے بھی ڈرتے ہیں۔ میرے والد صاحب مکرم و محترم چوہدری محمد ابراہیم صاحب بھی انہی وجودوں میں سے ایک تھے۔ آپ صوم وصلات کے پابند تہجد گزار اور ہمیشہ دوسروں کی مدد کیلئے تیار رہتے تھے۔ آپ کو ایک لمبا عرصہ جماعت کی بھرپور خدمت کی توفیق ملی۔

پیدائش اور ابتدائی حالات:

آپ کی پیدائش 05 جولائی 1936ء کو انڈیا کے ایک گاؤں غوث گڑھ ریاست پٹیالہ میں ہوئی۔ آپ کی والدہ محترمہ مسماۃ فاطمہ بی بی، آپ کے سکول میں داخل ہونے سے کافی پہلے ہندوستان میں وفات پا گئی تھیں۔ ان کی وفات کے بعد آپ کی دادی محترمہ کریم بی بی صاحبہ نے آپ کو پالا اور کبھی والدہ کی کمی محسوس نہیں ہونے دی۔ آپ کے والد چوہدری عطا محمد صاحب نے آپ کو سکول میں داخل کرایا۔ آپ نے پہلی اور دوسری جماعت غوث گڑھ سے ہی پاس کی۔ ہمارے خاندان میں احمدیت کا قیام حضرت منشی عبد اللہ سنوری صاحب کی بدولت ہوا۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک جلیل القدر صحابی تھے۔ پارٹیشن کے بعد جماعت غوث گڑھ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشاد پر احمد نگر ضلع جھنگ میں رہائش اختیار کی۔ آپ اور آپ کا خاندان بھی احمد نگر رہائش پذیر ہوا۔ آپ کو آپ کے والد محترم نے تیسری جماعت میں داخل کروا دیا۔ بزرگوں کی دعاؤں سے میرے والد کا شمار اچھے طالبِ علموں میں ہونے لگا۔ 1949ء میں آپ اور آپ کے علاوہ تین طلباء کو وظیفہ کے امتحان کیلئے چنیوٹ بجھوایا گیا۔ پانچویں اور چھٹی جماعت آپ نے چنیوٹ سے کی اور ساتویں کلاس آپ نے ربوہ سے کی۔ اس کے بعد آپ ملتان چلے گئے۔ جہاں سے آپ نے 1956ء میں شجاع آباد سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔

تعلیمی ترقی:

آپ کے بہت ہی پیارے دوست چوہدری انور حسن صاحب اور نور احمد ناصر صاحب فرسٹ ائیر میں داخل ہو گئے۔ میرے والد صاحب کی بڑی خواہش تھی کہ وہ بھی کالج میں پڑھیں لیکن حالات اجازت نہ دیتے تھے اور اس دوران آپ کی شادی محترمہ مسماۃ بشیراں بی بی سے ہو گئی تھی۔ انہی دوں حضرت مرزا ناصر احمد صاحب نے جو اس وقت کالج کے پرنسپل اور انصاراللہ کے صدر تھے۔ آپ کو دو ماہ کیلئے تعلیم السلام کالج ربوہ میں بطور اکاؤنٹنٹ بجھوایا۔ کالج کے لڑکوں کے دیکھ کر آپ کی تعلیم حاصل کرنے کی خواہش مزید سے مزید تر ہوتی گئی۔ جس پر آپ نے پرائیوٹ امتحانات دینے کا فیصلہ کر لیا۔ اس زمانہ میں F.A یا B.A کے امتحانات براہِ راست نہیں دیے جا سکتے تھے۔ مگر فاضل فارسی، اردو اور عربی کا امتحان پاس کرنے کی صورت میں امتحان دیا جا سکتا تھا۔ آپ نے فاضل فارسی کی کتب کا مطالعہ شروع کر دیا۔ 1962ء میں آپ نے فاضل فارسی کا امتحان دیا۔ حضور انور کی خدمت میں دعاؤں کیلئے بھی لکھتے رہے۔ ایک دن میرے والد کے دوست محمد صادق بٹ صاحب آپ کو ربوہ میں منڈی میں ملے۔ آپ نے پوچھا کہاں جا رہے ہو، بٹ صاحب نے کہا کہ میں دعا کیلئے حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی کی خدمت میں جا رہا ہوں، آپ بھی ان کے ساتھ ہو لیے۔ راجیکی صاحب ایک چارپائی پر صحن میں تشریف فرما تھے۔ انہوں نے پوچھا عزیزو کس طرح آئے ہو۔ آپ نے فرمایا دُعا کی غرض سے حاضر ہوئے ہیں۔ آپ نے دُعا فرمائی جس کی بدولت آپ اچھے نمبروں سے پاس ہوئے۔ فاضل فارسی میں کامیابی کے بعد آپ نے F.A انگریزی کا داخلہ بجھوایا۔ الحمد اللہ آپ نے F.A کا امتحان پاس کر لیا۔ 1964ء میں آپ نے B.A

انگریزی کا امتحان دیا۔ آپ کے ساتھ حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب اور نور احمد عابد صاحب نے بھی امتحان دیا تھا۔ الحمد اللہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کامیابی عطا فرمائی۔ 1966ء میں آپ نے M.A فارسی کا امتحان دیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کامیاب ہوگئے۔ 1969ء میں آپ نے M.A اردو کا امتحان دیا اور آپ اللہ کے فضل سے اس میں بھی کامیاب ہوگئے۔ اس طرح آپ نے ڈبل M.A کیا۔

ربوہ کا قیام:

جب 20 ستمبر 1948ء کو ربوہ کا قیام ہوا۔ جہاں پر حضرت مصلح موعودؓ نے فضلِ عمر ہسپتال میں جو یادگاری مسجد ہے وہاں نماز پڑھائی اور چار بکروں کی قربانی دی۔ اس وقت میرے دادا چوہدری عطا محمد صاحب میرے نانا چوہدری نور محمد صاحب اور میرے والد چوہدری محمد ابراہیم صاحب خود موجود تھے۔ تاریخ احمدیت میں آپ سب کے نام چھپے ہوئے ہیں جو اس وقت حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب نے نوٹ کیے تھے۔ تاریخ احمدیت میں آپ کا نام صفحہ نمبر 234 پر موجود ہے۔

مجلس انصاراللہ میں تقرری:

27 فروری 1957ء کا دن تھا جب میرے والد صاحب تعلیم السلام کالج ربوہ کے پرنسپل اور مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے نائب صدر حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور نے آپ کو اُس وقت کے مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے قائد عمومی حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب کے نام ایک چٹ دی اور آپ کو ارشاد فرمایا کہ آپ کی تقرری دفتر انصار میں کر دی ہے آپ وہاں جا کر چارج لے لیں۔ اس وقت دفتر کا کل عملہ ایک کلرک، ایک مددگار کارکن اور ایک چوکیدار پر مشتمل تھا۔ دفتر انصار اللہ مرکزیہ کی بنیاد حضرت مصلح موعود نے 20 فروری 1956ء کو اپنے دستِ مبارک سے رکھی۔ آپ کے دفتر آنے سے پہلے دفتر کی عمارت پر چھت پڑ چکی تھی۔ مگر دروازے اور کھڑکیاں ابھی نہیں لگی تھیں۔ لیکن کھڑکیوں کو عارضی طور پر اینٹوں سے بند کیا گیا تھا۔ ایک دن آپ دفتر میں کام کر رہے تھے کہ ہوا چلنے کی وجہ سے اس کی اینٹیں ہل رہی تھیں۔ عین ممکن تھا کہ وہ آپ پر گر پڑتیں، آپ نے اپنی جگہ تبدیل کر لی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو محفوظ رکھا۔ جب آپ نے اس بات کا ذکر حضرت میاں ناصر احمد صاحب سے کیا تو حضرت میاں صاحب فوری اس بات کا نوٹس لیا۔

احمد نگر سے ربوہ رہائش:

حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ کی خواہش تھی کہ میرے والد صاحب کی رہائش دفتر کے کمپاؤنڈ میں ہو۔ آپ مارچ 1964ء میں ربوہ آ گئے۔

حضرت صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد صاحب کا دور:

خلافت ثالثہ کا واقعہ ہے جب مکرم شیخ محبوب عالم خالد صاحب حضور کے پرائیوٹ سیکرٹری تھے اور انصار اللہ کے قائد عمومی آپ کو دفتر پرائیوٹ سیکرٹری بلایا۔ دوسرے کاموں کے علاوہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ یہ نظرانہ کی رقم گنتی کر لیں، آپ نے کام شروع کر دیا۔ حضور اس کمرہ میں تشریف لائے جہاں یہ رقم گنی جا رہی تھی۔ ایک نوٹ پھٹا ہوا تھا۔ آپ نے حضور کو دکھایا تو حضور نے وہ پھٹا ہوا نوٹ آپ کی جیب میں ڈال دیا۔ کام مکمل ہونے پر حضور خود اپنے ہاتھوں سے کھانا لائے اور انعام دیا۔

میرے والد صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اور حضرت مرزا مبارک احمد صاحب اور چوہدری حمید اللہ صاحب کے زیرِ سایہ کام کرنے کا موقع ملا۔

جب حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کو انصار اللہ کا نائب صدر مقرر فرمایا تو میاں صاحب کے ایک ساتھی نے کہا کہ میاں صاحب آپ بوڑھے ہو گئے ہیں تو حضرت میاں صاحب نے برجستہ جواب دیا میں بوڑھا نہیں ہوا بلکہ انصار اللہ جوان ہو گئی ہے۔ انصار اللہ کی عمارت مکمل ہونے پر فیصلہ کیا گیا کہ ایک چھوٹا ٹیوب ویل لگوایا جائے۔ یہ 1962ء یا 1963ء کی بات ہے حضرت میاں صاحب نے میرے والد صاحب کو ہدایت دی کہ بورنگ کے دوران اتنی اتنی گہرائی پر انہیں ریت کے نمونے دکھائے جائیں۔ حسبِ ہدایت ہر گہرائی پر ریت کی چھوٹی چھوٹی تھیلیاں تیار کی گئیں تو وہ ریت کے نمونے دکھانے کیلئے حضرت میاں

صاحب کا رخ کیا۔ اب صورتحال یہ تھی کہ پلانٹ اندر پھنسا ہوا تھا اور حضرت میاں صاحب سے ملاقات نہیں ہو رہی تھی اور پلانٹ کی اجرت انصار اللہ کو پڑ رہی تھی۔ دفتر انصار اللہ کا معمول تھا کہ دفتر کی ڈاک شام کو حضرت میاں صاحب کے گھر بھجوا دی جاتی تھی۔ میرے والد صاحب نے یہ چھوٹی چھوٹی تھیلیاں ڈاک کی فائل میں رکھ کر بھجوا دیں۔ ایک دو دن بعد جب آپ کی ملاقات ہوئی تو مسکراتے چہرے کے ساتھ آپ کا ہاتھ پکڑا اور دفتر صدر انجمن احمدیہ میں لے گئے اور فرمانے لگے جو آپ نے مجھے ریت کی تھیلیاں بھجوائی تھیں ان میں سے ایک تھیلی پھٹ گئی تھی جس سے میرا بستر گندہ ہو گیا۔ لیکن آپ نے جماعت کے پیسے بچا لیے۔

ایک اور واقعہ جو میرے والد صاحب بیان کیا کرتے تھے کہ 1960ء پاکستان میں بنیادی جماعتوں کے قیام اور انتخاب کا زمانہ تھا۔ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کی خواہش تھی کہ احمد نگر میں جماعت احمدیہ کے دو نمائندے حضرت مولانا ابو العطاء صاحب اور مکرم چوہدری عبد الرحمٰن صاحب منتخب ہونے چاہیئے۔ فریق مخالف نے جو وارڈ بندی کی اسے بہت ہی مخفی رکھا۔ میرے والد صاحب اس وقت قائمقام صدر احمد نگر تھے۔ خدشہ تھا کہ دوسرے فریق کی وارڈ بندی سے ہمارا کوئی بھی ممبر منتخب نہ ہو سکے۔ والد صاحب ہر روز ہی دفتری کام کی وجہ سے حاضر ہوتے تھے۔ آپ نے اس خدشہ کا اظہار کیا تو ایک سیکنڈ میں اس کا حل بتا دیا۔ فرمایا خود وارڈ بندی کر لو اور راتوں رات گھروں کے دروازوں پر نمبر لگا دو۔ اس حکمتِ عملی کے نتیجہ میں ہمارے دونوں امیدوار احمد نگر یونین کے ممبران منتخب ہو گئے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کا تاریخی دورِ صدارت:

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب 1978ء میں انصار اللہ کے صدر منتخب ہوئے۔ یکم جنوری 1979ء کی صبح کو حضرت میاں صاحب دفتر انصار اللہ تشریف لائے تو سیدھے کمرے میں آئے۔ میرے والد صاحب نے سلام کیا اپنی کرسی میاں صاحب کو پیش کی۔ جہاں بیٹھ کر انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں دعائیہ خط لکھ کر اطلاع دی کہ میں نے آج انصار اللہ کا چارج لے لیا ہے اور کام شروع کر دیا ہے۔

صدارت کے ابتداء میں میرے والد صاحب جب خدمت میں حاضر ہوئے تو والد صاحب کو فرماتے کہ حضور کا خطبہ جمعہ جماعتوں تک پہنچتے پہنچتے تین چار ماہ لگ جاتے ہیں۔ حالانکہ خلیفہ وقت کی آواز فوری جماعتوں تک جانی چاہیئے۔ جماعتی نظام کمپیوٹرائزڈ ہونا چاہیئے۔ حضرت میاں صاحب نے خلیفہ ثالثؒ سے اس بارے میں بات کی 1978ء میں حضرت میاں صاحب اپنی فیملی کے ساتھ ذاتی خرچ پر world tour پر گئے۔ میاں صاحب نے جرمنی میں ایک cassette duplicator machine دیکھ کر آئے تھے جو تین منٹ میں کیسٹ تیار کر دیتی تھی۔ حضور انور کی منظوری سے یہ مشین منگوائی گئی اور بہت کم وقت میں حضور انور کا خطبہ جماعتوں میں جانا شروع ہو گیا۔

حضرت میاں صاحب نے مجالس سے رابطوں کیلئے دور دور سفر اختیار کیے۔ میرے والد صاحب کو بھی ان سفروں میں جانے کی توفیق ملی۔ ربوہ سے ملتان کا سفر کیا گیا جس میں ملک خالد مسعود صاحب اور میرے والد صاحب بھی ساتھ تھے۔ انصار اللہ کے عہدیداران سے ملاقات کے علاوہ سوال جواب بھی ہوئے۔ کافی دیر تک یہ نشست جاری رہی۔ اختتام پر میرے والد صاحب کو بلا کر فرمایا کہ ملک صاحب سے کہیں صبح 8 بجے بہاولپور جانا ہے۔ راستے میں میرے والد صاحب کی کچھ زمین بھی تھی میرے والد صاحب نے درخواست کی کہ جاتے جاتے دعا کروا دیں۔ آپ نے ازراہِ شفقت یہ درخواست منظور فرمائی۔ میرے والد صاحب سے زمین کے بارے میں تفصیلات پوچھتے رہے اور لمبی دعا کروائی۔ میرے والد صاحب بتاتے تھے اس دعا کی وجہ سے بہت اچھی فصل ہوئی۔

محترم چوہدری حمید اللہ صاحب کا دورِ صدارت:

جب محترم چوہدری صاحب کو خلیفۃ الرابعؒ نے 09 جون 1982ء کو انصار اللہ کا صدر نامزد فرمایا۔ میرے والد صاحب نے چوہدری صاحب کے ساتھ جب وہ صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ تھے بطور نائب مہتم مقامی مجلس مقامی ربوہ اور پھر قائمقام مہتم مقامی کام کا موقع ملا اور پھر انصار اللہ میں چوہدری صاحب کے ساتھ 18 سال کام کرنے کی توفیق ملی۔

ماہنامہ انصار اللہ کو سرکولیشن میں نمایاں اضافہ:

ماہنامہ انصار اللہ کی ابتداء سیدنا حضرت مرزا ناصر احمد صاحب نے اپنے زمانہ صدارت 1960ء میں کی۔ حضور کے خاص ارشاد کے ماتحت اس کا پبلشر میرے والد صاحب جو مقرر کیا گیا۔ مختلف مراحل طے ہونے کے بعد 1981ء کا دور آ گیا۔ حضرت میاں طاہر احمد صاحب مجلس انصار اللہ کے صدر تھے۔ آپ فرمانے لگے کہ رسالہ کے اخراجات پورے نہیں ہو رہے۔ قیادت مال بہت شور مچا رہی ہے۔ پھر اچانک آپ نے فرمایا ماہنامہ آپ (میرے والد) کے سپرد نہ کر دوں؟ اور اسی وقت اُن کو ماہنامہ کا مینجر مقرر فرما دیا۔

میرے والد صاحب سے پہلے ماہنامہ کی سرکولیشن 1800 تھی اور ماہنامہ ہزاروں کا مقروض تھا۔ حضرت میاں صاحب کی راہنمائی سے سرکولیشن میں اضافہ کیلئے ایک سکیم منظور کی گئی اور اللہ تعالیٰ نے اس میں کامیابی عطا فرمائی۔ جب آپ نے مینجر ماہنامہ انصار اللہ کا عہدہ چھوڑا تو اس وقت ماہنامہ 8200 کی تعداد میں چھپ رہا تھا اور سات سو کے قریب ماہنامہ کے بیرون ممالک میں خریدار تھے اور ماہنامہ اپنے اخراجات کیلئے خود کفیل ہو تھا۔ 1990ء میں جب آپ جلسہ سالانہ انگلستان آئے تو خدا تعالیٰ کے فضل سے صرف یوکے میں خریداری 200 ہو گئی اور 80,000 کی وصولی ہوئی۔ جب آپ نے یہ رپورٹ حضور انور کی خدمت میں پیش کی تو حضور نے بہت خوشنودی کا اظہار فرمایا۔

اسیر راہِ مولیٰ ہونے کا شرف:

میرے والد صاحب کو اسیر راہِ مولیٰ ہونے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ آپ پر انصار اللہ کے بطور پبلشر اور مینجر کے 26 کے قریب مقدمات تھے۔ 7 فروری 1994ء کو چنیوٹ کی ایک عدالت نے ضمانت منسوخ کر دی۔ جس کی وجہ سے آپ کو ایک ماہ تک جیل میں رکھا گیا۔ جیل کے پہلے ہی دن حضور نے MTA پر روئے زمین پر پھیلی ہوئی جماعت احمدیہ کو ان سب اسیران کیلئے دعا کی تحریک فرمائی اور جماعت کو مسلسل دعائیں جاری رکھنے کی ہدایت فرمائی۔ حضور کی طرف سے خطوط اور پیار بھرے پیغام مل رہے تھے۔ حضور نے ایک خط میں فرمایا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسیرانِ راہ مولی کی صف میں شامل ہونے کی سعادت بخشی۔ حوصلہ ہمت اور۔۔۔۔۔۔ سے اسیری کے دن کاٹنے کی توفیق بخشی۔۔۔۔ سب ہی شاباش اور مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی نسلوں کو بھی ان نیکیوں کا فیض پہنچائے۔ آپ کے علاوہ مکرم نسیم سیفی صاحب، مکرم آغا سیف اللہ صاحب، مکرم مرزا محمد دین ناز صاحب اور مکرم قاضی منیر احمد صاحب شامل تھے۔

وقفِ عارضی کا اعزاز:

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے 18 مارچ 1966ء کے خطبہ جمعہ میں وقف عارضی کی بابرکت تحریک کا اعلان فرمایا اور حضور نے حضرت مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری کو تحریک کا انچارج مقرر فرمایا۔ اس تحریک کے تحت وقف عارضی کا جو پہلا وفد تشکیل پایا وہ 2 افراد پر مشتمل تھا جس میں میرے والد صاحب اور مکرم قریشی فضل حق صاحب شامل تھے۔ حضور انور کے ارشاد کی تعمیل میں اس پہلے وفد کا عرصہ وقف یکم مئی 1966ء تا 15 مئی 1966ء تھا۔ یکم مئی کو مولانا ابوالعطاء صاحب نے اس وفد کی ملاقات حضور انور سے کروائی۔ مولانا صاحب نے حضور انور کی خدمت میں عرض کیا کہ ان میں سے کسی کو امیر مقرر فرما دیں تو حضور انور نے میرے والد صاحب کو امیر مقرر فرمایا۔

(تاریخ احمدیت جلد 23، سال 1966ء صفحہ 529)

سفر انگلستان:

آپ پر بہت سارے جماعتی مقدمات تھے۔ آپ 1996ء میں ریٹائرڈ ہو گئے تھے لیکن جماعت کی طرف سے آپ کو توسیع ملتی رہی جو 2003ء تک رہی۔ آخر میں ایک مقدمہ ٹنڈو آدم ضلع سانگھڑ میں درج ہوا۔ جس میں دفعہ C298 اور C295 بھی تھی۔ جماعت کی ہدایت پر آپ مقدمہ کیلئے عدالت میں نہیں جا رہے تھے۔ پولیس چھاپے مار رہی تھی۔ ضمانت ہونے کا چانس بہت کم تھا۔ حضور انور کی طرف سے آپ کو حکم ہوا کہ آپ بیرون ملک چلے جائیں۔ خدا کے فضل سے لندن کے ویزے کا انتظام ہو گیا اور آپ اگست 2003ء کو لندن آ گئے۔ حضور کے ارشاد پر آپ نے لندن میں ہی کیس دائر کر دیا اور حضور کی دعاؤں سے آپ کا کیس ایک ماہ کے اندر اندر پاس ہو گیا۔ جب آپ نے حضور انور کو اطلاع دی تو حضور انور کی طرف سے خط موصول ہوا کہ

جماعتی خدمت کریں۔ چوہدری وسیم احمد صاحب اس وقت انصار اللہ یو کے کے صدر تھے۔ انہوں نے آپ کو انصار اللہ یو کے میں ایڈیشنل قائد عمومی مقرر کر دیا۔ اس طرح آپ انصار اللہ میں دوبارہ خدمت کرنے لگے۔ آپ نے امور عامہ لندن میں بھی دو سال کے قریب کام کیا۔ اس طرح آپ کو ایک لمبا عرصہ جماعت کی خدمت کرنے کی توفیق حاصل ہوئی جو تقریباً 55 سال کے قریب ہے۔ الحمدللہ

آپ کا اپنے دوستوں سے بہت پیار کا تعلق تھا۔ اُن سے بہت محبت اور قدر کرتے تھے۔ چوہدری انور حسن صاحب، رانا نذیر صاحب عبدالرشید فوزی صاحب امریکہ اور شیخ رفیق صاحب لندن۔۔۔۔۔۔۔اور کچھ اور ان سب سے آپ کا بہت پیار کا تعلق تھا۔ شیخ رفیق صاحب جب نماز فجر کیلئے بیت الفتوح جاتے تھے تو آپ کو اپنے ساتھ کار میں مسجد لے جاتے اور کئی سالوں تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ آپ کے دوستوں کو ہمیشہ اپنی رضا کی چادر میں ڈھانپے رکھے، آمین۔ جب آپ لندن آ گئے تھے تو آپ اکیلے تھے، ہماری والدہ 1999ء میں وفات پا گئی تھیں، اکیلے رہائش کا مسئلہ تھا تو میرے بڑے بھائی مکرم محمد رفیق صاحب جو جرمنی میں رہتے تھے وہ اپنی اہلیہ کے ساتھ آپ کے ساتھ لندن شفٹ ہو گئے۔ تو یہ مسئلہ حل ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرے والد صاحب نماز باجماعت کے پابند اور تہجد گزار تھے۔ خلافت کے ساتھ بہت پیار کا تعلق تھا۔ جب ہم چھوٹے تھے تو مجھے اور میرے بھائیوں کو نماز کیلئے مسجد لے کر جاتے۔ بعض دفعہ جب نماز میں سُستی ہو جاتی تو سختی بھی کرتے تھے۔ ہمارا گھر دفتر انصار اللہ میں تھا۔ جب نماز کیلئے نکلتے تو جو بھی راستے میں ملتا۔ اُس کو پیار سے نماز کی تلقین کرتے جاتے۔ آپ ہمارے خاندان میں ایک ہر دل عزیز شخصیت تھے۔ جہاں کوئی مسئلہ ہوتا آپ کو اس کا فیصلہ کرنے کیلئے بلایا جاتا۔ آپ ہمیشہ انصاف سے کام لیتے۔ خاندان کے ہر فرد کے ساتھ آپ کا بہت پیار کا تعلق تھا۔

جب 2014ء میں میں سوئٹزرلینڈ آ گیا تو آپ ہر سال میرے پاس سوئٹزرلینڈ آتے رہے۔ آپ کے آنے کی وجہ سے ہم سب کو یورپ کے مختلف ممالک کی سیر اور مشن ہاؤس دیکھنے کا موقعہ ملا۔ آپ کی خواہش پر مجھے اور میرے سب سے بڑے بھائی محمد احمد عطاء صاحب کے بیٹے محمد اقبال جو کہ لندن میں رہتے ہیں، کو آپ کے ساتھ عمرہ کرنے کا موقعہ ملا۔ آپ کی روٹین تھی آپ تین ماہ میرے پاس سوئٹزرلینڈ اور تین ماہ کے قریب پاکستان میں جاتے تھے۔ جب آپ 2018ء کے آخر میں بیمار ہو گئے تو آپ نے حضور کو خط لکھا کہ میرے بچے کہتے ہیں کہ میں پاکستان آ جاؤں، میں حضور کے کہنے پر ہی لندن آیا تھا اور آپ کے کہنے پر ہی پاکستان جاؤں گا۔ حضور کا بہت پیارا خط موصول ہوا جس میں حضور نے فرمایا کہ بڑھاپا تو پاکستان میں ہی اچھا گزرتا ہے۔ تو آپ نے فیصلہ کر لیا کہ میں اب پاکستان چلا جاؤں گا۔ پاکستان میں میرے تینوں بڑے بھائی مکرم محمد احمد صاحب، مکرم محمد ادریس صاحب اور مکرم محمد محمود صاحب اور ہماری ہمشیرہ کو آپ کی بہت خدمت کرنے کی توفیق ملی۔ ہر وقت ان میں سے کوئی نہ کوئی آپ کے ساتھ ہوتا تھا۔ آپ ان سب سے بہت خوش تھے۔ میں جب بھی فون کرتا تو ہمیشہ کہتے کہ بچے میرا بہت خیال رکھتے ہیں۔

16 اکتوبر 2019ء کا دن تھا۔ اچانک طبیعت خراب ہونے پر آپ کو فضلِ عمر ہسپتال لے جایا گیا۔ جہاں آپ صبح کے وقت 6 بجے کے قریب اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔ بہت ہی شفیق وجود اور بہت پیار کرنے والے والد صاحب ہم سے جدا ہو گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بھی آپ کا ذکرِ خیر اپنے خطبہ جمعہ میں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہم سب بچوں کو آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

کلام حضرت مختار احمد صاحب شاہجہانپوریؓ

نرالا مست ہوں زاہد بھی مشتاقانہ آتا ہے
کبھی چھپ چھپ کے آتا تھا اب آزادانہ آتا ہے
بڑی مشکل ہے وہ بھی منحرف ہیں دل بھی برگشتہ
نہ وہ آتے ہیں قابو میں نہ یہ دیوانہ آتا ہے



گلدستہ

مرتبہ اے آر خان۔



حاصل مطالعہ حکایات اسلاف دیو بند

ڈاکٹر طارق احمد مرزا (آسٹریلیا)

قارئین کرام کی دلچسپی کے لئے کتاب ''حکایات اسلافِ دیوبند''،مکمل۔

(مرتب مولانا اعجاز احمد خان سنگھانوی۔

ترتیب نو: ڈاکٹر نواز دیوبندی ایم۔اے، پی۔ایچ ڈی۔مطبوعہ: نواز پبلیکیشنز دیوبند ضلع سہارنپور یوپی انڈیا 247554) سے کچھ اقتباسات ہمارے عناوین کے ساتھ پیش خدمت ہیں:

شیطان اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رعب

''حضرت مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ سے سوال کیا کہ حدیث میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ جس گلی سے حضرت عمرؓ گزرتے ہیں شیطان وہاں سے نہیں گزرتا لیکن یہ بات خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت صدیق اکبرؓ کے بارے میں مروی نہیں ہے کہ شیطان ان کے راستے سے نہیں گزرتا، تو سوال یہ ہے کہ شیطان حضرت عمرؓ ہی سے کیوں ڈرتا تھا؟ جبکہ یقینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت صدیق اکبرؓ ان سے افضل تھے ان سے تو بطریق اولیٰ ڈرنا چاہیے تھا؟''

حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت شیخ الہندؒ (نے)......تحقیقی جواب دیا کہ:۔

''درحقیقت کسی شخص کا افضل ہونا اور چیز ہے اور دلوں پر اس کا رعب ہونا دوسری بات ہے۔ضروری نہیں کہ جو شخص سب سے زیادہ افضل ہو اس کا رعب بھی دوسرے ہر فرد سے زیادہ ہو''۔

(حکایات اسلاف دیوبند صفحہ 173 بحوالہ اشاعتِ خصوصی ماہنامہ البلاغ صفحہ 245

مدرسہ دیوبند کا قیام۔الہامِ خداوندی کے تحت

(منکرینِ الہام کے لیے لمحۂ فکریہ)

''الغرض مدرسہ دیوبند کا قیام ہنگامی حالات اور مشورے سے نہیں ہوا بلکہ اکابر کی گردنیں جھکی ہوئی تھیں، سجدے کئے جا رہے تھے۔راتوں کو دعائیں مانگی جا رہی تھیں۔حق تعالیٰ نے قبول فرمایا۔معلوم ہوا کہ الہام غیبی سے مدرسہ قائم ہوا ہے۔''

(حکایات اسلاف دیوبند صفحہ 35 بحوالہ خدام الدین 3 اگست 1962ء)

''غرض تمام اولیاء اللہ کا اجتماع ہوا کہ ایک ادارہ قائم ہو تو یہ ایک رسمی صورت نہ تھی بلکہ باطنی اور غیبی صورت تھی۔الہامی اور کشفی صورت تھی۔چنانچہ الہامِ خداوندی کے تحت مدرسہ (دارالعلوم دیوبند) کا قیام عمل میں آیا''م۔(از افادات قاری محمد طیب صاحب)

چندہ خور

''ایک مرتبہ حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ مولانا ظفر علی خان صاحب مرحوم کی صدارت میں تقریر فرما رہے تھے۔اخبار ''زمیندار'' کی ضبطی پر چندہ کی فراہمی کا ذکر آ گیا۔اسی دوران میں ایک شخص نے دور سے کہا:''یہ چندہ کھا جاتے ہیں''۔اس پر شاہ جیؒ نے فرمایا:''بھائی چندہ ہی کھاتے ہیں سؤر تو نہیں کھاتے۔''

(حکایات اسلاف دیوبند صفحہ 321 بحوالہ شاہ جی کے علمی و تقریری جواہر پارے صفحہ 38)

شعائرِ اسلام کا ''ادب''

''حضرت مولانا محمد رشید صاحبؒ مدرسہ جامع العلوم کانپور میں مدرس دوم تھے۔آپ حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے شاگردِ رشید تھے۔موصوف کو علمِ فقہ میں بڑی دستگاہ حاصل تھی۔کانپور میں مولوی

صاحبؒ کے پاس ایک استفتاء آیا کہ:۔''گھوڑے کے جنازہ کی نماز پڑھنی کیسی ہے؟''

آپ نے ظرافت کے پیرائے میں جواب لکھا کہ:۔''اگر کسی نے گھوڑے کو کلمہ پڑھتے ہوئے سنا ہو تو اس کی نماز جنازہ ضرور پڑھنی چاہیئے ورنہ نہیں''۔

اس پر حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔''جواب کیسا مدلل دیا کہ نماز جنازہ مسلمان کی ہوتی ہے اور جب تک کلمہ نہ پڑھے مسلمان نہیں ہوتا''۔

(حکایات اسلاف دیوبند صفحہ 338 بحوالہ تذکرۃ الظفر صفحہ 68۔67)

ڈاکوؤں کا گروہ

''ایک بار مولانا احمد علی صاحبؒ (محدث سہارنپوری) کہیں جا رہے تھے۔ آپ کے ساتھ کچھ شاگرد اور متوسلین بھی تھے۔ راستہ میں ایک دیہاتی (دیہاتی) نے ان کو دیکھ کر کہا:''ڈاکوؤں کا گروہ جا رہا ہے''۔شاگردوں نے انہیں مارنا چاہا مگر آپ نے سختی سے منع کر دیا۔

(حکایات اسلاف دیوبند صفحہ 59 بحوالہ ماہنامہ الفرقان لکھنؤ 30 اگست 1977)

وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَاب۔۔۔۔!

''حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوتا تھا جس کو لوگ نبیا نبیا کہتے تھے۔ایک دفعہ اس نے مولانا سے درخواست کی کہ میرا ایک خط لکھ دیجئے۔مولانا نے خط لکھ کر دیا جب اس کا نام لکھنے لگے تو اس نے کہا:۔

''نبیا نہ لکھئے۔نبی الدین لکھئے''

حضرت مولانا نے مزاحاً فرمایا:۔

''نہیں نبیح الدین ہوگا''

اور یہ نباح سے مشتق ہے جس کے معنی بھونکنے کے ہیں۔مگر اس کو تو لغت کی کچھ خبر نہ تھی۔وہ اس کو گاتا پھرتا تھا کہ''میرا نام نبیح الدین ہے مجھے نبیا نہ کہا کرو''۔

لوگ ہنستے تھے کہ بیوقوف یہ تو برا نام ہے۔وہ کہتا واہ مولاناؒ نے میرا نام یہی لکھا ہے''۔

(حکایات اسلاف دیوبند صفحہ 69 بحوالہ جمال الجلیل صفحہ 26)

چاروں عناصر کا مجموعہ

''حضرت ملا محمود دیوبندیؒ جو بہت حلیم الطبع تھے ایک طالبعلم پر سخت ناراض ہوئے اور گھونسہ مارا مگر طالب علم کے فوراً اٹھنے کے سبب خود ان کے ہاتھ پر چوٹ آئی جس سے اور غصہ آیا۔اس لئے مارنے کھڑے ہو گئے تو طالب علم بھاگا تو انہوں نے جوتا اتار کر مارا۔حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ قریب ہی دیکھ رہے تھے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے دریافت کیا اور فرمایا:۔''میں سمجھتا تھا کہ ملا صاحب میں تین عنصر ہیں۔آب، باد، خاک۔چوتھا عنصر نار ہے ہی نہیں۔مگر آج معلوم ہوا کہ نہیں چاروں عنصر موجود ہیں''۔

(حکایات اسلاف دیوبند صفحہ 106 بحوالہ اشرف السوانح ج1 صفحہ 225)

اردو اور انگریزی زبانوں کے بارہ میں وصیت

''شعبان کے مہینہ میں جبکہ طلباء امتحان سے فارغ ہو کر اپنے وطن جانے والے تھے حضرت علامہ انور شاہ صاحب نے دارالعلوم دیوبند میں اپنے تلامذہ سے بالخصوص خطاب فرمایا۔اسی تقریر میں آپ نے فرمایا:۔

''میں نے اپنے عربی اور فارسی ذوق کو محفوظ رکھنے کے لئے ہمیشہ اردو لکھنے اور پڑھنے سے احتراز کیا۔یہاں تک کہ عام طور سے اپنی خط و کتابت کی زبان بھی میں نے عربی اور فارسی ہی رکھی لیکن اب مجھے اس پر بھی افسوس ہے۔ہندوستان میں اب دین کی خدمت اور دین سے دفاع کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اردو میں مہارت پیدا کی جائے اور باہر کی دنیا میں دین کا کام کرنے کے لئے ضروری ہے کہ انگریزی زبان کو ذریعہ بنایا جائے۔میں اس بارہ میں آپ صاحبوں کو خاص طور پر وصیت کرتا ہوں''۔

(حکایات اسلاف دیوبند صفحہ 151 بحوالہ حیات نور صفحہ 141)

شراب، زنا کی ضرورتاً اجازت

''ایک مرتبہ حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلویؒ کا جلال آباد یا شاملی سے گزر ہوا۔ایک مسجد ویران پڑی تھی۔وہاں نماز کے لئے تشریف لے گئے۔پانی کھینچا، وضو کیا، مسجد میں جھاڑو دی۔بعد میں ایک شخص سے پوچھا کہ

:۔’’یہاں کوئی نمازی نہیں؟‘‘

اس نے کہا: ’’جی سامنے خاں صاحب کا مکان ہے جو شرابی اور رنڈی باز ہیں۔اگر وہ نماز پڑھنے لگیں تو یہاں اور بھی دو چار نمازی ہو جائیں۔‘‘

آپ ان خاں صاحب کے پاس تشریف لے گئے تو رنڈی پاس بیٹھی ہوئی تھی اور نشے میں مست تھے۔آپ نے خاں صاحب سے فرمایا: ’’بھائی خان صاحب! اگر تم نماز پڑھ لیا کرو تو دو چار آدمی اور جمع ہو جایا کریں گے اور مسجد آباد ہو جائے گی۔‘‘

خاں صاحب نے کہا: ’’میرے سے وضو نہیں ہوتا اور نہ یہ دو بُری عادتیں چھوٹتی ہیں۔‘‘

آپ نے فرمایا کہ: ’’بے وضو ہی پڑھ لیا کرو اور شراب بھی پی لیا کرو۔‘‘

اس نے عہد کیا کہ ’’میں بغیر وضو نماز پڑھ لیا کروں گا۔‘‘

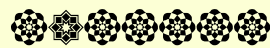
آپ وہاں سے تشریف لے گئے اور کچھ فاصلے پر نماز پڑھی اور سجدے میں خوب روئے۔ایک شخص نے دریافت کیا کہ حضرت آپ سے دو ایسی باتیں سرزد ہوئیں جو کبھی نہیں ہوئیں۔اول یہ کہ آپ نے شراب اور زنا کی اجازت دے دی۔دوسرے یہ کہ آپ سجدے میں خوب روئے۔

حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلویؒ نے فرمایا کہ: ’’سجدہ میں میں نے جناب باری سے التجا کی تھی کہ اے رب العزت کھڑا تو میں نے کر دیا۔اب دل تیرے ہاتھ میں ہے۔‘‘

اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے مؤلف کتاب روایات اسلاف دیوبند لکھتے ہیں:۔

’’بے وضو نماز پڑھنا یا سجدہ کرنا کسی حال میں جائز نہیں ہے۔حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کو چونکہ اپنی نور بصیرت سے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ ان لوگوں کی ہدایت اور اصلاح کا یہی ذریعہ ہو سکتا ہے اس لئے انہوں نے ضرورتاً بظاہر اس کی اجازت دے دی۔‘‘

(حکایات اسلاف دیوبند صفحہ 29 بحوالہ حالات مشائخ کاندھلہ صفحہ 35)



ریاستِ مدینہ کیا تھی؟؟

حضرت عمر فاروق رضی اللہ کے دور میں ایک بدو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملنے مدینے کو چلا، جب مدینے کے پاس پہنچا تو ادھی رات کا وقت ہو چکا تھا ساتھ میں حاملہ بیوی تھی تو اس نے مدینے کی حدود کے پاس ہی خیمہ لگا لیا اور صبح ہونے کا انتظار کرنے لگا، بیوی کا وقت قریب تھا تو وہ درد سے کراہنے لگی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے روز کے گشت پر تھے اور ساتھ میں ایک غلام تھا، جب آپ نے دیکھا کے دور شہر کی حدود کے پاس آگ جل رہی ہے اور خیمہ لگا ہوا ہے تو آپ نے غلام کو بھیجا کہ پتہ کرو کون ہے جب پوچھا تو اس نے ڈانٹ دیا کہ تمہیں کیوں بتاؤں، آپ گئے اور پوچھا تو بھی نہیں بتایا آپ نے کہا کہ اندر سے کراہنے کی آواز آتی ہے کوئی درد سے چیخ رہا ہے بتاؤ بات کیا ہے تو اس نے بتایا کہ میں امیر المومنین حضرت عمر فاروق سے ملنے مدینہ آیا ہوں میں غریب ہوں اور صبح مل کے چلا جاؤں گا، رات زیادہ ہے تو خیمہ لگایا ہے اور صبح ہونے کا انتظار کر رہا ہوں، بیوی امید سے ہے اور وقت قریب آن پہنچا ہے تو آپ جلدی سے پلٹ کر جانے لگے کہ ٹھہر و میں آتا ہوں، آپ اپنے گھر گئے اور فوراً اپنی زوجہ سے مخاطب ہوئے کہا کہ اگر تمہیں بہت بڑا اجر مل رہا ہو تو لے لو گی زوجہ نے کہا کیوں نہیں تو آپ نے کہا چلو میرے دوست کی بیوی حاملہ ہے، وقت قریب ہے چلو اور جو سامان پکڑنا ہے ساتھ پکڑ لو، آپ کی بیوی نے گھی اور دانے پکڑ لئے اور آپ کو لکڑیاں پکڑنے کا کہا آپ نے لکڑیاں اپنے اوپر لادھ لیں،،، سبحان اللہ۔۔۔ (یہ کوئی کونسلر، ناظم، ایم پی اے یا ایم این اے نہیں یہ اس کا ذکر ہو رہا ہے دوستو جو کہ 22 لاکھ مربع میل کا حکمران ہے جس کے قوانین آج بھی چلتے ہیں جو عمر فاروق ہے) جب وہ لوگ وہاں پہنچے تو فوراً کام میں لگ گئے بدو ایسے حکم چلاتا جیسے آپ شہر کے کوئی چوکی دار یا غلام ہیں،، کبھی پانی مانگتا تو آپ دوڑے دوڑے پانی دیتے کبھی پریشانی میں پوچھتا کہ تیری بیوی کو یہ کام آتا بھی ہے تو آپ جواب دیتے،، جبکہ اس کو کیا پتہ کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق خود ہیں، جب اندر بچے کی ولادت ہوئی تو آپ کی زوجہ نے آواز لگائی یا امیر المومنین بیٹا ہوا ہے تو یا امیر المومنین کی صدا سن کر اس بدو کی تو جیسے پاؤں تلے زمین نکل گئی اور بے اختیار پوچھنے لگا کیا آپ ہی عمر فاروق امیر المومنین ہیں؟؟ آپ عمر ہیں؟ وہی جس کے نام سے قیصر و کسریٰ کانپے آپ وہ ہیں وہی والے عمر ہیں جس کے بارے میں حضرت علی نے کہا کہ

آپ کے لئے دعا کرتا ہوں اور جس کو رسول اللہ ﷺ نے دعا مانگ کر اسلام کے لئے مانگا وہی والے نا؟؟ آپ نے کہا ہاں ہاں میں ہی ہوں اس نے کہا کہ ایک غریب کی بیوی کے کام کاج میں آپ کی بیوی، خاتون اول لگی ہوئی ہے اور دھوئیں کے پاس آپ نے اپنی داڑھی لپیٹ لی اور میری خدمت کرتے رہے؟ تو سیدنا عمر رو پڑے اس بدو کو گلے سے لگایا اور کہا تجھے پتا نہیں تو کہاں آیا ہے؟ یہ مدینہ ہے میرے آقا کا مدینہ یہاں امیروں کے نہیں غریبوں کے استقبال ہوتے ہیں، غریبوں کو عزتیں ملتی ہیں، مزدور اور یتیم بھی سر اٹھا کر چلتے ہیں !!سبحان اللہ طالب دعا عاصی

ایک دلچسپ واقعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے دور میں ایک شخص ملک شام سے سفر کرتا ہوا آیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ آپ امیر بھی ہیں یعنی مالدار بھی ہیں اور امیر بھی یعنی مسلمانوں کے سربراہ بھی ہیں۔ عرض کرنے لگا حضور میرے اوپر قرضہ چڑھ گیا ہے میری مدد کریں۔ تو آپ اس کو اپنے گھر لے گئے شخص کہتا ہے کہ باہر سے دروازہ بہت خوبصورت تھا لیکن گھر پر ایک چارپائی بھی نہ تھی کھجور کی چھال کی چٹائیاں بچھی ہوئی تھیں اور وہ بھی پھٹی ہوئی فرماتے ہیں سیدنا صدیق ابوبکر (رضی اللہ تعالی عنہ) نے مجھے چٹائی پر بٹھا لیا اور مجھے کہنے لگے یار ایک عجیب بات نہ بتاؤں میں نے کہا بتائے تو عرض کرنے لگے تین دن سے میں نے ایک اناج کا دانہ بھی نہیں کھایا کھجور پر گزارا کر لیتا ہوں آجکل میرے حالات کچھ ٹھیک نہیں ہیں تو شخص کہنے لگا حضور میں اب پھر کیا کروں میں تو بہت دور سے امید لگا کر آیا تھا۔ تو فرمانے لگے تو عثمان غنی کے پاس جا۔ شخص کہنے لگا مجھے تو بہت سارے پیسے چاہیے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا تیری سوچ وہاں ختم ہوتی ہے جہاں سے عثمان کی سخاوت شروع ہوتی تو جو سوچتا ہے اتنے ملیں گے تیری سوچ ختم ہوتی ہیں وہاں سے عثمان کی سخاوت شروع ہوتی ہے تو جا ان کے پاس۔ وہ شخص کہنے لگا آپ کا نام لوں کے مجھے امیر المومنین نے بھیجا ہے تو فرمانے لگے اس کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔ صرف اتنا بتانا کہ میں مقروض ہوں اور رسول ﷺ کا نوکر ہوں۔ وہ شخص کہنے لگا کے وہ دلیل، حوالہ مانگے گے فرمایا عثمان سخاوت کرتے وقت دلیل یا حوالے نہیں مانگتے عثمان اللہ کی راہ میں دیتے ہوئے تفتیشیں نہیں کرتا، اور سخاوت کرتے وقت ٹٹولنا عثمان کی عادت نہیں۔ وہ شخص کہتا ہے کہ میں چلا گیا پوچھتا پوچھتے دروازے پر دستخط دی۔ حضرت عثمان غنی کے اندر سے بولنے کی آواز آرہی تھی "اپنے بچوں کو ڈانٹ رہے تھے کہ یار تم لوگ دودھ کے اندر شہد ملا کر پیتے ہو خرچا تھوڑا کم کرو اتنا خرچا بڑھا دیا ہے دودھ میٹھا شہد بھی مٹھا ایک چیز استعمال کرلو تم کوئی بیمار تھوڑی ہو" شخص کہتا ہے میں نے کہا ابوبکر تو بڑی باتیں بتا رہے تھے یہاں تو دودھ اور شہد پر لڑائی ہو رہی ہے اور مجھے تو کئی ہزار دینار چاہیے کیا یہ دے دے گا۔ شخص کہتا ہے کہ میں ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اندر سے دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ وہ باہر آئے اور میں نے کہا السلام علیکم! انہوں نے سلام کا جواب دیا اور وہ سمجھ گئے کہ میں مسلمان ہوں اور مخاطب ہو کر کہنے لگے معاف کرنا بچوں کو ذرا ایک بات سمجھنی تھی آنے میں ذرا دیر ہوگئی۔ ان کا پہلا جملہ ان کے بڑے پن کا مظاہرہ کر رہا تھا پھر دروازہ کھولا اور مجھے انہوں نے گھر بٹھایا اور میرے لئے جو پہلی چیز پیش کی گئی وہ دودھ میں شہد ڈال کر دیا گیا اور پھر کھجور کا حلوہ پیش کیا۔ شخص کہتا ہے کہ میرے دل میں خیال آیا عجیب شخص ہے گھر والوں کے ساتھ جھگڑا کر رہے تھے ایک چیز استعمال کیا کرو میرے لیے تین تین چیزیں آگئی ہیں لیکن ابھی میرا تصور جما نہیں تھا میں نے دل میں خیال کیا اتنا تگڑا نہیں جتنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے بتایا ہے۔ وہ شخص کہتا ہے کہ کھلانے پلانے کے بعد پوچھنے لگے کیسے آئے ہو۔ میں نے کہا کہ "میں مسلمان ہوں اور ملک شام کے گاؤں کا رہنے والا ہوں اور کچھ کاروباری مشکلات آئی تو مقروض ہوگیا ہوں اور میرے اوپر قرضہ ہے اور مجھے کچھ پیسوں کی حاجت ہے۔ تو میں نے کچھ پیسے کا کہا تو انہوں نے ایک آواز دی تو ایک غلام اونٹ پر سامان لدا ہوا لیکر حاضر ہوا۔ شخص کہتا ہے کہ مجھے تین ہزار اشرفیاں چاہیے تھی۔ ابھی میں نے بتایا نہیں تھا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کہنے لگے کہ "اس اونٹ پر تیرے لئے تیرے گھر والوں کے لئے میں نے کپڑے اور کھانے پینے کا سامان اور 6000 اشرفیاں رکھوادی ہے اور تو پیدل آیا تھا اب اونٹ لے کر جانا" شخص کہنے لگا میں نے فوراً" کہا حضور یہ اونٹ انہیں واپس کرنے کون آئے گا۔ حضرت عثمان فرمانے لگے واپس کرنے کے لئے دیا ہی نہیں یہ تحفہ ہے تو لے جا۔ شخص کہتا ہے کہ میں کہاں سے چلا تھا ڈھونڈتا ہوا اور پھر مدینے میں آیا اور جب مدینے میں آیا تو اللہ نے مجھے

جھولی بھر کے عطا فرمایا۔ کہتا ہے میری آنکھوں میں آنسوں آ گئے اور میں نے کہا حضور آپ نے تو مجھے میری ضرورت سے کہیں بڑھ کر نواز دیا ہے۔ معاف کیجئے گا میں سوچ رہا تھا دودھ شہد پر تو گھر میں لڑائی ہو رہی ہے۔۔۔ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ نے جو پیسے عثمان کو دیئے ہیں وہ اس لئے نہیں دیئے کہ عثمان کی اولادیں عیش مستی کرتی پھیریں میرے مالک نے مجھے نوازا ہے تا کہ میں محمد عربی ﷺ کے نوکروں کی نوکری کروں۔ شخص کہتا ہے میں دروازے تک گیا تو میں نے کہا شکریہ! کہتا ہے ابھی میں نے بتایا نہیں تھا کہ مجھے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے بھیجا ہے کہ آپ فرمانے لگے کہ شکریہ ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالی عنہ) کا ادا کرنا جس نے تجھے یہ راستہ دکھایا ہے۔ شخص کہتا ہے کہ میں نے کہا حضور آپ کو تو میں نے بتایا ہی نہیں کے مجھ۔۔۔ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسکرا کر فرمانے لگے۔ چھوڑو آپ کا کام ہو گیا اس تفصیلات میں نہ پڑو۔ (ماخذ سیرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

بابرکت چونی

مُلا احمد جیون ہندوستان کے مغل بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے استاد تھے۔ اورنگ زیب اپنے استاد کا بہت احترام کرتے تھے۔ اور استاد بھی اپنے شاگرد پر فخر کرتے تھے۔

جب اورنگ زیب ہندوستان کے بادشاہ بنے تو انہوں نے اپنے غلام کے ذریعے استاد کو پیغام بھیجا کہ وہ کسی دن دہلی تشریف لائیں اور خدمت کا موقع دیں۔ اتفاق سے وہ رمضان کا مہینہ تھا اور مدرسہ کے طالب علموں کو بھی چھٹیاں تھی۔ چنانچہ انہوں نے دہلی کا رُخ کیا۔

استاد اور شاگرد کی ملاقات عصر کی نماز کے بعد دہلی کی جامع مسجد میں ہوئی۔ استاد کو اپنے ساتھ لے کر اورنگ زیب شاہی قلعے کی طرف چل پڑے۔ رمضان کا سارا مہینہ اورنگ زیب اور استاد نے اکھٹے گزارا۔۔ عید کی نماز اکھٹے ادا کرنے کے بعد مُلا جیون نے واپسی کا ارادہ ظاہر کیا۔ بادشاہ نے جیب سے ایک چونّی نکال کر اپنے استاد کو پیش کی۔ استاد نے بڑی خوشی سے نذرانہ قبول کیا اور گھر کی طرف چل پڑے۔

اس کے بعد اورنگ زیب دکن کی لڑائیوں میں اتنے مصروف ہوئے کہ چودہ سال تک دہلی آنا نصیب نہ ہوا۔ جب وہ واپس آئے تو وزیر اعظم نے بتایا۔ مُلا احمد جیون ایک بہت بڑے زمیندار بن چکے ہیں۔ اگر اجازت ہو تو اُن سے لگان وصول کیا جائے۔ یہ سن کر اورنگ زیب حیران رہ گئے۔ کہ ایک غریب استاد کس طرح زمیندار بن سکتا ہے۔ انہوں نے استاد کو ایک خط لکھا اور ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ مُلا احمد جیون پہلے کی طرح رمضان کے مہینے میں تشریف لائے۔ اورنگزیب نے بڑی عزت کے ساتھ انہیں اپنے پاس ٹھرایا۔ مُلا احمد کا لباس، بات چیت اور طور طریقے پہلے کی طرح سادہ تھے۔ اس لیے بادشاہ کو ان سے بڑا زمیندار بننے کے بارے میں پوچھنے کا حوصلہ جٹا نہ پایے۔ سکا۔ ایک دن مُلا صاحب خود کہنے لگے:

آپ نے جو چونّی دے تھی وہ بڑی بابرکت تھی۔ میں نے اس سے بنولہ خرید کر کپاس کاشت کی خدا نے اس میں اتنی برکت دی کہ چند سالوں میں سینکڑوں سے لاکھوں ہو گئے۔ اورنگ زیب یہ سن کر خوش ہوئے اور مُسکرانے لگے اور فرمایا: اگر اجازت ہو تو چونّی کی کہانی سناؤں۔ ملا صاحب نے کہا ضرور سنائیں۔ اورنگ زیب نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ چاندنی چوک کے سیٹھ "اتم چند" کو فلاں تاریخ کے کھاتے کے ساتھ پیش کرو۔ سیٹھ اتم چند ایک معمولی بنیا تھا۔ اسے اورنگ زیب کے سامنے پیش کیا گیا تو وہ ڈر کے مارے کانپ رہا تھا۔ اورنگ زیب نے نرمی سے کہا: آگے آجاؤ اور بغیر کسی گھبراہٹ کے کھاتہ کھول کے خرچ کی تفصیل بیان کرو۔

سیٹھ اتم چند نے اپنا کھاتہ کھولا اور تاریخ اور خرچ کی تفصیل سنانے لگا۔ مُلا احمد جیون اور اورنگ زیب خاموشی سے سنتے رہے ایک جگہ آ کے سیٹھ رُک گیا۔ یہاں خرچ کے طور پر ایک چونّی درج تھی لیکن اس کے سامنے لینے والے کا نام نہیں تھا۔ اورنگ زیب نے نرمی سے پوچھا:

ہاں بتاؤ یہ چونی کہاں گئی؟ اتم چند نے کھاتہ بند کیا اور کہنے لگا: اگر اجازت ہو تو درد بھری داستان عرض کروں؟

بادشاہ نے کہا: اجازت ہے۔ اس نے کہا: اے بادشاہِ وقت! ایک رات موسلا دھار بارش ہوئی میرا مکان ٹپکنے لگا۔ مکان نیا نیا بنا تھا اور تمام کھاتے کی تفصیل بھی اسی مکان میں تھی۔ میں نے بڑی کوشش کی، لیکن چھت ٹپکتا رہا۔ میں نے باہر جھانکا تو ایک آدمی لالٹین کے نیچے کھڑا نظر آیا۔ میں نے مزدور خیال کرتے ہوئے پوچھا، اے بھائی مزدوری کرو گے؟

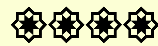
وہ بولا کیوں نہیں۔ وہ آدمی کام پر لگ گیا۔ اس نے تقریباً تین چار گھنٹے کام کیا، جب مکان ٹپکنا بند ہو گیا تو اس نے اندر آکر تمام سامان درست کیا۔ اتنے میں صبح کی اذان شروع ہو گئی۔ وہ کہنے لگا:

سیٹھ صاحب! آپ کا کام مکمل ہو گیا مجھے اجازت دیجیے، میں نے اسے مزدوری دینے کی غرض سے جیب میں ہاتھ ڈالا تو ایک چونّی نکلی۔ میں نے اس سے کہا: اے بھائی! ابھی میرے پاس یہی چونّی ہے یہ لے، اور صبح دکان پر آنا تمہیں مزدوری مل جائے گی۔ وہ کہنے لگا یہی چونّی کافی ہے میں پھر حاضر نہیں ہو سکتا۔ میں نے اور میری بیوی نے اس کی بہت منتیں کیں۔ لیکن وہ نہ مانا اور کہنے لگا دیتے ہو تو یہ چونّی دے دو ورنہ رہنے دو۔ میں نے مجبور ہو کر چونّی دے دی اور وہ لے کر چلا گیا۔ اور اس کے بعد سے آج تک وہ نہ مل سکا۔ آج اس بات کو پندرہ برس بیت گئے۔ میرے دل نے مجھے بہت ملامت کی کہ اسے روپیہ نہ سہی اٹھنی دے دیتا۔

اس کے بعد اتم چند نے بادشاہ سے اجازت چاہی اور چلا گیا۔ بادشاہ نے مُلا صاحب سے کہا: یہ وہی چونّی ہے۔ کیونکہ میں اس رات بھیس بدل کر گیا تھا تا کہ رعایا کا حال معلوم کر سکوں۔ سو وہاں میں نے مزدور کے طور پر کام کیا۔

مُلا صاحب خوش ہو کر کہنے لگے۔ مجھے پہلے ہی معلوم تھا کہ یہ چونّی میرے ہونہار شاگرد نے اپنی محنت سے کمائی ہوگی۔ اورنگ زیب نے کہا: ہاں واقعی' اصل بات یہ ہے کہ میں نے شاہی خزانہ سے اپنے لیے کبھی ایک پائی بھی نہیں لی۔ ہفتے میں دو دن ٹوپیاں بناتا ہوں۔ دو دن مزدوری کرتا ہوں۔ میں خوش ہوں کہ میری وجہ سے کسی ضرورت مند کی ضرورت پوری ہوئی یہ سب آپ کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔

(بحوالہ: کتاب/تاریخِ اسلام کے دلچسپ واقعات)



کل کی فکر کریں

ایک دن بادشاہ نے اپنے تین وزراء کو دربار میں بلایا اور تینوں کو حکم دیا کہ تینوں ایک ایک تھیلا لے کر باغ میں داخل ہوں۔ اور وہاں سے بادشاہ کے لیے مختلف اچھے اچھے پھل جمع کریں۔ وزراء بادشاہ کے اس عجیب حکم پر حیران رہ گئے اور تینوں ایک ایک تھیلا پکڑ کر الگ الگ باغ میں داخل ہو گئے۔ پہلے وزیر نے کوشش کی کہ بادشاہ کے لیے اس کی پسند کے مزیدار اور تازہ پھل جمع کرے اور اس نے کافی محنت کے بعد بہترین اور تازہ پھلوں سے تھیلا بھر لیا۔

دوسرے وزیر نے خیال کیا کہ بادشاہ ایک ایک پھل کا خود تو جائزہ نہیں لے گا کہ کیسا ہے اور نہ ہی پھلوں میں فرق دیکھے گا۔ اس لئے اس نے بغیر فرق دیکھے جلدی جلدی ہر قسم کے تازہ اور کچے اور گلے سڑے پھلوں سے اپنا تھیلا بھر لیا۔ اور تیسرے وزیر نے سوچا کہ بادشاہ کی توجہ صرف تھیلے کے بھرنے پر ہوگی۔ اس کے اندر کیا ہے، اسے بادشاہ نہیں دیکھے گا۔ یہی سوچ کر وزیر تھیلے میں گھاس ,ا پھوس اور پتے بھر لئے اور محنت سے بچ گیا اور وقت بچایا۔

دوسرے دن بادشاہ تینوں وزراء کو اپنے تھیلوں سمیت دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔

جب تینوں دربار میں حاضر ہوئے تو بادشاہ نے تھیلے کھول کر بھی نہ دیکھے اور حکم دیا کہ تینوں کو ان کے تھیلوں سمیت ایک ماہ کے لیے دور دراز جیل میں قید کر دو۔ اب اس دور دراز جیل میں تینوں کے پاس کھانے پینے کے لیے کچھ نہیں تھا، سوائے اس تھیلے کے جو انھوں نے جمع کیا تھا۔ اب پہلا وزیر جس نے اچھے اچھے پھل چن کر جمع کیے تھے، وہ مزے سے اپنے انہیں پھلوں پر گزارہ کرتا رہا۔ یہاں تک کے ایک ماہ با آسانی گزر گیا۔

اور دوسرا وزیر جس نے بغیر دیکھے تازہ خراب تمام پھل جمع کیے تھے۔ اس کے لیے بڑی مشکل پیش آئی کچھ دن تو تازہ پھل کھا لیے لیکن پھر کچے اور گلے سڑے پھل کھانے پڑے، جس سے وہ بہت زیادہ بیمار ہو گیا اور اسے بہت تکلیف اٹھانی پڑی۔ اور تیسرا وزیر جس نے اپنے تھیلے میں صرف گھاس پھوس ہی جمع کیا تھا۔ وہ کچھ دن بعد ہی بھوک سے مر گیا کیونکہ اس کے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا۔ اب آپ اپنے آپ سے پوچھیے آپ کیا جمع کر رہے ہیں؟ آپ اس وقت اس باغ میں ہیں۔

جہاں سے آپ چاہیں تو نیک اعمال اپنے لیے جمع کریں اور چاہیں تو بد اعمال؟ مگر یاد رہے جب بادشاہ کا حکم صادر ہوگا، تو آپ کو اپنی جیل یعنی قبر میں ڈال دیا جائے گا۔ اس جیل میں آپ اکیلے ہونگے جہاں آپ کے ساتھ صرف آپ کے اعمال کی تھیلی ہوگی۔ تو جو آپ نے جمع کیا ہوگا، وہی آپ کو وہاں کام

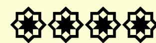
دے گا۔تو آج تھوڑی سی محنت کر کے اچھی اچھی چیزیں یعنی نیک اعمال جمع کرلیں اور وہاں آسانی اور آرام والی زندگی گزاریں۔ابھی ہمارے پاس وقت بھی ہے اور اللہ پاک نے سب معذوریوں سے بھی ہمیں دور رکھا ہے اسے دن میں پانچ بار تو یاد کرلیا کرو بڑے بڑے اعمال کرنے کی وہ خود ہی توفیق عطا کر دے گا۔

طرز نصیحت کیسا ہو؟

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ بڑے ولی، کامل، محدث اور عالم کبیر گزرے ہیں۔مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے ایک نوجوان آیا۔جلدی جلدی وضو کیا تو پاؤں کے ٹخنے خشک رہ گئے. پیر دھوئے مگر ایڑیاں خشک رہ گئیں۔اور حدیث میں ہے کہ (ویل الا عقاب من النار) جو ایڑی خشک رہ جائے گی جہنم میں جلے گی.شاہ صاحب نے نصیحت کی مگر کس عجیب طریق سے نصیحت فرمائی۔یہ نہیں کہا.وہ نوجوان تیرا وضو نہیں ہوا.جاؤ وضو کرو اور تیری ایڑیاں جہنم میں جلیں گی.فرمایا بیٹا ذرا میرے پاس آنا وہ نوجوان آیا تو اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

فرمایا بیٹا میں بیٹا میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔اور وضو کرنے میں بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایڑیاں خشک رہ جاتی ہیں.اور حدیث میں فرمایا گیا ہے جو ایڑی خشک رہ جائے گی جہنم میں جلائی جائے گی۔تو ذرا میرا پیر دیکھنا کہیں ایڑی خشک تو نہیں رہ گئی.وہ نوجوان رو پڑا اس نے کہا آپ کی ایڑی تو کیوں خشک ہو. یہ گناہ تو مجھ سے سرزد ہوا ہے.میں توبہ کرتا ہوں.آئندہ کبھی ایسا نہیں ہوگا. وضو مکمل کرلیا کروں گا۔پھر چپکا یا پیار کیا.فرمایا جزاک اللہ۔.بارک اللہ۔ سعادت مند نوجوان کا یہی کام ہوتا ہے.اس کا دل بڑھ گیا۔

اور اگر یوں فرماتے او نوجوان جا وضو کر تیری ایڑی جہنم میں جلے گی.وہ کہتا جناب، مجھے اپنی قبر میں سونا ہے تمہیں اپنی قبر میں، اپنی فکر کریں میری فکر میں کیوں پڑے؟ میرے اوپر تو گزرے گی، جلنے دو جہنم میں.تمہیں کیوں درد اٹھ رہا ہے..اس کا یہ جواب ہوتا۔اور یہ شفقت کا جو طرز اختیار کیا تو اس کا جواب یہ تھا.رو کے ہمیشہ کے لئے تائب ہو گیا.تو نصیحت کرنے کا بھی ڈھنگ ہے۔

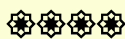




جذب شوق

پروفیسر عبدالکریم خالد

شب الم گزار کے سحر کی ہم اماں میں ہیں
مگر یہ دشمنانِ دیں نہ جانے کس گماں میں ہیں
جگا دیئے ہیں اس طرح دلوں میں تو نے ولولے
کہ بجلیوں کے معرکے درون جسم و جاں میں ہیں
تری فسوں گری سے ہم طلسم شش جہت میں ہیں
ہمیں خبر نہیں کہ ہم کہاں پہ کس جہاں میں ہیں
زمیں پہ ہیں رواں دواں یہ روشنی کے قافلے
خجل ہیں ان کو دیکھ کے جو تارے کہکشاں میں ہیں
دلوں میں جل رہی ہے جو ترے چراغ کی ہے لو
ترے قریب ہو کے ہم حصار ضوفشاں میں ہیں
تجھی کو دیکھ دیکھ کر گزارتے ہیں زندگی
ترے ہی ہیں خیال میں ترے ہی آستاں میں ہیں
اگرچہ ہم حقیر ہیں غبار راہ کی طرح
مگر یہ بات کم نہیں کہ تیرے کارواں میں ہیں
تیری نگاہ ناز سے مراد پا گئے ہیں ہم
یقیں ہوا ہے عرصہ حیات جاوداں میں ہیں
تری صفات کا بیاں میری بساط میں نہیں
کہ جلوہ ہزار رنگ تیرے بوستاں میں ہیں
خراج دے رہے ہیں ہم تجھے دل و نگاہ کا
کہ تیرے واسطے سے ہم زمیں سے آسماں میں ہیں
یہ میرا جذب شوق ہے نہاں مرے حروف میں
عیاں ہیں سب حضور پر نگیں جو خاکداں میں ہیں



فرمان

امام الزمان حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

”مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے یہ ہم پر افترائے عظیم ہے۔ ہم جس قوّت، یقین، معرفت اور بصیرت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں اس کا لاکھواں حصہ بھی دوسرے لوگ نہیں مانتے اور ان کا ایسا ظرف بھی نہیں ہے۔ وہ اس حقیقت اور راز کو جو خاتم الانبیاء کی ختمِ نبوّت میں ہے سمجھتے ہی نہیں ہیں، انہوں نے صرف باپ دادا سے ایک لفظ سنا ہوا ہے مگر اس کی حقیقت سے بے خبر ہیں اور نہیں جانتے کہ ختم نبوّت کیا ہوتا ہے اور اس پر ایمان لانے کا مفہوم کیا ہے؟ مگر ہم بصیرتِ تامّ سے (جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے ہم پر ختمِ نبوّت کی حقیقت کو ایسے طور پر کھول دیا ہے کہ اس عرفان کے شربت سے جو ہمیں پلایا گیا ہے ایک خاص لذّت پاتے ہیں جس کا اندازہ کوئی نہیں کرسکتا بجز ان لوگوں کے جو اِس چشمہ سے سیراب ہوں۔“

(ملفوظات۔ جلد اول۔ صفحہ 342 ایڈیشن 2008ء)

